سررشتۂ تعلیم پنجاب و صوبجات متحدہ و احاطہ مدراس کی طرف سے منظور شدہ

رفیع الدین ہاشمی
۳۰ ستمبر ۱۹۷۹ء

سلسلۂ ادبیہ

# اُردو کورس

## چھٹی جماعت کے لئے

مؤلفہ

ڈاکٹر سر محمد اقبال ایم اے۔ پی ایچ۔ ڈی بیرسٹر ایٹ لا
و ممبر پنجاب لیجسلیٹو کونسل

و

حکیم احمد شجاع بی۔ اے (علیگ)
سکرٹری پنجاب لیجسلیٹو کونسل

۱۹۲۶ء

گلاب چند کپور اینڈ سنز بک سیلرز۔ پبلشرز۔ انارکلی لاہور
نے
اپنے مطبع پنجاب آرٹ پریس لاہور میں بابو پیارے لال کے اہتمام سے چھاپا

# فہرستِ مضامین



| نمبر شمار | مضمون | صفحہ | نمبر شمار | مضمون | صفحہ |
|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | دُعا - - - نظم | ۱ | ۱۴ | جمیس فرگسن نثر | ۵۶ |
| ۲ | دُنیا کی آبادی (۱) نثر | ۳ | ۱۵ | مکڑی اور مکھیاں نظم | ۶۲ |
| ۳ | سرزمینِ ہند - نظم | ۸ | ۱۶ | زمین کی سرگذشت (۲) نثر | ۶۵ |
| ۴ | یدھشٹر کا پہلا سبق نثر | ۱۰ | ۱۷ | ابر - - - نظم | ۷۰ |
| ۵ | ہندوستانی بچّوں کا گیت نظم | ۱۶ | ۱۸ | راجہ مایا داس نثر | ۷۲ |
| | | | ۱۹ | اپنا گھر - - نظم | ۸۱ |
| ۶ | زمین کی آبادی (۲) نثر | ۱۸ | ۲۰ | نیک دل شہزادہ نثر | ۸۴ |
| ۷ | صفائی .. .. .. نظم | ۲۴ | ۲۱ | سپُوت .. .. نظم | ۹۰ |
| ۸ | راجہ ہریشچندر نثر | ۲۶ | ۲۲ | حُب الوطنی .. نثر | ۹۵ |
| ۹ | شرافت .. .. نظم | ۳۷ | ۲۳ | زلزلہ - - نظم | ۱۰۱ |
| ۱۰ | زمین کی سرگذشت (۱) نثر | ۳۹ | ۲۴ | مہماں نوازی نثر | ۱۰۴ |
| ۱۱ | دہنا ہاتھ - .. نظم | ۴۵ | ۲۵ | رونق بارش - نظم | ۱۱۱ |
| ۱۲ | زمین کی سرگذشت (۲) نثر | ۴۸ | ۲۶ | کنگ لیئر .. .. نثر | ۱۱۴ |
| ۱۳ | پہلے کام بعد میں آرام نظم | ۵۴ | ۲۷ | مُرغ اسیر اور صیّاد نظم | ۱۲۰ |

| نمبر شمار | مضمون | | صفحہ | نمبر شمار | مضمون | | نمبر صفحہ |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۲۸ | دُنیا کی سب سے بڑی چیز | نثر | ۱۲۲ | ۳۸ | پردیس .. .. | نظم | ۱۷۵ |
| ۲۹ | جگنو .. .. | نظم | ۱۳۴ | ۳۹ | سکندرِ اعظم (۳) | نثر | ۱۷۷ |
| ۳۰ | مینا .. .. .. | نثر | ۱۳۶ | ۴۰ | گنگا کا کنارہ | نظم | ۱۸۹ |
| ۳۱ | سکندرِ اعظم (۱) | نثر | ۱۴۳ | ۴۱ | بابر کا بچپن (۱) | نثر | ۱۹۱ |
| ۳۲ | کام .. .. | نظم | ۱۵۰ | ۴۲ | میرا جھونپڑا .. | نظم | ۱۹۸ |
| ۳۳ | تمباکو اور چائے | نثر | ۱۵۲ | ۴۳ | بابر کا بچپن (۲) | نثر | ۲۰۰ |
| ۳۴ | صُبح کی چہل پہل | نظم | ۱۵۷ | ۴۴ | محنت | نظم | ۲۰۶ |
| ۳۵ | سکندرِ اعظم (۲) | نثر | ۱۵۹ | ۴۵ | بابر کا بچپن (۳) | نثر | ۲۰۸ |
| ۳۶ | عزّت .. .. | نظم | ۱۶۶ | ۴۶ | مکتوبات | نثر | ۲۱۷ |
| ۳۷ | دانت اور بال .. | نثر | ۱۷۰ | ۴۷ | فرہنگ .. .. | .. | ۲۲۲ |



۲۲ نظمیں

۲۴ نثریں

# دیباچہ

اُردو کی مُروّجہ درسی کتابوں میں یہ کمی عام طور پر محسُوس کی جاتی ہے۔ کہ وہ نفسِ مضمون۔ اندازِ تحریر اَور طریقۂ انتخاب کے اِعتبار سے زمانۂ حال کے مطالبات کو پُورا نہیں کرتیں۔ یہ کتابیں ایک ایسے زمانے میں مُرتّب ہوئیں۔ جب انتخاب کے مواقع کم تھے۔ اَور زبانِ اُردو نے وہ رنگ اختیار نہ کیا تھا۔ جو مغربی ادب کے تاثُّر کا لازمی نتیجہ ہے اُن کتابوں کے نقائص بیان کرنے کی بجائے یہ بہتر معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس سِلسلہ کی اِمتیازی خصُوصیات ہی بیان کر دی جائیں۔

سلسلۂ ادبیہ کی ترتیب میں اِس امر کا خاص طور پر لحاظ رکھّا گیا ہے۔ کہ پُرانے اساتذۂ فن کے نتائجِ فِکر کے ساتھ ساتھ زمانۂ حال کے اُن اِنشاپردازوں اَور شاعروں کے مضامینِ نظم و نثر بھی

طالبِ علم کی نظر سے گذریں جنھوں نے اُردو کو
ایک ایسی زبان بنانے کے لئے انتھک اور کامیاب
کوششیں کی ہیں جو موجودہ ضروریات کے مطابق
اور ادائے مطالب پر قادر ہو۔ مضامین کے انتخاب
کے تنوّع کو مدّ نظر رکھتے ہوئے اِس امر کی کوشش
کی گئی ہے۔ کہ ہر مضمون ادبی خُوبیاں رکھنے کے
باوجُود نئی معلومات کا حامِل ہو +

درسی کتابوں پر بالعموم متانت کا رنگ اِس قدر
غالب ہوتا ہے۔ کہ طالبِ علم اِن میں زیادہ دلچسپی
نہیں لے سکتے۔ اِس نقص کو دُور کرنے کے لئے
اِس سلسلہ میں ظریفانہ مضامینِ نظم و نثر کی چاشنی
بھی شامِل کر دی گئی ہے۔ کیونکہ نو عمُر بچّوں کے
دل و دماغ تک دلچسپ پیرایۂ اظہار کی وساطت
ہی سے رسائی ممکن ہے۔ مضامین زیادہ تر ایسے
ہی مُنتخب کئے گئے ہیں جن میں زندگی کا روشن پہلو
جھلکتا ہو۔ تاکہ طالبِ علم اِس کے مطالعہ کے بعد
کشاکشِ حیات میں زیادہ اِستقلال۔ زیادہ خود داری
اور زیادہ اعتماد سے حصّہ لے سکیں۔ حقیقت میں
ادبیّات کی تعلیم کا یہی مقصد ہونا چاہئے۔ کہ ادبی
ذوق کی تربیت کے ساتھ ساتھ طلبا کی وسیع النّظری
اور اُن کے دِل و دماغ کی جامعیّت نشو و نما پائے۔

ہمیں اُمید ہے۔ کہ اِس سلسلے کی کتابوں کے مُطالعہ سے طلباء زبانِ اُردو کے ادبی مُحاسن سے بھی واقف ہو جائیں گے۔ اَور اُن کو اِس زبان کی روز افزوں ترقی۔ وُسعت اَور قُدرتِ اظہار کا عِلم بھی ہو جائیگا اِس مجمُوعہ میں ایسے مضامین بھی ہیں۔ جن میں مناظِر فطرت۔ ذہنی کیفیّات اور طبعی جذبات کی تصویریں الفاظ میں کھینچی گئی ہیں۔ اَور ایسے بھی جن میں عِلم طبعیات کے اِنکشافات۔ صنعت وحرفت کی اِختراعات اَور عام عِلمی تحقیقات کو زبان اُردو میں بیان کیا گیا ہے۔ اخلاقی مضامین کے انتخاب میں اِس امر کو ملحوظ رکھّا گیا ہے۔ کہ اِن کا اسلُوبِ بیان ایسا ہو جو طالِب علم کو کمزور اَور بُزدل بنانے کی بجائے نیک اَور بہادر بنائے۔ اَور اِس امر کا لحاظ تو بالخصوص رکھّا گیا ہے۔ کہ منتخبہ نظم و نثر پر وطنیّت کا رنگ غالب ہو۔ تاکہ طلباء کے دِلوں میں اخلاقِ حسنہ اَور عِلمِ ادب کی تحصیل کے دوران میں اپنے وطن کی محبّت کا پاک جذبہ موجزن ہو۔ اَور وہ ہندوستان کو جس کی عظمت کے نشان اِس مجموعہ میں جگہ جگہ موجُود ہیں۔ زیادہ پُرعظمت بنانے میں حصّہ لیں ٭

سلسلۂ ادبیہ کو زبانِ اُردو کے طُلباء کی ادبی

رہنمائی کے لئے ہر طرح مکمّل بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ خُدا کرے یہ طلباء کے مذاقِ ادب کو لطیف اور معیارِ لیاقت کو بلند کرنے میں کامیاب ثابت ہو۔ اِس ضمن میں شیخ عبدالحمید صاحب ایم۔ اے۔ آئی۔ ای۔ ایس پروفیسر طریقۂ تعلیم ٹریننگ کالج لاہور کی عنایت خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔ جنہوں نے اِس سلسلے کی موجودہ تین کتابوں کے مسوّدات کو بغور مُلاحظہ کیا اور جن کے قیمتی مشورے اِس سلسلے کی ترتیب و تدوین میں بہت مفید ثابت ہوئے ✦

**مؤلّفین**

[illegible] (۱۹۴۳ء)

# اُردو کورس

## چھٹی جماعت کے لئے

## ۱- دُعا

خالِق رازِق ذِلّت آفت عِزّت

اے خُدا تُو پاک ہے بے عیب ہے
ذِکر کرتی ہے ترا ہر ایک شے
تُو نے یہ سارا بنایا ہے جہاں
سب زمیں تیری ہے تیرا آسماں
سب ترے مخلوق ہیں، خالِق ہے تُو
تیرے ہی بندے ہیں سب، رازِق ہے تُو
تُو نے ہم کو عقل بھی دی جان بھی
مہربانی سے دیا اِیمان بھی
نعمتیں یہ کیسی کیسی ہم کو دیں
تُجھ سے بڑھ کر مہرباں کوئی نہیں

شکر تیرا ، ہم سے کیونکر ہو ادا
ہم کو جو کچھ چاہیئے تُو نے دیا
اے خُدا ! دے شوق ، ہم کو علم کا
اب ہماری ہے یہی تُجھ سے دُعا
ہم کو بے علمی کی ذِلّت سے بچا
جاہلی کی سخت آفت سے بچا
دو جہاں میں عِلم سے رُتبہ بڑھا
تُو ہمیں عزّت کے درجہ پر چڑھا
تُو ہدایت دے کہ ہم سیکھیں ہُنر
ہو بھروسا ، ہم کو تیری ذات پر
اے خُدا دے شوق سب کو عِلم کا
ہے ذہین! اپنی یہی حق سے دُعا

## سوالات

۱- اِس نظم میں خُدا کی جن جن نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے اُن کو بیان کرو- اور جس جس چیز کی خواہش کی گئی ہے- وہ بھی بتاؤ ؟

۲- ساتویں شعر کی نثر بناؤ ۔

۳- دو جہاں سے کیا مُراد ہے ؟

۴- مندرجۂ ذیل الفاظ قواعد کی رُو سے کیا کیا ہیں :-
پاک - خالق - مہربانی - تیرا - سیکھیں - ذہین ۔

# ۲-دُنیا کی آبادی (۱)

ذخیرہ　خانہ بدوشی　اِبتدا　لازِم

قانُون　تعمیل　آرام و اطمینان

دُنیا ہمیشہ سے ایسی ہی آباد نہیں ہے۔ جیسی اِسے آج تم دیکھتے ہو۔ اَور نہ یہ آبادیاں دُنیا کی پہلی آبادیاں ہَیں۔ وہ مقامات جہاں آج بڑے بڑے شہر آباد ہَیں۔ کسی زمانے میں ویران میدان تھے۔ پُرانے زمانے کے بڑے بڑے شہروں کے کھنڈر آج گھنے اَور سُنسان جنگلوں میں چُھپے ہوئے ہَیں +

پہلے زمانے میں لوگ نہ تو شہروں میں رہتے تھے۔ نہ قصبوں میں۔ بلکہ اِن کے پاس رہنے کے لئے مکان تک نہ تھے۔ اِن کی زندگی زیادہ تر جنگلی جانوروں کی طرح گُزرتی تھی۔ وہ کوئی نہ کوئی ایسی جگہ ڈھونڈ لیتے تھے۔ جہاں اُن کی گائے بھینسوں اَور دوسرے مویشیوں کے لئے چارہ مل سکے۔ جب تک یہ چراگاہیں مویشیوں کی خوراک بہم پہنچاسکتیں وہ وہیں پڑے رہتے اَور جب پانی سُوکھ جاتا اَور

خوراک کا ذخیرہ ختم ہو جاتا۔ تو وہ وہاں سے اُٹھ کر کسی دوسری سرسبز جگہ کو تلاش کر لیتے۔ اُس زمانے کے لوگ زمین میں غاریں کھود کر اپنے آپ کو گرمی اور سردی سے بچاتے تھے۔ درختوں کے پتّوں اور چھال سے بدن کو ڈھانپتے تھے۔ اور پتّھروں کے نُکیلے اوزاروں سے جانوروں کا شکار کر کے پیٹ پالتے تھے۔ یہی وہ حالت ہے۔ جسے خانہ بدوشی کی حالت کہتے ہیں۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ جب اِنسانوں نے ابھی گھروں کا بنانا نہ سیکھا تھا۔ اور بستیوں کی بُنیاد نہ پڑی تھی ؛

اِس خانہ بدوشی کی حالت میں بھی یہ لوگ چھوٹے چھوٹے گروہوں میں منقسم تھے۔ اور ہر ایک گروہ کے آدمی رشتہ داری کی قُدرتی زنجیر میں بندھے ہوئے تھے۔ ماں۔ باپ۔ بیٹے۔ بیٹیاں۔ بہن۔ بھائی اکثر ایک ہی جگہ رہتے۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ مِل کر سفر کرتے تھے۔ یہی قریبی رشتہ داروں کے مِل جُل کر رہنے کی عادت خاندانوں کی اِبتدا کا سبب ہوئی ؛

اِن چھوٹے چھوٹے خاندانوں کے آدمی اپنے بھائی بندوں کی بھلائی بُرائی کا خیال رکھتے تھے۔ اگرچہ یہ چھوٹے چھوٹے خاندان ایک دوسرے سے الگ

رہتے تھے۔ اور ہر خاندان خاص خاص قاعدوں کا پابند تھا۔ مگر اُن کی زندگی عام طور پر ایک ہی قسم کی تھی۔ یہ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ یہ وہ زمانہ تھا۔ جب لوگوں نے زندگی گزارنے۔ مِل جُل کر رہنے اور ایک دوسرے کی بھلائی بُرائی کا خیال رکھنے کے لئے ایسے قاعدے بنانے شروع کئے تھے۔ جو سب کو پسند ہوں۔ یہ اِنسانی ترقی کا اِبتدائی زمانہ تھا۔ اِس لئے یہ قاعدے بہت آسان تھے۔ تاکہ سب اِن کو سمجھ سکیں۔ اور اِن پر عمل کر سکیں یہی قاعدے آخر میں خاندانی رسم و رِواج بن گئے۔ اور ہر خاندان کو اپنے اپنے رسم و رواج کی پابندی لازِم ہوگئی +

اب یہ امر ضروری تھا۔ کہ ہر ایک خاندان میں کوئی ایسا شخص ہو۔ جس کا حکم اِس خاندان کے سب آدمی مانیں۔ اور جب کسی قاعدے یا رسم و رِواج کے سمجھنے میں کوئی مُشکل ہو۔ تو وہ اِن کو سمجھا دے۔ یا اگر خاندان کے دو آدمیوں میں کسی بات پر جھگڑا ہو جائے۔ تو وہ فیصلہ کر دے۔ اور سچ کو سچ اور جُھوٹ کو جُھوٹ کر دِکھائے۔ اِس لئے ہر ایک خاندان کے لوگ مِل کر اپنے آدمیوں میں سے ایک ایسے شخص کو چُن لیتے تھے۔ جو عُمر اور

عقل میں سب سے بڑا ہو۔ اور جس کی نیکی اور اچھائی کی وجہ سے سب اُس کی عزّت کرتے ہوں۔ اس کو وہ اپنا بُزرگ سمجھتے تھے۔ اور اُس کے حُکم پر چلتے تھے۔ جو قاعدے قانون وہ بنا دیتا۔ سب اُن کو مانتے۔ اور کسی جھگڑے کا جو کچھ وہ فیصلہ کر دیتا۔ سب اُس کی پیروی کرتے۔ اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ اس بُزرگ کی مرضی اور رائے ہی اُس خاندان کے لئے قاعدے اور قانون کا کام دیتی تھی۔ وہ وقت اور حالت کو دیکھ کر اور اپنی عقل کے مُطابق ہر بات کو سمجھ کر حُکم دیتا۔ اور اُس کے خاندان کے لوگوں پر اس حُکم کی تعمیل لازِم ہو جاتی۔ اِس بات کا خاص طور پر خیال رکھّا جاتا تھا۔ کہ کسی شخص کی کسی بات سے کسی دوسرے شخص کو نقصان نہ پہنچے۔ اور ضرورت کے وقت ایک دوسرے کی مدد کی جائے۔ اس بُزرگ کے سامنے لوگ سچ بولیں اور جو کچھ وہ پُوچھے اُس کا جواب بالکل سچائی سے دیں۔ تاکہ وہ ٹھیک فیصلہ کر سکے ہر ایک خاندان کے آدمی اپنے اپنے بُزرگ کی عزّت کرتے تھے۔ اور اس کے حُکم اور فیصلہ کو خواہ وہ کسی ایک شخص کے لئے تکلیف اور نقصان کا

باعث ہی کیوں نہ ہو۔ مان لیتے تھے۔ اِس طرح ہر ایک خاندان کا بُزُرگ اپنے اپنے خاندان کا اِنتظام کرتا تھا۔ اور اُن میں جھگڑا فساد نہیں ہونے دیتا تھا۔ ہر ایک شخص کے سپُرد جو کچھ کام ہوتا وہ کرتا اَور یہ چھوٹے چھوٹے خانہ بدوش خاندان ضرورت اور حالات کے مُطابق کبھی ایک جگہ کبھی دوسری جگہ رہ کر اپنے اپنے رسم و رواج کی پابندی اَور اپنے اپنے خاندان کے بُزُرگ کی پیروی کرکے آرام و اِطمینان سے زندگی بسر کر دیتے ٭

## سوالات

۱۔ خانہ بدوشی سے کیا مُراد ہے۔ خانہ بدوش لوگوں کی طرزِ زندگی کا اپنے لفظوں میں خاکہ کھینچو ؟

۲۔ دُنیا میں قاعدے اور قانُون کی اِبتدا کس طرح ہوئی ؟

۳۔ خانہ بدوش لوگوں کی طرزِ معاشرت سے ہم کیا کیا سبق سیکھ سکتے ہیں ؟

۴۔ اِس سبق میں جو الفاظ جمع آئے ہیں۔ ان کے واحد بتاؤ ؟ نیز جمع بناتے وقت جو تبدیلیاں عمل میں آئیں۔ وہ بھی بیان کرو ؟

# ۳- سرزمینِ ہند

زرخیز شاداب مناظر عیاں عُنوان

عظمت طُیور صُبحِ صادق نغمہ خواں

ضیائے دِلکش

جہاں میں ایک ایسی زرخیز اور شاداب سرزمیں ہے
وہ سرزمیں جو تمام دُنیا کی سرزمینوں سے بہتریں ہے
نظر فریب اس کے ہیں مناظر فضا عجب اس کی دِلنشیں ہے
وجود روئے زمیں پہ فِردوس کا کہیں ہے اگر وہیں ہے
نہیں کوئی سرزمین ایسی۔ نظیر اُس کی کہیں نہیں ہے
وہاں کی سرسبز وادیوں سے عیاں ہے اِک شانِ دلفریبی
زمیں پہ سبزہ ہے یا کہ پھیلا ہُوا ہے دامانِ دلفریبی
گُلوں سے قائم کسی نے ہر جا کئے ہیں عُنوانِ دلفریبی
جدھر اُٹھاؤ نظر۔ اُدھر ہیں ہزار سامانِ دلفریبی
نہیں کوئی سرزمین ایسی۔ نظیر اس کی کہیں نہیں ہے
دِکھا رہے ہیں کمال عظمت پہاڑ گردوں سے سر ملا کر
بہار دیتے ہیں اُن کے دامن میں چار سُو کھیت لہلہا کر

# نقشہٴ ہندوستان

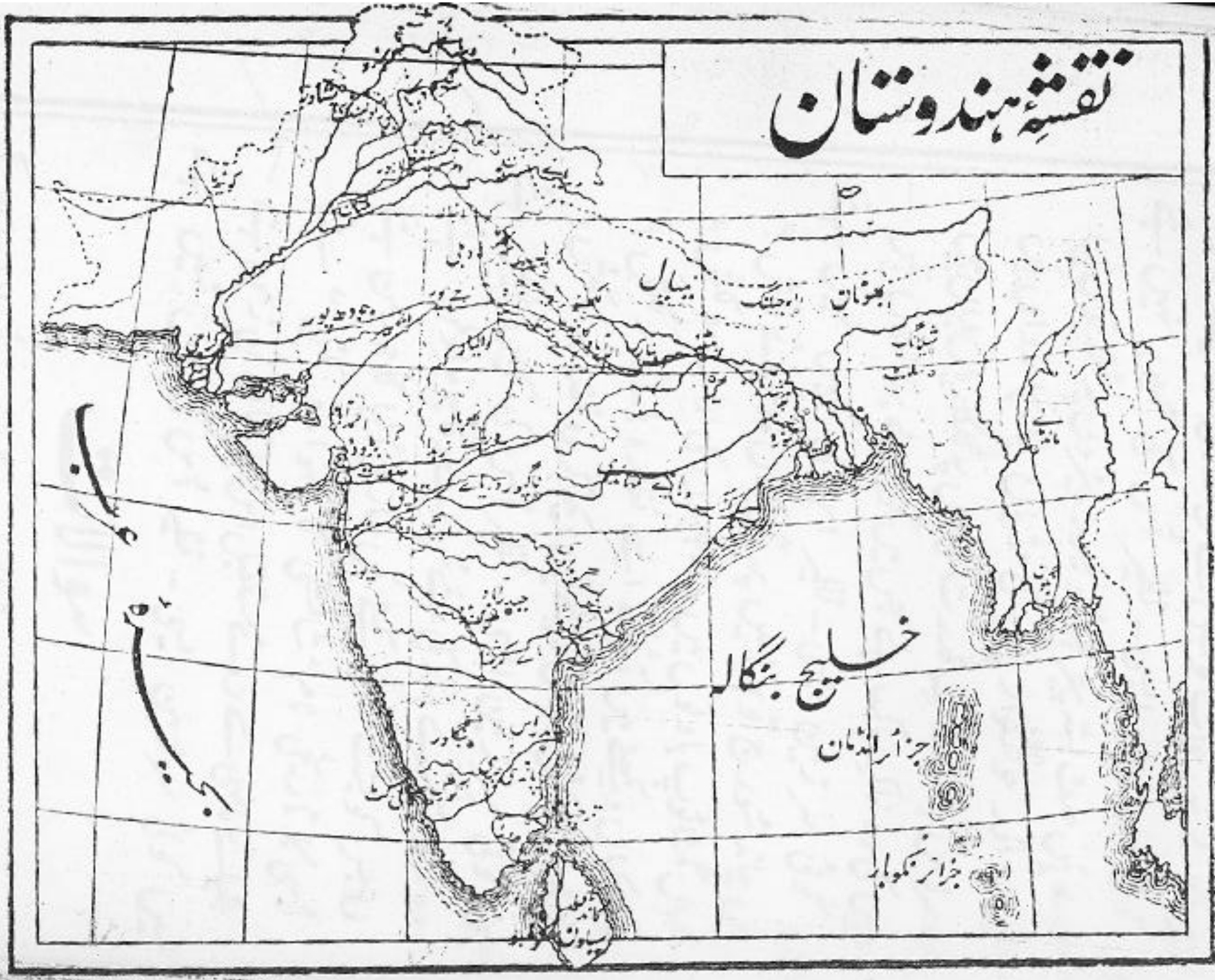

سُلاتے ہیں جو طیور انساں کو وقتِ شب لوریاں سُنا کر
وہی جگاتے ہیں خوابِ نوشیں سے صُبحِ صادق کے گیت گا کر
نہیں کوئی سر زمین ایسی۔ نظیر اُس کی کہیں نہیں ہے

کھڑے ہیں صف بستہ پیڑ ہر سُو طیور پیڑوں پہ نغمہ خواں ہیں
لطیف اور خوشگوار پانی کی ندّیاں جا بجا رواں ہیں
وہ سرزمیں ہے وہ دستِ قُدرت کی جس پہ گُلکاریاں عیاں ہیں
وہیں کی وہ خاکِ پاک ہے جس میں گوہر بے بہا نہاں ہیں
نہیں کوئی سر زمین ایسی۔ نظیر اس کی کہیں نہیں ہے

ہیں چاند سُورج تو ہر زمیں پر مگر کہاں وہ ضیائے دلکش؟
کہاں گھٹاٹوپ بادلوں میں وہ بجلیوں کی ادائے دلکش؟
بھلا کہاں دیکھنے میں آئینگے ایسے نظّارہ ہائے دلکش؟
کہ خوابِ دلکش دکھائی دیتے ہیں دیکھ کر وہ فضائے دلکش؟
نہیں کوئی سر زمین ایسی۔ نظیر اُس کی کہیں نہیں ہے

وہ سرزمیں میرے ہند کی ہے سُن اے وفا جو مرا وطن ہے
وہ جس کو جنّت نشان کہتے ہیں ساری دُنیا کا جو چمن ہے
اُسی کا تاریخی نام "شائستگی کا گہوارۂ کہن" ہے
ضیائے ماضی سے روئے مستقبل اس کا تاباں کرن زمن ہے
نہیں کوئی سر زمین ایسی۔ نظیر اُس کی کہیں نہیں ہے

## سوالات

۱۔ اِس نظم میں شاعر نے مُلکِ ہند کی جو جو خُوبیاں بیان کی

ہیں۔ اُن کو اپنے لفظوں میں بیان کرو +
۲۔ "اُس کے مناظرِ نظر فریب ہیں"، "اُس کی نظیر کہیں نہیں ہے"، "جس پر دستِ قدرت کی گلکاریاں عیاں ہیں" کا مطلب آسان لفظوں میں بیان کرو +
۳۔ ذیل کے الفاظ کو اپنے فقروں میں استعمال کرو:۔
صف بستہ۔ خُوشگوار۔ جا بجا۔ دلکش +
۴۔ "پھیلا ہُوا ہے"، "بہار دیتے ہیں"، "آئینگے"۔ کون کون سے فعل ہیں۔ اور کون کون سے مصدروں سے مشتق ہیں +

---

# ۴۔ یدھشٹر کا پہلا سبق (۱)

پریشان کُند ذہن راجکماروں

حیران مُطالعہ

جب کورو اور پانڈو پڑھنے کے قابل ہوئے تو راجہ دھرت راشٹر نے اُن کو مہاراج درونا چاریہ کے سپُرد کر دیا۔ درونا چاریہ اس زمانہ میں نہایت ہی مشہُور برہمن تھا۔ اور اُس کی علمیّت پر لوگ رشک کیا کرتے تھے۔ وہ صرف پڑھنے پڑھانے ہی کا

نہیں بلکہ جنگ کے عِلم کا بھی ماہر تھا +

درونا چاریہ نے راجکماروں کو سب سے پہلا سبق یہ دیا "سچ بولو۔ غُصّہ سے پرہیز کرو" دوسرے راجکُماروں نے یہ سبق بہت جلد یاد کر لیا۔ اَور اس کے بعد کھیلنے کُودنے میں مشغُول ہو گئے۔ مگر یُدھشٹر جو اُن سب میں بڑا تھا۔ سارا دن اسی فقرے کو یاد کرتا رہا۔ اَور جب رات ہوئی تب بھی پریشان رہا۔ دریودھن نے اُسے دیکھ کر نفرت سے مُنہ پھیر لیا۔ اَور کہا۔ یُدھشٹر بڑا کُند ذہن ہے۔ مگر یُدھشٹر نے اِس کی ذرا پروا نہ کی۔ اَور رات بھر جاگ کر اپنا سبق زبانی یاد کرتا رہا "سچ بولو۔ غُصّہ سے پرہیز کرو" "سچ بولو۔ غُصّے سے پرہیز کرو" +

دوسرے دن جب پڑھائی کا وقت ہُوا ۔ تو درونا چاریہ نے پُوچھا۔ کل کا سبق جِس جِس کو یاد ہوگیا ہو۔ وہ اپنا ہاتھ بلند کر دے ۔ یہ سُنتے ہی سب راجکُماروں نے اپنا اپنا ہاتھ اُٹھا دیا ۔ مگر یُدھشٹر سر جُھکا کر بیٹھا رہا ۔ اور اُس نے اپنا ہاتھ کھڑا نہ کیا۔ درونا چاریہ نے کہا۔ آج کسی کو سبق نہیں دیا جائیگا۔ کل دیا جائیگا۔ پھر یُدھشٹر سے کہا۔ دیکھو کل تک تمہیں یہ سبق ضرور یاد ہو جانا چاہئے۔

یہ کہہ کر شاہزادوں کو چُھٹّی دے دی۔ اور وہ ہنسی خوشی سے کھیلنے لگ گئے۔ مگر یُدھشٹر اپنے کمرے میں اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر آتا جاتا تھا۔ اور بار بار اسی فقرے کو رٹتا جاتا تھا "سچ بولو۔ غُصّہ سے پرہیز کرو۔" "سچ بولو۔ غصّہ سے پرہیز کرو۔" رات کو جب سب سو گئے اُس وقت بھی یُدھشٹر اپنا سبق یاد کرتا رہا "سچ بولو۔ غصّہ سے پرہیز کرو۔"

تیسرے دن جب پھر مدرسہ لگا۔ تو گُورو نے پُوچھا۔ کیوں یُدھشٹر! تمہیں سبق یاد ہُوا یا نہیں؟ یُدھشٹر نے سر جُھکا کر جواب دیا۔ مہاراج! ابھی تو نہیں ہُوا۔ یہ سُن کر اُس کے بھائی مُنّہ پر رومال رکھ کر مُسکرانے لگے۔ مگر گُورو درونا چاریہ کو بہت غُصّہ آیا۔ چُنانچہ اُس دن بھی کسی کو سبق نہ مِلا۔ اور مدرسہ میں چُھٹّی ہوگئی۔

چوتھے دن۔ پانچویں دن اور چھٹے دن بھی یہی حال ہُوا۔ گُورو درونا چاریہ ہر روز پُوچھتے تھے۔ "کیوں یُدھشٹر! تمہیں سبق یاد ہُوا یا نہیں؟" مگر یُدھشٹر ہر روز سر جُھکا کر جواب دیتا تھا۔ مہاراج! ابھی تک نہیں ہُوا۔ آخر ساتویں دن درونا چاریہ کو بہت غصّہ آیا۔ اور اُنہوں نے طمانچے مار مار کر یُدھشٹر کا مُنہ لال کر دیا۔ یُدھشٹر مار کھا کر چُپ

ہو رہا۔ مگر دریودھن اِس پر بہت حیران ہُوا۔ اگر اُسے اِس طرح مار پڑتی۔ تو وہ گُورو کے سامنے کھڑا ہو جاتا۔ اور اُس کی بے عزّتی کرنے سے بھی باز نہ آتا +

آٹھویں دن بھی یُدھشٹر نے یہی جواب دیا۔ کہ "مجھے یہ سبق ابھی تک یاد نہیں ہُوا"۔ اِس لئے درونا چاریہ نے باقی بھائیوں کو آگے سبق دینا شرُوع کر دیا۔ اِس کا نتیجہ یہ ہُوا۔ کہ ایک مہینے کے بعد یُدھشٹر کے بھائیوں نے تو کتاب آدھی کے قریب ختم کر لی۔ مگر یُدھشٹر ابھی تک پہلے ہی سبق پر اڑا تھا "سچ بولو۔ غصّہ سے پرہیز کرو" +

(۲)

ایک دن یُدھشٹر کے دادا مہاراج بھیشم پتامہ پاٹھشالہ میں آئے۔ اُنہوں نے سب شہزادوں سے اُن کا سبق سُنا۔ اور شہزادوں نے فر فر سُنا دیا۔ اِس پر بھیشم پتامہ بڑے خوش ہوئے۔ مگر جب یُدھشٹر کی باری آئی۔ تو درونا چاریہ نے کہا۔ یہ بڑا نِکمّا لڑکا ہے۔ ایک مہینا ہوگیا ہے۔ مگر اِسے ابھی تک ایک فقرہ بھی یاد نہیں ہو سکا۔ مَیں بہت حیران ہُوں۔ کہ کل کو یہ راج کا کام کِس طرح

سنبھال سکیگا۔ اِس پر بھیشم پتامہا نے کہا۔ کیوں یُدھشٹر! تُم اپنا سبق نہیں یاد کرتے۔ بیٹا! تعلیم بڑی نعمت ہے۔ اس کے بغیر آدمی کو عقل نہیں آتی۔ اور تعلیم حاصل کرنے کا یہی وقت ہے۔ جب بڑے ہو جاؤ گے تو پھر پڑھنے پڑھانے کا وقت نہیں ملیگا۔ اُس وقت ہاتھ مل مل کر پچتاؤ گے۔ مگر پچتانے سے کچھ ہاتھ نہ آئیگا"۔

یُدھشٹر اسی طرح سر نیچا کیئے کھڑا رہا۔ بھیشم پتامہ نے پھر کہا "اِدھر آؤ۔ اور میرے پاس کھڑے ہوکر بتاؤ۔ کہ جب تمہارے دوسرے بھائیوں نے آدھی کتاب ختم کرلی ہے۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ تم کو ابھی تک پہلا ہی سبق یاد نہیں ہُوا؟"

یُدھشٹر نے جواب دیا "بابا! سبق کا ایک حِصّہ "غُصّہ سے پرہیز کرو" مُجھے یاد ہوگیا ہے۔ گُورو جی سے پُوچھ لیجئے۔ اُس دن جب اُنہوں نے میرے مُنہ پر طمانچے مارے تھے۔ تو مَیں نے ذرا بھی غُصّہ نہیں کیا تھا۔ مگر سبق کا پہلا حِصّہ "سچ بولو" مجھے ابھی تک یاد نہیں ہُوا۔ کبھی کبھی جھُوٹ مُنّہ سے نکل ہی جاتا ہے۔ جب تک دِل سے جھُوٹ کا خیال بھی دُور نہ ہو جائے۔ تب تک میں کیسے کہ دُوں

کہ مجھے سبق یاد ہوگیا ہے۔ اور خاص کر اِس حالت میں جبکہ میرا سبق ہی یہ ہے۔ "سچ بولو۔ غصّہ سے پرہیز کرو"۔ بھائی دریودھن اور بھائی بھیم کو بھی یہ سبق ابھی تک یاد نہیں۔ مگر اُنہوں نے جھوٹ مُوٹ کہہ دیا ہے۔ میرا قصُور صرف یہ ہے۔ کہ مَیں نے جھوٹ نہیں بولا۔ اور سچ سچ کہہ دیا ہے۔ کہ مجھے ابھی تک اپنی زبان اور طبیعت پر قابُو حاصِل نہیں ہُوا +

یہ جواب سُننا تھا۔ کہ گوُرو درونا چاریہ اور بھیشم پِتامہ کی آنکھیں کھُل گئیں۔ اور اُن کو معلوم ہوگیا کہ یُدھشٹر معمولی لڑکا نہیں۔ اِس کے بعد گوُرو جی نے اس کو کبھی سخت سُست نہیں کہا اور ہمیشہ کہا کرتے تھے۔ کہ "یہ لڑکا بڑا ہونہار ہے جو پڑھتا ہے اُس پر عمل کرتا ہے۔ یہ میرا نام روشن کریگا"۔ اور جنھوں نے ہِندوؤں کی مشہور کتاب مہابھارت کا کبھی مُطالعہ کیا ہے۔ وُہ جانتے ہَیں۔ کہ یُدھشٹر نے گوُرو درونا چاریہ کی امیدوں کو پُورا کیا۔ اور ساری عمُر جھُوٹ اور غصّہ سے پرہیز کیا +

## سوالات

ا۔ درونا چاریہ کون تھا۔ اس نے راجکمُاروں کو سب

سے پہلے کیا سبق دیا ؟

۲- یدھشٹر ہر روز کیوں کہتا رہا۔ کہ مجھے ابھی سبق یاد نہیں ہُوا۔ اَور یہ کہنے سے اس کا حقیقی مطلب کیا تھا۔ اِس واقعہ سے تعلیم کا حقیقی مفہوم کیا معلوم ہوتا ہے ؟

۳- اِس سبق میں معرفہ کی کون کون سی قسمیں آئی ہیں ؟

۴- "پڑھتا ہے" کونسا فعل ہے۔ اس کے مؤنث صیغوں کی پُوری گردان کرو ؟

---

# ۵- ہندوستانی بچّوں کا گیت

غمخوار اِمداد تسکین غفلت

ناز طُوفان حاجت مایُوس

ہم بھارت ماتا کی سیوا میں تن من دھن کو لگا دینگے
ہم کیسے جواں ہیں بھارت کے یہ دُنیا کو دِکھلا دینگے
جب دُنیا کو کچھ غم ہونگے غمخوار جہاں میں کم ہونگے
دُکھ درد کے ساتھی ہم ہونگے غم سارے جہاں کا مٹا دینگے

اِمداد کی حاجت ہوگی اگر، اِمداد کو جائینگے گھر گھر !
تسکین اُداسی میں دے کر ہم روتوں کو بھی ہنسا دینگے
ہر دِل میں کرینگے اپنا گھر، ہیں ہم تو محبّت کے پیکر
ہر کونے کونے میں جاکر، ہم پریم کے راگ سُنا دینگے
دُکھ میں بھی نہ رونے دینگے ہم مایوس نہ ہونے دینگے ہم
غفلت میں نہ سونے دینگے ہم۔ سوتوں کو جا کے جگا دینگے
ہم نفس کو اپنے مارینگے ہم جوش دلوں میں اُبھارینگے
جب جئے بھارت کی پکارینگے اِک شور جہاں میں مچا دینگے
جب کوئی مُسافر پائینگے۔ ہم اُس کے ناز اُٹھائیں گے
سب گھر کے چین بھلائینگے۔ پردیس کو دیس بنا دینگے
کشتی جو بھنور میں پائینگے۔ طوفان کا جوش مٹائینگے
ہم ڈوبیں گے۔ مر جائیں گے پر بیڑا پار لگا دینگے

## سوالات

۱۔ بچّے مُلکی خدمت میں کیا کیا حصّہ لے سکتے ہیں؟ اِس نظم کی مدد سے جواب دو۔

۲۔ ”تن من دھن لگانا“ اور ”دِل میں گھر کرنا“ سے کیا مطلب ہے؟

۳۔ مندرجہ ذیل الفاظ کا مطلب بیان کرو:-
بھارت ماتا۔ تسکین۔ مایوس۔ جئے۔

۴۔ اِس سبق میں جس قدر ضمیریں آئی ہیں۔ اُن کی تحلیلِ صرفی کرو۔

# ۶۔ زمین کی آبادی (۲)

مُستقل نجات امن و امان اِستعمال

کاشت اِنتظام لیاقت قابِض

اب اِن خاندانوں کی ضرورتیں بھی ایسی ہوتی جاتی تھیں۔ جن کو لوگ صرف مِل جُل کر اور ایک جگہ رہ کر ہی پُورا کر سکتے تھے۔ اس کے سوا اتنے بڑے بڑے گروہوں کا اکٹھے سفر کرنا بھی مُشکل ہوگیا تھا۔ اِس لئے اِن بڑے بڑے خاندانوں نے اچھی اچھی سرسبز و شاداب جگہیں تلاش کرکے وہاں مُستقل طور پر رہنے کی تجویز سوچی۔ اور اپنے لئے چھوٹی چھوٹی بستیاں بنالیں۔ جب اس زمانے کے لوگوں کو ان چھوٹی چھوٹی بستیوں میں آرام سے رہنا نصیب ہُوا اور اُس خانہ بدوش زندگی سے نجات ملی۔ تو یہ اپنے دن امن و امان سے گزارنے کی تدبیریں سوچنے لگے۔ اب ان کو اِس بات کی فِکر پیدا ہوئی۔ کہ کِس طرح اِن بستیوں کو اپنی ضرورتوں کے مُطابق بنائیں۔ تاکہ پانی یا

چارے کی کمی اِن کو اور ان کے مویشیوں کو نہ ستائے۔ اُنھوں نے بڑے بڑے گڑھے کھود لئے تاکہ بارش کا پانی اُن میں جمع ہو جایا کرے۔ اور جب چشمے خُشک ہو جائیں تو وہ اِس پانی کو استعمال میں لاسکیں۔ اُنھوں نے گھاس اور دوسری زمین سے اُگنے والی پیداوار کو خود اپنی کوشِش سے پیدا کرنے کی ترکیبیں سوچیں اور اِس طرح کھیتی باڑی کا کام کرنا شرُوع کیا۔ اب تک یہ لوگ زیادہ تر گائے بھینس اور بکریوں کے دُودھ یا اُس دُودھ سے دوسری تیّار کی ہوئی خوراک ہی پر گزارہ کرتے تھے۔ مگر اب اُن کو ایسی ایسی ترکاریاں اور ایسے ایسے غلّے نظر آئے۔ جو اُن کی خوراک کا کام دے سکتے تھے۔ اِس لئے اُنھوں نے اُن سب چیزوں کی زراعت بھی شروع کر دی۔ آہستہ آہستہ اِن کے پہننے کے کپڑوں میں بھی تبدیلی ہوگئی۔ اور اب وہ پتّوں اور چھال سے بدن ڈھانکنے کی جگہ درختوں کے ریشوں سے بنی ہوئی اور جانوروں کی کھالوں سے تیّار کی ہوئی پوشاک پہننے لگے۔ ہر شخص اپنی اپنی ضرورت کے لئے خود ہی خوراک اور پوشاک کا اِنتظام کر لیتا تھا۔ اور رہنے کے لئے مٹّی گارے اور پھونس کی جھونپڑیاں بنا لیتا تھا۔ مگر

بعد میں اِس طرح الگ الگ اِنتظام کرنا مُشکل ہوگیا۔ کیونکہ آدمی آدمی میں فرق ہوتا ہے۔ کوئی کسی کام کو اچھّی کرسکتا ہے۔ کوئی کسی دوسرے کام میں ہوشیار ہوتا ہے۔ آخرکار یہ قرار پایا۔ کہ ایک بستی کے رہنے والوں کی تمام ضرورتوں کے تمام کاموں کو الگ الگ قِسموں میں بانٹ دیا جائے۔ اَور ہر کام کے لئے ایک ایک گروہ مقرّر کر دیا جائے۔ چُنانچہ کچھ آدمی کپڑا تیّار کرنے کے لئے، کچھ کھیتی باڑی کرنے کے لئے، کچھ پانی جمع کرنے کے لئے مقرّر کر دیئے گئے۔ اوّل اوّل تو ان کو اِن خاندانوں کے بزرگوں نے چُن لیا۔ مگر بعد میں کچھ ایسا رِواج پڑا کہ ایک خاص کام کرنے والوں کی اولاد بھی وہی کام کرنے لگی۔ ہر شخص کے لئے ضروری تھا۔ کہ وہ اپنا کام پُوری لیاقت اور طاقت سے کرے۔ اِس کے لئے اس کو کوئی مزدُوری نہ دی جاتی تھی۔ بلکہ اُس کے کام کی یہی مزدُوری تھی۔ کہ اُس کے باقی کے کام دوسرے لوگ کر دیتے تھے۔ مثلاً اگر ایک شخص چار آدمیوں کے لئے کپڑے تیّار کرتا۔ تو ان چاروں میں سے کوئی اُس کی خوراک۔ کوئی اُس کے پانی۔ کوئی اُس کی جھونپڑی۔ کوئی اس کے مویشی کے چارے کا اِنتظام

کر دیتا تھا۔ گویا ایک شخص کا کام ایک قرض تھا۔ جس کو ادا کرنے کے لئے دوسرے لوگ دوسری قسم کے کام کر دیتے تھے۔ یہی بستیاں بعد میں بڑھتے بڑھتے گاؤں اور قصبوں میں تبدیل ہوگئیں +

جب بستیوں نے گاؤں کی صورت اختیار کر لی اور گاؤں اس طریق سے آباد ہوگئے۔ تو ان کی آبادی کی تعداد کے مطابق ان کے درجوں میں بھی فرق پیدا ہوگیا +

یہ تو ظاہر ہے۔ کہ ان گاؤں میں باشندوں کی زیادتی کے ساتھ کام میں بھی اضافہ ہوگیا تھا۔ اور جب مختلف کام کاج کرنے والے جو محض تھوڑے باشندوں کے لئے کافی تھے۔ اس دن بدن ترقی کرنے والے کام کو نہ سنبھال سکتے تھے۔ تو ان کی تعداد میں بھی زیادتی کر دی جاتی تھی۔ مگر اُن میں بھی بعض تو ایسے گاؤں تھے۔ جو ایک دوسرے کے قریب تھے۔ اور بعض ایسے جو ایک دوسرے سے دُور۔ وہ گاؤں جو ایک دوسرے سے بہت ہی قریب تھے۔ ترقی کرتے کرتے اور پھیلتے پھیلتے یک جا ہوگئے۔ یعنی ان گاؤں کے مقرّرہ رقبے اور ان کی سرحدیں آپس میں رل گئیں۔ اور اگرچہ اپنے اپنے معاملات کے لحاظ سے یہ گاؤں الگ تھے۔ مگر دیکھنے

کو ایک ہی بڑی بستی معلوم ہوتے تھے۔ یہی وہ گاؤں تھے۔ جو بعد میں کاروبار کے مرکز بن گئے +

اس زمانے میں خرید و فروخت کا طریق ایسا نہ تھا۔ جیسا اب ہے۔ یعنی لوگ روپے پیسے دیکر چیزیں نہیں خریدتے تھے۔ ہاں ہر چیز کا تبادلہ ہو سکتا تھا۔ اور یہی رواج اُس زمانے میں خرید و فروخت کا ایک طریقہ تھا۔ لوگ جِنس کے بدلے جِنس لے دے کر اپنی ضروریات پُوری کرتے تھے +

اِردگرد کے رہنے والے لوگ ایک خاص دِن یا خاص موسم میں اِن گاؤں میں جمع ہو جاتے اور لین دین کر لیتے۔ اس سے دُور دُور کے رہنے والے بھی آسانی سے اپنے اپنے علاقے کی پیداوار کا تبادلہ کر سکتے تھے۔ ہوتے ہوتے اِس قِسم کے مختلف علاقے مقرّر ہو گئے۔ جہاں قُرب و جوار کے لوگ جمع ہوکر تجارتی کاروبار کرتے۔ یہی دستُور تجارتی منڈیوں۔ میلوں اور نمائشوں کی بُنیاد ہیں +

مگر اِنسان دن بدن ترقّی کر رہا تھا۔ اور اس کی ضروریات بھی بڑھ رہی تھیں۔ اِس لئے یہ دیکھا گیا۔ کہ خاص خاص دِنوں اور موسموں میں تجارتی

منڈیاں قائم کرنے کا طریقہ لوگوں کے لئے سہولت کا باعث نہیں۔ کسی ضرورت کے معلوم ہوتے ہی اُس ضرورت کو پُورا کرنے کے لئے انسان کا جی چاہتا ہے۔ اور ان مقرّرہ دنوں کے اِنتظار میں بیٹھے رہنا یقیناً اس گاؤں کے باشندوں کے لئے تکلیف دِہ تھا۔ اِس لئے عام طور پر یہ کاروبار کے مرکز جو حقیقت میں یا تو بڑے بڑے گاؤں تھے یا چند چھوٹے چھوٹے گاؤں کے مجمُوعے۔ عام طور پر ہمیشہ کے لئے تجارت کی منڈیاں بن گئے اور وہاں ہر روز تجارت ہونے لگی +

یہی کاروبار کے مرکز یا تجارت کی منڈیاں بڑھتے بڑھتے اپنے باشندوں کی تعداد اور اپنے علاقے کے اور اپنے کاروبار کے لحاظ سے زیادہ مُمتاز ہوگئیں۔ اور اِسی وجہ سے قصبے اور شہر کہلانے لگیں +

# سوالات

۱۔ اس سبق کے مضمون کی مدد سے بتاؤ۔ کہ شہروں اور قصبوں کی بُنیاد کِس طرح پڑی ؟

۲۔ خانہ بدوشوں اور شہریوں کے لباس اور خوراک کا مُقابلہ کرو +

۳- اِنسان کو کھیتی باڑی کی ضرورت کِس طرح محسُوس ہوئی ؟

۴- اس سبق میں اِسم اشارہ کے کون کون سے لفظ ہیں - اور ان کی اصلی حالت میں جو جو تبدیلی ہوئی ہے بیان کرو ۔

۵- "کرلیتا تھا" کونسا فعل ہے - اور اُردو میں اِس کے بنانے کا کیا قاعدہ ہے ؟

---

# ۷- صفائی

بزم   توقیر   ظاہر و باطن   خُرّمی

مہ و انجم   انہار   شفّاف

ہر بزم میں توقیر دلاتی ہے صفائی
بھاتی ہے ہر اِک دِل کو صفائی مِرے بھائی
مَیلا ہے اگر جسم تو دل صاف نہ ہوگا
ظاہر کی صفائی سے ہے باطن کی صفائی
کپڑے جو ہیں نا صاف تو ہے جسم بھی مَیلا
تم جانتے ہو مَیل میں ہے کِتنی بُرائی

گر صاف رہیں ظاہر و باطن تو مزا ہے
ہے دونو جہانوں کی اِسی میں تو بھلائی
جو میلے کچیلے ہیں وہ خوش رہ نہیں سکتے
دل میں نہ کبھی اُن کے ذرا خرّمی آئی
مہر و مہ و انجم کی طرف آنکھ اُٹھاؤ!
قُدرت نے ہر اک چیز ہے کیا صاف بنائی
گر صاف ہیں انہار تو شفّاف ہیں چشمے
آئینہ بھی پانی ہو اگر دیکھے صفائی

## سوالات

۱۔ اِس نظم کی مدد سے صفائی کے فائدے بیان کرو۔ اور بتاؤ۔ کہ صفائی کیوں ضروری ہے؟
۲۔ ظاہر و باطن صاف رہنے سے کیا مطلب ہے؟
۳۔ "پانی ہونا" کے کیا معنی ہیں۔ اس کو اپنے فقرے میں اِستعمال کرو؟
۴۔ اِس سبق میں اسم صفت اور اسم ظرف کون کون سے ہیں؟

# ۸- راجہ ہریشچندر

سنگھاسن دھرماتما شوہر نذرانہ

بیہودگی شمشان قاتل تسلیم اِصرار

اُجدھیا میں مہاراجہ رام چندر جی کی نسل سے ایک راجہ ہریشچندر نامی راج کرتا تھا۔ وہ ایسا نیک اَور پاک دِل تھا۔ کہ لوگ اُسے دیوتا کہا کرتے تھے۔ اَور اُس کے راج میں رہنا خوش قسمتی سمجھتے تھے۔ راجہ ہریشچندر میں کئی خوبیاں تھیں۔ جن میں ایک یہ بھی تھی۔ کہ وہ ہمیشہ سچ بولتا تھا۔ اَور جو زبان سے کہہ دیتا تھا۔ اُسے پُورا کر دِکھاتا تھا +

ایک دن رشی وشوامتر اُس کے دربار میں آئے۔ اَور کہنے لگے۔ کہ "اے راجہ! میرا دِل چاہتا ہَے۔ کہ کچھ دنوں راج کروں۔ اِس لئے تو اپنا راج مجھے دان کر دے" +

ہریشچندر ہاتھ باندھ کر سنگھاسن سے نیچے اُتر آیا۔ اَور سر جھکا کر بولا "بہت اچّھا مہاراج!

تخت و تاج آپ لے لیں۔ میں نے دان کیا"۔
وشوامتر نے ہنس کر کہا "واقعی تو بڑا نیک اور دھرماتما ہے۔ دیوتا لوگ بھی تیری تعریف کرتے ہیں۔ تو نے میری خواہش پوری کی ہے۔ پرماتما تجھے سُکھی رکھے"۔

یہ کہ کر وہ راج سنگھاسن پر بیٹھ گئے۔ ہریشچندر نے تاج رشی کے سر پر رکھ دیا۔ اور شاہانہ لباس اُتار سادھوؤں کے کپڑے پہن لئے۔ جب وہ محل میں گئے۔ تو رانی تارا نے انہیں اس لباس میں دیکھ کر پُوچھا "سوامی! میں کیا دیکھ رہی ہوں؟"

راجہ ہریشچندر نے تمام واقعہ سُنا کر کہا۔ کہ "چلو کاشی جی چلیں۔ یہ محل اب ہمارا نہیں رہا"۔

رانی تارا اپنے نیک شوہر کی دریا دِلی کا حال سُن کر بہت خوش ہوئی۔ اور اُس نے زیور وغیرہ اُتار کر خود بھی ویسا ہی لباس پہن لیا۔ اُن کا ایک بیٹا بھی تھا۔ جس کا نام روہت تھا۔ اُسے بھی انہوں نے سادھوؤں کے کپڑے پہنا دئے۔ اور جس طرح ہزاروں سال پہلے اُسی اجودھیا سے سری رام چندر جی سیتا اور لکشمن کے ساتھ بنوں کو روانہ ہوئے تھے۔ راجہ ہریشچندر بھی اپنے بیٹے

اَور بیوی کو ساتھ لے کر شہر سے باہر نکلے - آج بھی اُجدّھیا کے لوگ اُسی طرح رو رہے تھے +

اتنے میں رشی وِشوامتر راجہ ہریشچندر کے پاس آئے اَور کہنے لگے - راجن ! یہ راج کا دان تو تم نے مجھے دے دیا - مگر میرا نذرانہ اب تک نہیں دیا - جب تک وہ نہ دوگے - تب تک دان اَدھورا رہیگا +

راجہ ہریشچندر نے پُوچھا " مہاراج ! نذرانہ کِتنا چاہیئے ؟

" ایک ہزار اشرفی " +

" بہت بہتر مہاراج ! ایک مہینہ میں یہ رقم بھی حاضر کر دُونگا " +

یہ کہہ کر وہ تینوں کاشی کی طرف روانہ ہوگئے +

ایک مہینے کے بعد وِشوامتر پھر راجہ ہریشچندر کے پاس جا پہُنچے - اَور کہنے لگے - راجہ ! مہینہ پُورا ہوگیا - اب میرا نذرانہ دے دو +

راجہ ہریشچندر نے جواب دیا " مہاراج ! مَیں نے بہت کوشِش کی ہَے - مگر کہیں نوکری نہیں مِلی - نہ کِسی نے قرض ہی دینا منظُور کِیا ہَے - میرے پاس تو کھانے تک کے لئے بھی کچھُ نہیں - ہزار اشرفی کہاں سے دُوں ؟ "

وِشوامتر نے کہا "تو تُو نے جھُوٹ کہا تھا۔ کہ ایک مہینہ میں دے دُونگا۔ اب دو ہی باتیں ہیں۔ یا تو آج سُورج غرُوب ہونے سے پہلے پہلے ہزار اشرفی دے دے۔ یا یہ کہہ دے کہ مَیں نے دیا ہُوا راج واپس لے لیا۔ اَور خیال رکھ کہ مَیں بیکار آدمی نہیں کہ تیری ایک ہزار اشرفی کے لئے تیرے پیچھے پیچھے پھرتا رہُونگا۔ اِس لئے شام تک انتظام ہو جائے"۔

یہ کہہ کر وِشوامتر رشی تو چلے گئے۔ مگر راجہ ہریشچندر پر غم کا پہاڑ ٹُوٹ پڑا۔ وہ بار بار سوچتا تھا۔ کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔ اس وقت اُس کے دل میں ہزاروں خیال آتے تھے۔ مگر کوئی راستہ دکھائی نہ دیتا تھا ناچار رونے لگا۔ یہ دیکھ کر اُس کی بیوی تارا نے کہا "مہاراج! آپ رو کیوں رہے ہیں؟ آپ نے جو اقرار کیا ہَے۔ اُسے پُورا کرنا چاہیئے۔ راجپُوت کی پہچان تلوار اور زبان دو چیزوں سے ہو سکتی ہَے۔ اگر آپ اِس طرح گھبرا جائینگے۔ تو اِقرار کیسے پُورا ہوگا۔ اَور لوگ آپ کو کشتری کیسے کہینگے؟"

ہریشچندر نے پُوچھا "تُو ہی بتا۔ مَیں اس وقت کیا کر سکتا ہُوں؟"

تارا نے جواب دیا "مجھے بیچ دیجئے - دھرم بیچ رہیگا" +

یہ سُن کر ہریشچندر کا کلیجہ دہل گیا - اُسے تارا جان سے زیادہ عزیز تھی - مگر دھرم اُس سے بھی زیادہ عزیز تھا - اِس لئے اُس نے یہ قبُول کر لیا - کہ بیوی کو بیچ دُوں - مگر یہ قبُول نہ کِیا - کہ لوگ اُسے جھُوٹے کے نام سے یاد کریں +

شام کے وقت تارا بازار میں نیلام کی جا رہی تھی - آخر ایک مہاجن نے پانسو اشرفی دے کر اُسے اَور روہت دونو کو خرید لیا - جُدائی کے وقت تینوں کے دِل ٹکڑے ٹکڑے ہوئے جا رہے تھے - مگر روہت کا مچلنا اور رونا سُن کر تو غیروں کی آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہوگئے +

ہریشچندر سوچنے لگا - کہ پانسو اشرفیاں مِل گئیں اب باقی کی پانسو کا انتظام کیسے ہوگا؟ تا کہ وِشوامتر کا قرض اُتر سکے - اِتنے میں وِشوامتر سامنے آ کر کھڑے ہوگئے - راجہ ہریشچندر کا جسم خوف سے کانپنے لگا - وِشوامتر نے آتے ہی کہا "ہریشچندر! میرے نذرانے کا انتظام ہُوا یا نہیں؟ ہریشچندر نے پانسو اشرفیاں رشی کے قدموں میں رکھ دیں +

وِشوامتر نے اشرفیاں گِن کر کہا "اور باقی

پانسو؟"

"ہریشچندر نے جواب دیا۔ بیوی اور بچّے کو بیچ کر یہ اِنتظام کیا ہے۔ باقی کا بھی ہو جائیگا"+

وِشوامتر نے غصّہ سے کہا" یہ کیا بیہودگی ہے؟ کیا نذرانہ دینے کا یہی طریقہ ہے؟ بابا! بیوی بچّے کو بیچا ہے۔ تو اپنے آپ کو بھی بیچ دے۔ اور باقی پانسو اشرفیاں بھی میرے حوالہ کر"+

ہریشچندر اُسی وقت بازار میں کھڑے ہو گئے۔ اور چلّا چلّا کر بولے۔ کہ" میں بِکنے کے لئے تیّار ہُوں۔ کوئی چاہے تو مجھے خرید لے۔ مول پانسو اشرفی"+

شمشان کے داروغہ کو ایک آدمی کی ضرورت تھی۔ اُس نے پانسو اشرفی اُسی وقت گِن دی۔ اور کہا۔ تم آج سے میرے غُلام ہو۔ تمہارا کام یہ ہے کہ شمشان میں پہرہ دیا کرو۔ اور جو کوئی مُردہ جلانے آئے۔ اُس سے ایک روپیہ محصُول لے لیا کرو+

اِس طرح سے بہادر ہریشچندر نے ہزار اشرفی وِشوامتر کو دے دی+

اِدھر تو ہریشچندر شمشان میں مُردے جلاتا تھا۔ اُدھر اُس کی رانی تارا مہاجن کے ہاں کام کاج کرتی

تھی۔ مگر مہاجن اور اُس کی بیوی دونو اُس سے ناخوش ہی رہتے تھے۔ اس سے تارا کو بہت تکلیف ہوتی تھی۔ بیچاری دِن رات روتی تھی اور سوچتی تھی کہ کیا سے کیا ہوگیا۔ اپنے پُرانے دِن یاد کرکے اُس کی آنکھوں میں آنسُو آ جاتے تھے۔ مگر مہاجن کی بیوی اُسے روتا دیکھ کر آگ بگولا ہو جاتی تھی +

ایک دِن شام کے وقت روہت باغ میں پھُول توڑنے گیا۔ وہاں اُسے ایک سانپ نے ڈس لیا۔ اور بیہوش ہوگیا۔ بیچاری تارا کی نگاہوں میں دُنیا اندھیر ہوگئی۔ وہ اُسے مُردہ سمجھ کر جلانے کے لئے شمشان میں لے گئی +

اُس وقت رات ہو چُکی تھی۔ مگر بعض مُردے ابھی تک جل رہے تھے۔ اور ہریشچندر ہاتھ میں لاٹھی لئے پہرہ دے رہا تھا۔ تارا اپنے بیٹے کی لاش لے کر وہاں روتی ہوئی آئی۔ اور لڑکے کو جلانے کے لئے آگے بڑھنے ہی کو تھی۔ کہ ہریشچندر نے رُوکا " اے عورت! پہلے ایک روپیہ دیدے۔ پھر لڑکے کو جلانا "+

ہریشچندر مہتر کے لباس میں تھا۔ اِس لئے تارا نے اُسے نہ پہچانا۔ اور رو کر بولی۔ مہاراج! میں

153744

غریب ہُوں ۔ میرے پاس روپیہ نہیں" +

ہریشچندر تارا کی شکل نہ پہچان سکا تھا ۔ اُسے غموں نے گھُلا دیا تھا ۔ مگر اُس نے اُس کی آواز پہچان لی ۔ اور روتے ہوئے اُس کے گلے سے لپٹ گیا ۔ تارا کو بھی آواز سُن کر کچھ شک سا ہُوا تھا ۔ اب یقین ہو گیا ۔ وہ بھی پھُوٹ پھُوٹ کر رونے لگی +

جب دِل کا غُبار نِکل چُکا ۔ تو ہریشچندر نے کہا تارا جو ہونا تھا ہو چُکا ۔ اب رونے سے کیا حاصل! روپیہ نکالو ۔ اور روہت کے جِسم کو آگ کے حوالے کرو +

تارا نے جواب دیا "میرے پاس تو ایک پیسہ تک نہیں ۔ روپیہ کہاں سے لاؤں؟"

ہریشچندر نے کہا ۔ کہیں سے لاؤ ۔ مگر جب تک روپیہ نہ لاؤ گی ۔ نہ جلانے دُونگا ۔ میرے مالِک کا یہی حُکم ہے" +

تارا نے لڑکے کی لاش وُہیں رکھّی اور روپیہ کے لئے بھیک مانگنے شہر کی طرف روانہ ہوئی ۔ مگر جو کوئی اس کی بات سُنتا تھا ۔ وُہی اُسے جھِڑک دیتا تھا ۔ لاچار وہ خالی ہاتھ واپس ہوئی +

یکایک سپاہیوں نے آ کر اُسے پکڑ لیا ۔ اور

وہاں کے راجہ کے پاس لے گئے۔ اُسی دِن اُس راجہ کے لڑکے کو کسی نے قتل کر دیا تھا۔ راجہ نے حکم دیا تھا۔ کہ اگر آدھی رات سے پہلے پہلے قاتل گرفتار نہ ہو گیا۔ تو میں کوتوال کو قتل کرا دُونگا۔ کوتوال نے آدھی رات قریب دیکھ کر تارا کو گرفتار کر لیا۔ اور اُس پر قتل کا اِلزام لگا دیا +

راجہ نے تارا سے پُوچھا "یہ قتل تم نے کیا ہے؟" تارا پر پے در پے آفتیں ٹُوٹ رہی تھیں۔ وہ بیہوش سی ہو گئی تھی۔ اُس کو معلُوم نہ تھا۔ کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ اِس لئے وہ کچھ جواب نہ دے سکی۔ راجہ نے سمجھا کہ یہ اپنا قصُور تسلیم کرتی ہے۔ اِس لئے اُس نے حکم دیا۔ کہ اسے ابھی شمشان میں لے جاؤ اور مہتر سے قتل کرا دو +

سپاہی اُسے ہریشچندر کے پاس لے گئے۔ بیچارے پر اور مُصیبت آ گئی۔ مگر اُس نے اُف نہ کی۔ سوچا کہ یہ نوکری کا مُعاملہ ہے۔ مجھے جو حُکم دیا گیا ہے۔ اُس کی تعمیل کرنا میرا دھرم ہے۔ اِس لئے اُس نے ایشور کا نام لیا اور تلوار مارنے ہی کو تھا۔ کہ پیچھے سے کِسی نے ہاتھ پکڑ لیا۔ ہریشچندر نے مُڑ کر دیکھا۔ تو وِشوامتر

تھے۔ اُس وقت اُن کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے۔ اُنھوں نے ہریشچندر کو گلے سے لگا لیا اور کہا بیٹا! میں آزما رہا تھا۔ کہ تو کس حد تک دھرم کا پابند ہے۔ معلوم ہوا۔ کہ دُنیا جو تیری تعریف کرتی ہے۔ وہ غلط نہیں ہے +

اِتنے میں کاشی کا راجہ بھی وہیں آ گیا۔ اُس نے جب سب حال سُنا۔ تو بہت شرمندہ ہوا۔ اور ہریشچندر سے معافی مانگنے لگا۔ روہت کی لاش ابھی تک پڑی تھی۔ وہ حقیقت میں مرا نہیں تھا۔ صرف سانپ کے زہر کے اثر سے بیہوش تھا۔ وِشوامتر کے پاس سانپ کاٹے کی ایک کارگر دوا تھی۔ اُنھوں نے یہ دوا روہت کے جسم پر مل دی۔ سانپ کا زہر اُتر گیا۔ اور وہ تندرست ہو گیا +

ہریشچندر۔ تارا اور روہت کئی دن تک مہاراجہ کاشی کے مہمان رہے۔ اور اس کے بعد اُجدھیا کو واپس گئے +

وِشوامتر نے بڑے اِصرار سے اُن کا راج اُن کے حوالے کیا۔ اور آپ بنوں کو عبادت کرنے کے لئے چلے گئے +

---

# سوالات

۱۔ راجہ ہریشچندر کی دریا دلی کا قِصّہ بیان کرو۔ اَور اس سے ہم کیا سبق سیکھ سکتے ہَیں؟

۲۔ رشی وِشوامتر نے راجہ ہریشچندر کا امتحان کِس طرح لِیا۔ اَور وہ اِس امتحان میں کِس طرح پُورے اُترے؟

۳۔ راجہ ہریشچندر کے اِس واقعہ سے ہم کیا سبق سیکھ سکتے ہَیں؟

۴۔ "غم کا پہاڑ ٹُوٹ پڑنا۔ آگ بگولا ہونا۔ نگاہوں میں دُنیا اندھیر ہونا" کا مطلب بیان کرو؟

۵۔ مندرجۂ ذیل الفاظ گریمر میں کیا کیا ہَیں۔
خوش قِسمت۔ کوشش۔ دیا ہُوا۔ کیوں۔ بیچ دیجئے۔

# ۹- شرافت

خانوادہ دولت و حشمت مایۂ ہمّت

بارِ توطّن عدم قصرِ شاہی عار مروّت دستگاہ

مَیں پُوچھتا نہیں ہرگز تمہارا نام ہَے کیا؟
نہ یہ کہ نام بُزُرگوں کا اَور مقام ہَے کیا؟
نہ خانوادہ سے مطلب نہ خانماں سے غرض
یہاں تو نام سے کچھُ ہَے نہ ہَے نشاں سے غرض
تمہارے کام گر اچھّے تو نام اچھّے ہَیں
گھرانے اچھّے۔ گھر اچھّے۔ تمام اچھّے ہَیں

---

جہاں کی دولت و حشمت کا یاں خیال نہیں
امیر ہو کہ فقیر۔ اس سے کچھُ سوال نہیں
کوئی امیر اگر ہَے۔ تو اپنے گھر بیٹھے
بُزُرگ صاحبِ زر ہَے تو لے کے زر بیٹھے
یہاں تو مایۂ ہمّت میں جو زیادہ ہَے
بُزُرگ امیر ہَے اور خود امیر زادہ ہَے

---

مجھے نہیں ہے یہ پروا کہیں سے آئے کوئی
کہیں سے بارِ تو طّن اُٹھا کے لائے کوئی
جو پاک نہر ہے اور آب صاف چلتا ہے
تو کیوں یہ پُوچھیں کہ چشمہ کہاں نکلتا ہے
درخت سے نہیں کچھ کام جس کے پھُول ہو تم
کمالِ اصل تو جب ہے کہ با اصول ہو تم

---

عدم سے آن کے کس خاک پر گرے پہلے
وہ کیا زمین تھی جس پر قدم پھرے پہلے
گزارا تم نے لڑکپن ہے قصرِ شاہی میں
کہ جھونپڑوں میں پلے خواری و تباہی میں
مجھے نہ فخر ہے اُس کا نہ عار ہے اِس کی
مگر تلاش ہے تو بار بار ہے اِس کی
کہ رکھتے مُلکِ مروّت میں رسم و راہ ہو کیا؟
دکھاتے ہمّتِ عالی میں دستگاہ ہو کیا؟

---

# سوالات

۱- اِس نظم کی مدد سے بتاؤ۔ کہ اصلی شرافت کیا ہے۔
اَور لوگ کِس کو شرافت سمجھتے ہَیں؟

۲- آخری چار شعروں کا خلاصۂ مطلب اپنے الفاظ میں

بیان کرو؟

۳- مندرجۂ ذیل الفاظ کے معنی بیان کرو- اور ان کو اپنے فقروں میں بیان کرو:-

دولت و حشمت- مایۂ ہمّت- با اُصول- رسم و راہ +

۴- اِس نظم میں کون کون سے لفظ مؤنث ہیں؟

---

# ۱۰- زمین کی سرگُذشت

## (۱)

دلچسپ خُوشنما نظامِ شمسی حرکت

تحقیقات کششِ ثِقل اصلیّت وابستہ

سُورج اَور زمین کو ہر روز تم دیکھتے ہو- کیا کبھی تُم نے ان کی حقیقت پر بھی غور کیا- اِن کی سرگذشت کو بھی سُنا- یہ ایک دلچسپ کہانی ہے- اِسے سُنو اَور یاد رکھو +

پہلے تو ایک ایسا زمانہ بھی تھا- کہ ہر شخص کا یہ خیال تھا- کہ زمین اَور سُورج جیسے نظر آتے ہیں- ویسے ہی ہیں- دُنیا کے آغاز سے اِسی شکل و

صُورت میں موجُود ہَیں۔ مگر جب لوگوں نے علم کی مدد سے اِن کی تاریخ پر غور کی تو معلوم ہُوا۔ کہ یہ بھی دُنیا کی ہر دوسری چیز کی طرح ترقّی کرتے رہے اَور ان کی شکل بھی تبدیل ہوتی رہی ہَے۔ زمین اَور سُورج کی زمانۂ قدیم میں وہی حالت تھی۔ جو آج اِن چھوٹے چھوٹے خوشنما ستاروں کی ہَے۔ جنھیں تم ہر رات آسمان پر چمکتا دیکھتے ہو۔ ننھی ننّھی قندیلیں جو آسمان پر روشن ہَیں۔ اَور ہمیں روشنی پُہنچاتی ہَیں۔ اِن ستاروں سے مُختلف ہَیں۔ جنھیں صحیح معنوں میں ستارہ کہا جا سکتا ہَے۔ حقیقت میں یہ ایک باریک اَور شفّاف مادہ کے بنے ہوئے چھوٹے چھوٹے بادل ہَیں۔ اِن کی تعداد جہاں تک معلوم ہو سکی ہَے۔ کم از کم بارہ لاکھ ہَے۔ اِن میں کوئی بڑا ہَے۔ کوئی چھوٹا۔ کوئی گول کوئی چپٹا۔ کوئی صاف اَور کوئی دُھندلا +

نظام شمسی کی حرکت اگر تم دیکھ سکتے۔ تو تمہیں معلُوم ہوتا۔ کہ وہ ایک ہی طرف کو جارہی ہَے۔ یعنی تمام کے تمام سیّارے سُورج کے اِرد گِرد قریب قریب ایک سطح پر گردش کرتے ہَیں۔ پھر تم یہ دیکھ لیتے کہ سُورج اَور باقی کے سیّارے ایک ہی مادّہ سے بنے ہَیں۔ کیا یہ معلوم کرکے یہ

سوال تمہارے دل میں پیدا نہ ہوگا۔ کہ ممکن ہے۔
کہ یہ زمین اور باقی کے سیّارے بھی اِس سُورج
کے جُدا شُدہ حصّے ہیں +

جب اِن باتوں کو داناؤں نے دیکھا۔ تو اُن کا
بھی یہی خیال ہُوا۔ کہ کسی زمانے میں زمین اور باقی
کے سیارے سُورج سے علیحدہ ہوگئے ہونگے اور
جہاں تک تحقیقات کی گئی ہے۔ ثابت ہوگیا ہے۔
کہ یہ خیال صحیح تھا۔ بلکہ اِس بات کے ماننے میں
کوئی دِقّت نہیں۔ کہ سارے کا سارا نظامِ شمسی
کسی زمانے میں اِسی قسم کا چمکتا ہُوا بادل تھا۔
جس قسم کے لاکھوں بادل چھوٹے چھوٹے ستاروں
کی شکل میں روز آسمان پر نظر آتے ہیں۔ تم نے
کئی مرتبہ گیند کو اُچھالا ہوگا۔ اور پھر اُسے زمین
پر گرتے دیکھا ہوگا۔ مگر تم نے یہ نہیں سوچا۔
کہ یہ کیوں گرتا ہے۔ سُنو زمین میں ایک طاقت
ہوتی ہے۔ جس سے وہ چھوٹی چھوٹی چیزوں کو اپنی
طرف کھینچ سکتی ہے۔ اِسے کششِ ثِقل کہتے ہیں۔
سر اِسحاق نیوٹن ایک انگریز عالم نے ایک سیب
کو درخت سے نیچے گرتے دیکھا۔ تو یہ سوال کیا
کہ یہ کیوں اُوپر کو نہیں اُٹھا۔ زمین پر کیوں گرا
اِس کی عقل نے اُسے بتایا۔ کہ زمین میں ضرور

کوئی ایسی طاقت ہوگی۔ جس نے سیب کو اپنی طرف کھینچا۔ یہ اِس نئی کشِش کی دریافت کی اِبتدا تھی۔اب یہ بات ثابت ہوگئی ہَے۔ کہ ہر قسم کا بڑا مادہ ہر چھوٹے مادے کو اپنی طرف کھینچتا ہَے۔ یہ کشِش سُورج چاند اَور ہر دوسرے سیّارے میں بھی موجُود ہَے۔ اَور ان چمکتے ہوئے شفّاف بادلوں میں بھی جن کا پہلے ذکر آ چُکا ہَے +

سر اسحاق نیوٹن نے تو سیب کو زمین پر گرتے دیکھ کر یہ نتیجہ نکال لیا۔ کہ زمین میں کوئی نہ کوئی کشِش ایسی ہَے جو چیزوں کو اپنی طرف کھینچتی ہَے۔ مگر اس کے ایک پیرو نے جس کا نام ہرشل تھا۔ اپنی تمام عمُر اسی کشِش کی اصلیّت دریافت کرنے میں صرف کر دی۔ وہ دِن رات بڑی بڑی دُوربینیں لئے پھرتا رہتا تھا۔یہی وہ شخص ہَے۔جس نے آسمان پر چمکنے والے ستاروں کی ایک بہت بڑی تعداد کو دریافت کیا +

وہ کہا کرتا تھا۔ کہ آسمان ایک ایسے باغ کی مانند ہَے۔ جس میں طرح طرح کے پھل پھُول اَور پودے موجُود ہیں۔ اَور جو اپنی ترقّی کی مختلف منزلیں طے کر رہے ہیں۔ ایک شفّاف بادل کو ایک روشن اَور بڑا ستارہ بننے کے لئے قریب ویسی ہی ترقی

کرنی پڑتی ہے۔ جیسی کہ ایک چھوٹی سی کلی کو ایک خوبصورت پھول بننے کے لئے یا ایک چھوٹے سے پودے کو ایک خوشنما اور بڑا درخت بننے کے لئے۔ اُس نے یہ بھی بتایا۔ کہ جس طرح زمین کی اندرونی کشِش پھولوں اور پودوں کو زمین کے ساتھ وابستہ رکھتی ہے۔ اِسی طرح آسمانوں پر بھی یعنی اِن شفّاف اجسام میں بھی ایک کشِش موجُود ہے۔ جو اُن کو خاص فاصلوں پر قائم اور ایک دوسرے سے وابستہ رکھتی ہے۔ گویا اُس نے نظامِ شمسی کی اس کشِش کا راز دریافت کیا۔ جس کی وجہ سے تمام سیّارے قائم ہیں۔ اور معیّنہ فاصلوں پر رہ کر گردش کرتے ہیں۔ حقیقت میں دُنیا میں کوئی چیز ساکن نہیں ہر شے ہر وقت حرکت کرتی رہتی ہے۔ اگر کوئی کشِش ان بڑے سیّاروں کو کھینچے ہوئے نہ رکھتی۔ تو یقیناً یہ حرکت سے آپس میں ٹکرا جاتے اور دُنیا کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔ بس دُنیا کے قیام کے لئے جیسے حرکت ضروری ہے۔ ویسے ہی کشِش بھی لازمی ہے۔ تاہم فضا ایسے چھوٹے چھوٹے اجسام سے بھری ہوئی ہے۔ جن کو انسان خوردبین کے بغیر نہیں دیکھ سکتا اور جو ہر وقت حرکت میں رہتے ہیں۔ اور بعض اوقات آپس میں ٹکرا جاتے

ہیں۔ ٹکر سے رگڑ پیدا ہوتی ہے۔ اور رگڑ کا لازمی نتیجہ گرمی ہے۔ دِیا سلائی کو جب جلاتے ہو۔ تو اُسے کسی چیز سے رگڑتے ہو۔ اِس رگڑ سے اتنی حرارت پیدا ہو جاتی ہے۔ جو دِیا سلائی کو جلا سکے۔ یہ تو تم جانتے ہو کہ رگڑ کے لئے حرکت کی سب سے پہلے ضرورت ہے۔ اگر تم نے ان باتوں کو یعنی حرکت۔ کشش۔ رگڑ اور حرارت کے ان سیدھے سادے اُصولوں کو سمجھ لیا ہے۔ تو تمہارے لئے زمین کی سرگذشت کا سمجھ لینا مُشکل نہ ہوگا +

## سوالات

۱۔ نظامِ شمسی سے کیا مُراد ہے ؟

۲۔ کششِ ثِقل کِس نے اور کِس طرح دریافت کی ؟

۳۔ اِس سبق میں اسم صفت کون کون سے ہیں ؟ تم ان کے ساتھ اپنی طرف سے ایک ایک موصُوف لگاؤ +

۴۔ "ہوگئے ہونگے" کونسا فِعل ہے ؟ اِس کے بنانے کا قاعدہ بیان کرو۔ اور لکھنا مصدر سے اس کی پُوری گردان کرو +

# ۱۱۔ دہنا ہاتھ

سرد مہری | اربابِ غرض | رازقِ مُطلق
مُروّت | کوتاہیِ قسمت | اَوج
اخترِ قسمت | اقربا

اِتّفاقاتِ زمانہ کا ہُوا مَیں جو شکار
زندگانی مِری اِفلاس نے کر دی دُشوار
جُستجُو ایسے کسی دوست کی تب مجُھ کو ہوئی
پائیں انجام مِرے کام مدد سے جس کی
کامیابی نہ ہوئی اس میں کسی طرح مجُھے
آشنا چلنے لگے آنکھ چُرا کر مجھُ سے
ہمنشیں کرنے لگے سب مری صحبت سے گُریز
غیر تو ایک طرف کرتے تھے اپنے پرہیز
تھا مرے پاس سے دم بھر جنہیں جانا مُشکل
ہو گیا اُن کو مرا پاس بٹھانا مُشکل
گرمجوشی سے جو ہر دم مرا دم بھرتے تھے
سرد مہری سے وہ اربابِ غرض چلنے لگے
مشورے گو مجُھے دیتے تھے نہایت اچھّے
خوف بیٹھا تھا یہ دل میں کہ نہ کچُھ مانگ اُٹھّے

بیکسی میں نہ کوئی جب پئے اِمداد آیا
عقل نے رہبری کی جب تو خُدا یاد آیا
مَیں نے سوچا کہ ہو کیوں غیر کی پروا مجھ کو
چاہئیے رازقِ مُطلق پہ بھروسا مجھ کو!
جا کے پھیلاؤں کسی دوست کے آگے کیا ہاتھ
پاس ہَے دوست مِرے ایک مرا دہنا ہاتھ
میرا ہر دم کا شریکِ غم و راحت ہَے یہی
مَیں بھروسا نہ کروں اس پہ قیامت ہَے یہی
میری اِمداد کریگا یہی اِس آفت میں
ہَے یہ وہ دوست کہ کام آتا ہَے ہر حالت میں
کام غفلت سے جو بگڑے ہیں سنواریگا یہی
بحرِ افلاس میں ڈوبا ہُوں اُبھاریگا یہی
خاک دُنیا پہ مُروّت کا گُماں کوئی کرے
کِس طرح ریگ پہ تعمیرِ مکاں کوئی کرے
یہ خیال آتے ہی دِل بڑھ گیا ہاتھوں میرا
حوصلے دِل کے دِئے ہمتِ عالی نے بڑھا
نہ رہا شکوۂ کوتاہیِ قسمت مجھ کو
لے اُڑی اَوج پہ بے پر مری ہمّت مجھ کو
پھر کسی کام کے کرنے میں مجھے عار نہ تھی
پیش آئی کوئی مُشکل تو وہ دُشوار نہ تھی
تھا قوی ہاتھ باندازۂ ہمّت میرا

پھر اُسی اَوج پہ تھا اخترِ قسمت میرا
پھر وہی دوست جو کترا کے چلا کرتے تھے
آشنا وہ کہ نہ بھُولے سے مِلا کرتے تھے
ہمنشیں وہ کہ جنہیں ننگ تھی صحبت میری
اقربا وہ جنہیں بھاتی تھی نہ صُورت میری
آشنائی کا اُسی طرح سے دم بھرنے لگے
پھر زبانی وہ زر و مال فِدا کرنے لگے!
بے وفائی نہ کرے جو نہ کبھی چھوڑے ساتھ!
دوست ہے وہ مِرا پیارا یہ مِرا داہنا ہاتھ
آسرا تُو نہ یہاں اَور کسی کا کرنا
اک فقط قوتِ بازُو پہ بھروسا کرنا

## سوالات

۱- اِس سبق سے ہمیں کیا کیا سبق حاصل ہوتے ہیں ؟
۲- دم بھرنا- ہاتھ پھیلانا کے معنی بیان کرو- اَور ان کو اپنے فقروں میں استعمال کرو ؟
۳- "خاک دُنیا پہ مروّت کا گماں کوئی کرے" کا مطلب بیان کرو +
۴- مندرجہ ذیل کلمات قواعد میں کیا کیا ہیں :-
جُستجُو- ہمنشیں -بحر +
۵- اُبھاریگا- کونسا فعل ہے-اس کی پُوری گردان کرو ؟

# ۱۲- زمین کی سرگذشت

(۲)

غیر مسطح وثوق متحرک خصوصاً

اب ہمیں کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ یہ معلوم کریں کہ کرۂ زمین کی شکل ابتدا میں کیسی تھی۔ بعض لوگ جنہوں نے اِس امر پر غور کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ زمین کی شکل ابتدا میں ناشپاتی کی طرح لمبوتری اور غیر مسطح ہوگی۔ اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ اس کی شکل ایک سنگترے کی مانند چپٹی اور غیر ہموار ہوگی۔ بہر حال ہم یہ بات کسی قدر وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ زمین کی شکل شروع میں ایسی نہ تھی۔ جیسی اب ہے۔ بلکہ ممکن ہے کہ زمین کی شکل بھی سورج کی سی ہو۔ اگرچہ سورج کے مقابلے میں زمین کا رقبہ کوئی حقیقت نہ رکھتا ہو +

زمین حقیقت میں اِس مٹّی یا پانی کا نام نہیں ہے جو سمندروں اور برِّ اعظموں کی شکل میں ہمیں نظر آتے ہیں۔ بلکہ اُن کے ساتھ وہ تمام فضا بھی ہے۔ جو پانی اور زمین کے اُوپر ہے۔ اور جیسے ہم

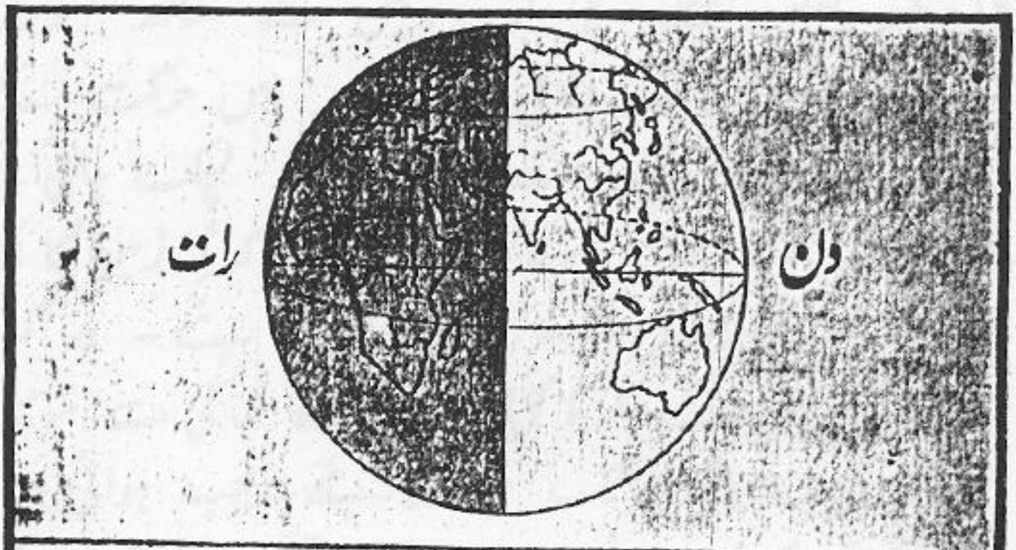
دن
رات

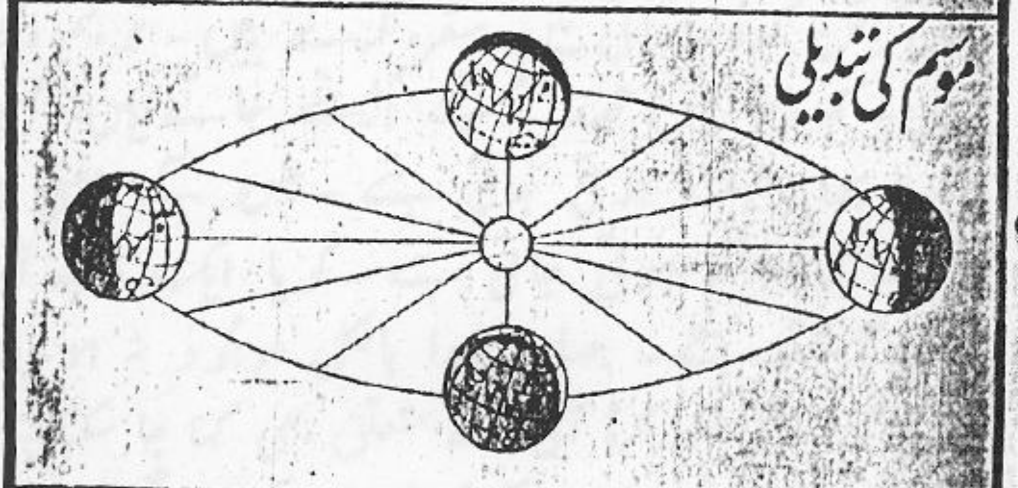
موسم کی تبدیلی

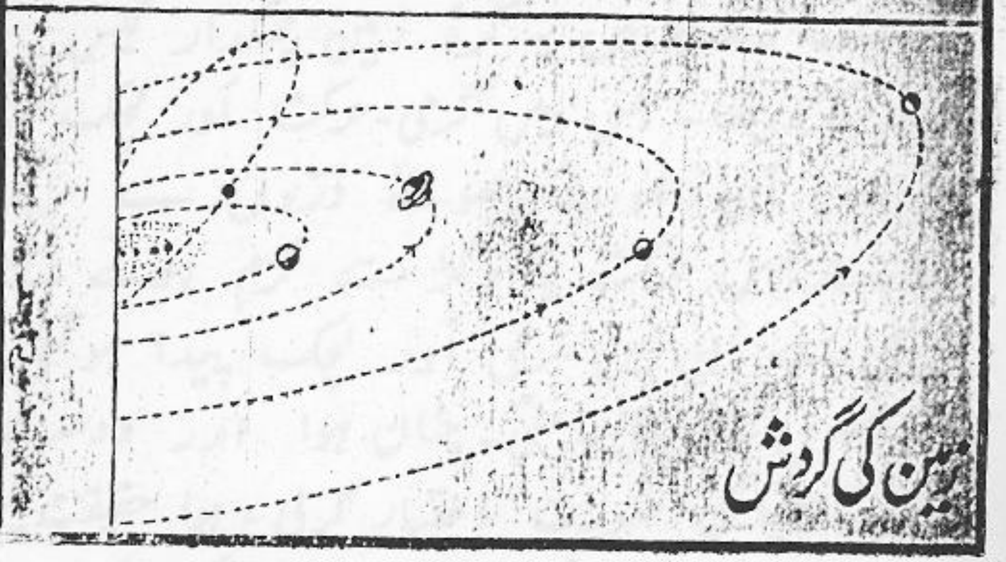
زمین کی گردش

دیکھ نہیں سکتے۔ یہ کُرۂ زمین کے ساتھ سُورج کے اِرد گِرد چکّر لگاتی ہے۔ اور اِس حرکت کے دَوران میں زمین کے ساتھ ساتھ لچک جاتی ہے۔ گویا یہ کہنا بیجا نہ ہوگا۔ کہ ہوا بھی کرۂ زمین کا ایک حِصّہ ہے۔ جہاں تک معلوم ہو سکا ہے۔ یہ کرۂ ہوائی زمین کے کرۂ آبی اور کرۂ خاکی سے سَومیل کے قریب بلندی تک موجُود ہے۔ جب ہوائی جہاز میں اِس کرۂ ہوائی میں سفر کرتے ہیں۔ تو ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ہم جس قدر اُونچے اُڑتے جاتے ہیں۔ اُسی قدر ہوا لطیف ہوتی جاتی ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں۔ کہ وہ کم ہوتی جاتی ہے۔ گویا ایک درجہ ایسا بھی آسکتا ہے۔ جہاں ہوا بالکل موجُود نہ ہو۔ اِسی طرح کرۂ خاکی اور کرۂ آبی کے متعلّق بھی کہا جا سکتا ہے۔

ایک زمانے میں یہ کرۂ زمین چمکدار گیس کا ایک کرہ تھا۔ جس میں گرمی۔ حرکت اور لچک موجُود تھی۔ یہ اُن چھوٹے چھوٹے ذرّوں سے مرکّب تھا۔ جو اِس حرکت یا رگڑ سے گرم ہوتے تھے۔ گرمی سے اُن میں نرمی اور لچک پیدا ہو گئی۔ اور اُنہوں نے پانی۔ مٹّی۔ چٹان ہوا اور دوسری جاندار اشیا کی صورت اختیار کر لی۔ ہوا حقیقت میں گیسوں کا ایک مرکّب ہے جو ایک گرم اور نرم

غلاف کی طرح کرۂ زمین کو ڈھانپے رکھتا ہے۔ اگر تم اِس قدر سمجھ گئے ہو۔ تو تمہارے لئے یہ سمجھ لینا مُشکل نہیں۔ کہ جس طرح مچھلیاں پانی کے سمندروں کی تہ میں رہتی ہیں۔ ہم ہوا کے ایک وسیع سمندر کی تہ میں چلتے پھرتے ہیں۔ اب اِنسان نے عقل اور عِلم کے ذریعے ہوائی جہازوں وغیرہ سے اِس ہوا کے سمندر کی سطح پر تیرنا سیکھا ہے۔ جیسے کہ پرندے مچھلیوں کی طرح مشینوں کی مدد کے بغیر شروع سے اس ہوائی سمندر میں تیرتے تھے۔ فرق اِتنا ہی ہے۔ کہ اِس تیرنے کو اُڑنا کہتے ہیں +

اب رہا زمین کی حرکت کا سوال۔ ہم یقین سے کبھی نہیں کہہ سکتے کہ زمین حرکت کر رہی ہے۔ کیونکہ نہ تو ہم اِس حرکت کو محسُوس کرتے ہیں اور نہ خود اِس حرکت کی وجہ سے متحرک ہوتے ہیں۔ مگر اس کا جواب بالکل آسان ہے +

تم جب ریل میں سوار ہوکر سفر کرتے ہو۔ تو تم یہ نہیں بتا سکتے کہ آیا تمہاری گاڑی حرکت کر رہی ہے یا وہ زمین جو تمہاری نظروں کے سامنے ہے۔ اس بات کو تم مخصُوصاً اُس وقت محسُوس کرتے ہو۔ جب راستہ میں ایک دوسری

گاڑی بھی اُسی طرف جاتی ہوئی رل جاتی ہے۔ تم یہی سمجھ لیتے ہو۔ کہ دوسری گاڑی حرکت میں ہے۔ حالانکہ تمہاری اپنی گاڑی بھی حرکت میں ہوتی ہے۔ پھر تم نے ریلوے اسٹیشنوں پر اکثر دیکھا ہوگا۔ کہ جب دو گاڑیاں کھڑی ہوں۔ اَور دوسری گاڑی حرکت کرے تو تم یہی سمجھتے ہو۔ کہ تمہاری گاڑی چل رہی ہے۔ یعنی دوسری گاڑی کی حرکت سے تم محسُوس کرنے لگ جاتے ہو۔ کہ تمہاری گاڑی حرکت کر رہی ہے۔ پس اپنی حرکت کو محسُوس کرنے کے صرف دو ہی طریقے ہوئے۔ کہ یا تو انسان کسی حرکت کرنے والی چیز کو جس میں وہ خود سوار ہو۔ حرکت کرتے ہوئے محسُوس کرے یا دوسری اشیاء کو جو نظر آئیں حرکت کرتے دیکھ کر اپنی حرکت کا اندازہ لگائے۔ اب اگر ہم کِشتی یا ریل گاڑی یا موٹر یا ہوائی جہاز پر سوار ہوں۔ تو ان کی ذاتی حرکت کو بھی محسُوس کر سکتے ہیں۔ مگر زمین پر سوار ہونے کے باوجود ہم خود اِس کی حرکت کو محسُوس نہیں کر سکتے۔ اِس لئے اِس کی حرکت دریافت کرنے کا اب صرف ایک ہی طریقہ باقی رہا۔ یعنی ہم یہ دیکھنے کی کوشش کریں۔ کہ آیا وہ اشیاء جو ہمیں نظر آتی ہیں۔ حرکت کرتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں یا

نہیں ہم روز دیکھتے ہیں کہ جب ہم آسمان پر نظر ڈالیں تو سُورج ستارے چاند سب حرکت کرتے ہوئے معلُوم ہوتے ہیں۔ یہ بالکل وہی حالت ہے۔ جب ہم اپنی حرکت کرنے والی گاڑی کو ساکن اور دوسری ساکن گاڑی کو متحرّک سمجھ لیتے ہیں۔ حقیقت میں سُورج حرکت نہیں کرتا۔ بلکہ زمین جس پر ہم گویا کہ سوار ہیں۔ حرکت کرتی ہے۔ ہم اِسی وجہ سے کہتے ہیں۔ کہ سُورج طلُوع ہُوا یا سُورج غرُوب ہوگیا۔ حالانکہ نہ تو سُورج نکلتا ہے۔ نہ چُھپتا ہے۔ بلکہ اصلیّت یہ ہے کہ زمین خود ایک لٹّو کی طرح چکّر لگاتی رہتی ہے اگر تم ایک کرۂ زمین کا نقشہ لے کر اِس امر کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ تو تم پر زمین کی اِس حرکت کا حال روشن ہو جائیگا۔ مگر زمین بھی ایک قسم کی حرکت نہیں کرتی۔ بلکہ تین مختلف اقسام کی حرکتوں سے متحرّک رہتی ہے۔ پہلی حرکت تو وہ ہے جس کی وجہ سے دن رات واقع ہوتے ہیں۔ اور ہمیں سُورج نکلتا اور چُھپتا نظر آتا ہے۔

اب اگر تم ایک گیند لے کر اِس امر کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ تو زیادہ اچھا ہو۔ ایک طرف ایک جلتی ہوئی موم بتّی لے کر رکھو۔ اور گیند کو

اس کے سامنے رکھ کر چکّر دو۔ جو طرف بتّی کے سامنے ہوگی روشن ہو جائیگی۔ اَور جو طرف بتّی سے دُور ہوگی۔ تاریک رہیگی۔ اب اگر تم اِس گیند کو برابر چکّر دیتے رہو۔ تو تم دیکھ لوگے۔ کہ کچھُ عرصے کے بعد وہ جگہ جو روشن تھی تاریک ہوگئی اَور جو حصّہ پہلے تاریک تھا۔ روشن ہوگیا۔ یہی وہ حرکت ہے۔ جس سے دِن رات واقع ہوتے ہیں ۔

## سوالات

۱۔ زمین ہمیں گول کیوں نظر نہیں آتی ؟

۲۔ دن رات کے پیدا ہونے کو کِس طرح سمجھا سکتے ہو؟

۳۔ اِس سبق میں کون کون سے فعل حال آئے ہیں ؟ اُن کے مصدر اَور مضارع بتاؤ ؟

# ۱۳۔ پہلے کام بعد میں آرام

اندیشۂ انجام تلخیٔ ایّام دورِ راحت مُفلس و نادار

کامیابی کی تمنّا ہے اگر کام کرو
مرد کہلاؤ زمانے میں بڑا نام کرو
وقتِ آغاز سے اندیشۂ انجام کرو
کام کا لُطف ہے جب صُبح سے تا شام کرو
پہلے تم کام کرو بعد میں آرام کرو
کام کے وقت جو آرام کیا کرتے ہیں
آخرِ کار وہ ناکام رہا کرتے ہیں
سخت نادان ہیں وہ لوگ بُرا کرتے ہیں
ہم تو داناؤں سے یہ قول سُنا کرتے ہیں
پہلے تم کام کرو بعد میں آرام کرو
لُطف آرام میں مِلتا ہے بہت کام کے بعد
کام کرنے میں مزا آتا ہے آرام کے بعد
دِن کو جو سوئے تو کیا سوئیگا وہ شام کے بعد
دَورِ راحت کا مزا تلخیٔ ایّام کے بعد
پہلے تم کام کرو۔ بعد میں آرام کرو
جس کو آرام سے ہر وقت سروکار رہے

فکرِ آرام میں جو کام سے بیزار رہے
کیا تعجب ہے کہ وہ مُفلس و نادار رہے
کاہل و خستہ و درماندہ و لاچار رہے
پہلے تم کام کرو۔ بعد میں آرام کرو

چھوڑتے کام اُدھورا نہیں ہمّت والے
کام پُورا نہیں کرتے کبھی راحت والے
بازی لے جاتے ہیں جو لوگ ہیں محنت والے
ہار جاتے ہیں سدا سُستی و غفلت والے
پہلے تم کام کرو۔ بعد میں آرام کرو

# سوالات

۱۔ سچّی خوشی کس کو کہتے ہیں؟

۲۔ "بازی لے جانا" کو اپنے فقرے میں استعمال کرو؟

۳۔ "جس کو آرام سے ہر وقت سروکار رہے" کا مطلب بیان کرو +

۴۔ اِس نظم میں جو جو ضمیریں آئی ہیں بتاؤ؟

# ۱۴- جیمس فرگسن

علمِ نجوم — مُنجّم — اوصافِ حمیدہ

ذہانت — مخمور

جیمس فرگسن ایک مزدور کا بیٹا تھا - جو سکاٹ لینڈ میں شہر بینفشائر کے موضع کیتھ سے کچھ میل کے فاصلہ پر رہتا تھا - اِس کا باپ غریب مگر ایماندار شخص تھا - اِن کے خاندان میں مذہب کی روشنی ہوتی تھی - اور محبّت کا فانوس جلتا تھا +

جیمس کے باپ کا دستور تھا - کہ وہ اپنے اُن بچّوں کو جِن کی عُمر وہ پڑھنے لکھنے کے لائق سمجھتا تھا - تعلیم دینا شروع کرتا تھا - جیمس کے اَور بھائی بہن بھی تھے - یہ اُن سب سے چھوٹا تھا - سوائے جیمس کے اَور سب بھائی بہن اپنے باپ سے پڑھا کرتے تھے - جیمس بیچارہ اُن کے پڑھنے پر دھیان رکھتا تھا - اَور جب تنہا ہوتا تھا - تو خود ہی اپنے بھائی بہنوں کے سبقوں کو پڑھا کرتا تھا - اَور جس جگہ کچھ اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا - وہ

اپنے پڑوس کی ایک ضعیف عورت سے پُوچھ لیتا تھا +

اِس طرح پوشیدہ طور پر پڑھتے ہوئے ایک عرصہ گزُر گیا۔ ایک دِن جب وہ تنہائی میں کتاب پڑھ رہا تھا۔ اِس کے باپ نے چُپکے چُپکے اندر داخل ہوکر اُسے کتاب پڑھتے دیکھ لیا۔ وہ اپنے ننھے بچّہ کی ذہانت اور لیاقت دیکھ کر بہت متعجب ہُوا +

اِس کے کچھُ عرصہ بعد ہی جب جیمس سات برس کا ہُوا۔ تو اس کا باپ ایک دن اپنے مکان کی چھت کی مرمّت کرنے بیٹھا۔ کیونکہ چھت گر پڑی تھی۔ اس نے ایک کڑی کے ذریعہ چھت کو اُٹھا دیا۔ اور شکستہ حِصّہ کے تلے ایک نیا شہتیر رکھ دیا۔ چھوٹے جیمس کو یہ دیکھ کر بہت تعجّب ہُوا۔ اور غور و فکر میں غرق ہوگیا۔ کچھُ دنوں کے بعد سوچتے سوچتے اِس نے تین مشین کی طاقتیں بغیر کسی مُطالعۂ کتاب دریافت کرلیں +

پہیّہ اور محوَر وغیرہ کی یہ طاقتیں معلُوم کرکے اس نے سوچا کہ یہ باتیں اور لوگوں کو معلوم نہیں ہیں۔ اِس لئے ان کا حال کسی کتاب میں لکھنا چاہئے۔ اِسی خیال سے اس نے اس کا نقشہ کھینچنا اور حال

لکھنا شروع کیا۔ مگر اس کو بہت نا اُمیدی ہوئی جبکہ اُس نے اپنے ایک ہمسایہ کی زبانی یہ سُنا کہ یہ چیزیں لوگوں کو پیشتر سے معلوم ہیں۔اور اُن کا حال کتابوں میں لکھا ہُوا ہے +

اِس کے کچھ عرصہ بعد وہ کیتھ کے پادری مسٹر گلکرائسٹ کے مکان پر گیا۔ وہاں اس نے باورچی خانہ میں ایک ڈچ گھڑی دیکھی۔ ایک مُلازم اس گھڑی کو صاف کر رہا تھا۔ جیمس نے گھڑی کے اندرُونی کل پُرزوں کو اچھی طرح دیکھا۔ اور اب وہ اِسی غور و فکر میں محو ہو گیا۔ اُس کے ایک ہمسایہ نے اُس کو پنڈولم کا نقشہ کھینچ دیا اور بتایا کہ کِس طرح گیلیلیو نے جو ایک اطالوی فلاسفر تھا۔ ایک دِن گرجا میں لمپ کو اِدھر اُدھر جھولتے دیکھکر اِس سے وقت معلوم کرنے کا ارادہ کیا۔اِن چند اشارات سے فرگسن نے ایک نئی قسم کی گھڑی بنائی۔ ایک دن شام کو جب جیمس کا باپ گھر آیا۔ تو جیمس گھڑی کو ختم کر چُکا تھا۔ اور وہ مکمّل ہو گئی تھی۔ گھڑی کو دیکھ کر باپ کو جو خوشی ہوئی۔اِس کا اندازہ آپ خود لگا سکتے ہیں +

اس کے بعد ہی جیمس کی صحّت خراب ہو گئی۔ اِس لئے صحّت کے اچھے ہونے اور کسب معاش

کی اُمید میں اُسے ایک ہمسایہ کاشتکار کی بھیڑیں چرانے کو جانا پڑا۔ وہ رات کے وقت تاروں بھرے آسمان کا مُطالعہ کیا کرتا تھا۔ اِس کے پاس کانچ کے کچھ ٹکڑے تھے۔ اِن کے ذریعے سے اِس نے تاروں کا فاصلہ معلوم کیا۔ اور اُن کے حالات اور نقشے کتاب میں درج کرتا گیا۔ ایک دِن جب اُس کے آقا نے ان نقشوں کو دیکھا۔ تو وہ پہلے پہل تو بہت ہنسا۔ لیکن پھر بعد میں اُس سے خوش ہوکر اُسے بہت آسان اور کم کام دینے لگا۔ اور اِس طرح مُطالعہ کے لئے زیادہ وقت جیمس کو مِل گیا۔ بعد میں فرگسن نے اپنے ایک لیکچر کے دَوران میں کہا تھا۔ کہ میرے دِل میں اپنے سابق آقا مسٹر جیمس گلیشن کی ہمیشہ عزّت رہیگی +

نوجوان فرگسن کا یہ مُطالعہ اُسے مسٹر گرانٹ کے پاس لے جانے میں مددگار ثابت ہُوا۔ جِن کے پاس ایک عالِم خانساماں تھا۔ فرگسن مسٹر گرانٹ کے یہاں مُلازم ہوگیا۔ اور خانساماں کینٹلے سے مختلف شاخہائے علُوم میں واقفیّت حاصل کی۔ کینٹلے نے فرگسن کو بتایا کہ زمین کی شکل نارنگی کے مانند ہے فرگسن نے اس کی مدد سے نہ صِرف نقشہ کھینچنا سیکھ لیا۔ بلکہ اس نے ایک گلوب بنا لیا۔ جس کی مدد سے

اپنے مسئلوں کو حل کرنے لگا +

اِس کے بعد وہ ڈاکٹر ینگ کی مُلازمت میں رہا۔ مگر تندرُستی خراب ہونے کی وجہ سے وہاں سے علیحدہ ہوگیا +

گھر پر بیماری کی حالت میں بھی اُس نے اپنے مُطالعہ کو جاری رکھّا۔ اَور بہت ترقّی کی۔ اس وقت اس نے ویل مچھلی کی ہڈّی کے سپرنگ کی ایک گھڑی بنائی۔ بدقسمتی سے وہ ایک ہمسایہ کے ہاتھ سے گِر کر ٹُوٹ گئی۔ اِس سے فرگسن کو بہت صدمہ پُہنچا +

لیکن ان خُداداد قابلیّتوں کے باوجود بھی اس کے لئے کوئی خاص ذریعۂ معاش نہ تھا۔ پس اس نے نقشہ نویسی شروع کی۔ اِس طرح کچھ روپیہ کماکر وہ اڈنبرا گیا۔ اَور وہاں کام کرنے لگا +

آخر عُمر میں اُس نے اپنی توجّہات صرف عِلم نجُوم پر صَرف کر دیں۔ اس نے سکاٹ لینڈ اَور لندن کے بڑے بڑے شہروں میں لیکچر دِئے۔ جارج چہارم خود تعلیم یافتہ منجّموں کے لیکچروں کے سُننے کا بڑا شائق تھا۔ لندن کی رائل سوسائٹی نے ۱۷۶۳ء میں اُسے ممبر بنایا +

فرگسن نے اپنے عِلم پر مُفید اَور کارآمد کتابیں لکھّیں۔ اس کے بعد میڈم ڈی جینلس

لوئی فلپ ولیعہد فرانس کے لئے اسے ملازم رکھ لیا۔ اِس طرح یہ گڈریے کا لڑکا بادشاہوں کا اُستاد بن گیا +

اب گورنمنٹ سے اُسے پنشن ملنے لگی۔ ۱۷۷۶ء میں ۶۶ برس کی عُمر میں اس کا اِنتقال ہو گیا۔ اِس کے مرنے کا سب کو رنج ہُوا۔ سب لوگ اُس سے محبّت اور اُس کی عزّت کرتے تھے۔ صرف خُداداد لیاقت کے لئے نہیں۔ بلکہ متعدّد اوصافِ حمیدہ کے لئے +

# سوالات

۱۔ جیمس فرگسن نے جو جو چیزیں اپنی عقلِ خُداداد سے بنائیں بیان کرو ؟

۲۔ "اُن کے خاندان میں مذہب کی روشنی ہوتی تھی اور محبّت کا فانُوس جلتا تھا" کا مطلب بیان کرو ؟

۳۔ غور و فکر۔ متعجّب۔ علیحدہ۔ خداداد۔ کو فقروں میں استعمال کرو ؟

۴۔ اِس سبق میں جتنے اسم معرفہ آئے ہیں۔ بیان کرو +

# ۱۵- مکڑی اور مکھیاں

اَلقِصّہ آخرش شکارِ مگس بیتاب

تنہا خوری طواف

(۱)

کہیں ایک مکڑی نے جالا تنا
نہایت ہی باریک سے تار کا
وہ باریک ایسا کہ اُنگلی پہ لو
تو چھُونے سے ہرگز نہ محسُوس ہو
اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر
وہ مکڑی بناتی رہی اپنا گھر
پس و پیش القِصّہ اور پیش و پس
بنا جال بہرِ شکارِ مگس

(۲)

بہت خوشنما اور چمکتا ہُوا
وہ مکڑی کا گھر آخرش بن گیا
اُسے دیکھنے آ گئیں مکھّیاں
کھڑا دھوپ میں جھولتا تھا جہاں

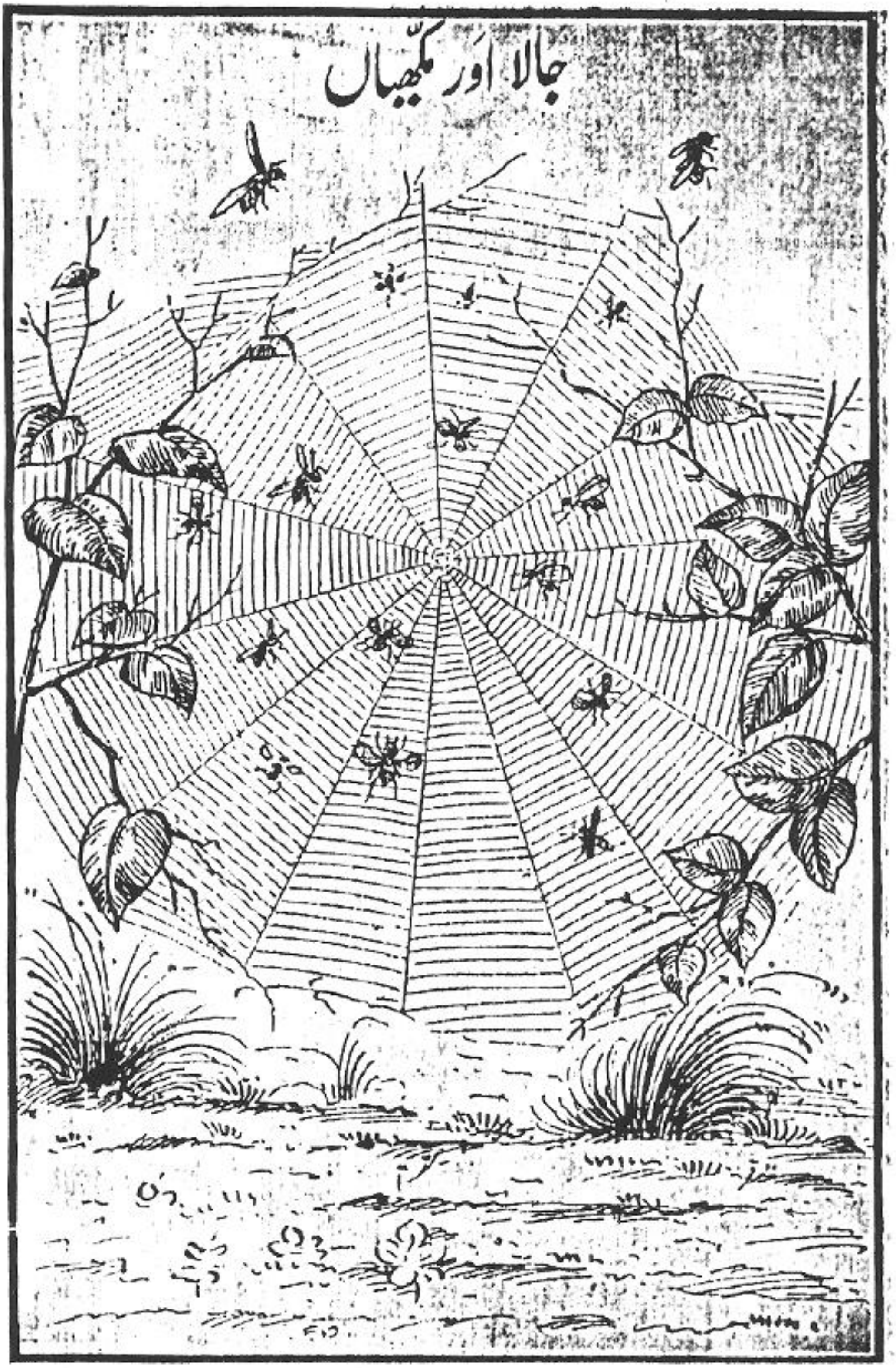

جالا اور مکھیاں

اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر
لگی مکھیاں ناچنے سر بسر
کبھی تیر سا آ گزر کر گئیں
پلٹ کر کبھی کھا کے چکر گئیں

(۱۳)

وہ مکڑی کہ تھی بھوک سے بیقرار
رہی گھات میں اور کیا انتظار
وہ ڈالا کی ہر اِک طرف کو نظر
کہ آنکھوں سے ہتا پٹ رہا اس کا سر
رہیں مکھیاں گھیرا ڈالے مگر
اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر
ابھی آگے تھیں اور پیچھے ابھی
ابھی اُوپر اُوپر تھیں نیچے ابھی

(۱۴)

کہا ایک مکھی سے مکڑی نے یُوں
کہ بی! بھوک سے سخت بیتاب ہُوں
مِرے گھر میں تشریف لاؤ ذرا
مِرے ساتھ مِل جُل کے کھاؤ ذرا
نہیں مجھ کو بھاتی ہے تنہا خوری
کہ تنہا خوری کی ہے عادت بُری
اُڑا کیں بدستور وہ سب مگر

اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر
یہاں سے وہاں اور پھر ناگہاں
پلٹ کر اُڑیں اِک طرف مکھیاں

(۵)

یہ تم دیکھتے ہو کہ وہ مکھیاں
تھیں ہشیار جالے میں جاتیں کہاں
وہ جالے کا کرتی رہیں گو طواف
مگر دُور بچتی گئیں صاف صاف
وہ چکر پہ چکر لگاتی چلیں
بہم ناچتی اور گاتی چلیں
اِدھر سے اُدھر اور پھر ناگہاں
پلٹ کر پرے اُڑ گئیں مکھیاں

## سوالات

۱۔ مکڑی جالا کیوں بناتی ہے؟ مکھیاں اُس میں کیوں نہیں پھنستیں؟
۲۔ "کبھی تیر آسا گزر کر گئیں" کا مطلب بیان کرو؟
۳۔ ڈالا کی" اصل میں کیا ہے۔ اور یہ کون سا فعل ہے؟

# ۱۶- زمین کی سرگذشت

(۳)

نُقطہ تاریکی مُقابل متحرّک مُشابہ

شُعاعیں حرارت براہِ راست

اب اگر اسی گیند پر تم ایک نشان لگا دو۔ اور گیند کو اِس طرح حرکت دیتے رہو۔ تو کبھی وہ نقطہ موم بتّی کے سامنے آئیگا۔ اور کبھی اس سے دُور ہٹ جائیگا۔ جیسے یہ نقطہ اِس گیند پر ہے۔ اِسی طرح تمہارا مکان اِس کرۂ زمین پر ہے۔ اور جس طرح حرکت سے یہ نقطہ ایک مقرّرہ وقت کے بعد پھر روشنی کے سامنے آجاتا ہے۔ تم اور تمہارا مکان بھی ایک خاص مقرّرہ وقت کے بعد روشنی میں آجاتے ہو۔ اب اگر تم اِس گیند کو نہ پھراؤ۔ یا دوسرے لفظوں میں حرکت نہ دو۔ تو کیا اثر ہوگا۔ اگر وہ نقطہ موم بتّی کے سامنے ہے۔ تو وہ ہمیشہ وُہیں رہیگا۔ اور اگر اس سے الگ ہے۔ تو ہمیشہ تاریکی میں رہیگا۔

اگر زمین اپنی حرکت چھوڑ کر ساکن ہو جائے۔ تو تمہاری حالت بالکل یہی ہو۔ جو ممالک سُورج کے سامنے ہوں۔ وہ ہمیشہ روشن رہیں یعنی وہاں ہمیشہ دن رہے۔ اور جو سُورج سے دُور یا اس کے مقابل میں دوسری طرف ہوں۔ وہاں ہمیشہ تاریکی یا دوسرے لفظوں میں رات رہے۔ ہم نے کہا تھا۔ کہ زمین لٹّو کی طرح گردش میں رہتی ہے۔ لیکن جب لٹّو کا زور ختم ہو جاتا ہے۔ تو وہ آہستہ آہستہ گردش کرتا ہے۔ اور پھر آہستہ آہستہ اپنے کناروں کو بہت ہی جُھکا جُھکا کر ساکن ہو جاتا ہے۔ اِس لئے اگر زمین بھی کبھی گردش کرتی اور کبھی ٹھیرتی تو موسموں اور دن راتوں کے مقرّرہ وقتوں میں فرق آجاتا۔ لیکن چونکہ ایسا نہیں ہے۔ اِس لئے ہم بڑے اعتبار سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ زمین ہمیشہ سے متحرّک ہے اور ہر وقت حرکت کرتی رہتی ہے۔ وہ حرکت جس سے دن رات کا ظہور ہوتا ہے۔ صرف ایک قسم کی حرکت ہے۔ اب اگر تم ایک لٹّو کو ایک صاف میز پر چکّر دو۔ تو اپنے خاص مرکز کے اِرد گرد گھومنے کے علاوہ کبھی ایک جگہ گھومیگا کبھی دوسری جگہ۔ اور اسی طرح اپنی ایک

حرکت کے علاوہ اِدھر اُدھر میز کی سطح پر حرکت کرتا رہیگا۔ گویا کہ دونو حرکتیں لٹّو میں تم نے ایک ساتھ دیکھ لیں۔ یعنی کسی چیز میں ایک قِسم کی حرکت ہونے کی وجہ سے یہ کوئی ضروری نہیں کہ اُس میں دوسری قسم کی حرکت موجُود نہ ہو۔ پس اِسی طرح زمین بھی اپنے خاص مرکز کے اِرد گِرد گھُومنے کے علاوہ ساری کی ساری ایک دوسرے مرکز کے اِرد گِرد گھُومتی ہَے۔ اَور یہ وہ حرکت ہَے۔ جو ایک سال میں ختم ہوتی ہَے۔ جِس طرح دن کا نِکلنا اور رات کا آنا قُدرتی طور پر وقت کی تقسیم ہَے۔ اِسی طرح سال کا ختم ہونا اَور مہینے کا ختم ہونا بھی قُدرتی تقسیم ہَے۔ انسان نے اپنی آسانی کے لئے مہینوں کو ہفتوں میں تقسیم کر لیا ہَے۔ یہ حرکت یا گردش جو کرۂ زمین ایک سال میں ختم کرتا ہَے۔ ایک دوسری قِسم کی حرکت ہَے۔ جو لٹّو کی اُس حرکت سے مُشابہ ہَے۔ جو اس کے تمام جِسم کو اس کے اپنے مرکز کے اِرد گِرد گھُومنے کے باوجود ایک جگہ سے دوسری جگہ لئے پھِرتی ہَے ٭

اب ہم نے زمین کی دو قِسم کی گردشوں کا ذکر کر دیا یعنی ایک گردش تو وہ جو زمین اپنے

محور کے اِرد گرد کرتی ہَے۔ اَور دوسری وہ جو زمین سُورج کے اِرد گرد کرتی ہَے ؛

اب تیسری قسم کی گردش کا حال سُنو۔ جب لٹّو میز پر گھُمایا جاتا ہَے۔ تو تم دیکھتے ہو۔ کہ وہ ان دو قِسم کی گردشوں کے علاوہ جن کا اُوپر بیان آ چُکا ہَے۔ ایک تیسری حرکت بھی کرتا ہَے۔ یعنی اُچک کر کبھی بتّی کے قریب اَور کبھی بتّی سے دُور ہو جاتا ہَے۔ یہ اُچکنا بہت ہی نتیجہ خیز ہَے۔ کیونکہ اس سے موسموں میں تبدیلی ہوتی ہَے۔ اَور اس سے زمین کے نصف حصّے پر ایک زمانے میں اَور نصف حصّے پر دوسرے زمانے میں سُورج کی شعاعیں براہِ راست تیزی سے پڑتی ہیں۔ جس کا نتیجہ موسم گرما ہَے۔ حالانکہ اس زمانے میں اِس کے دوسرے نصف حصّے پر سُورج کی شعاعیں اسی طرح براہِ راست اَور تیزی سے نہیں پڑتیں۔ جس کا نتیجہ موسم سرما ہے ؛

اب تم نے دیکھ لیا۔ کہ یہ سُورج کی سیدھی اَور تیز شُعاعوں کے پڑنے کا اثر ہَے۔ جس سے موسم گرما کی حرارت پیدا ہوتی ہَے۔ اَور ان سیدھی اَور تیز شُعاعوں کے غائب ہو جانے کا اثر ہَے۔ جس سے موسمِ سرما کی ٹھنڈک پیدا

ہوتی ہے۔ اِس سے شاید تم یہ نتیجہ نکال بیٹھو
کہ جب زمین سُورج کے قریب ہوتی ہے۔
تو زمین پر گرمی کا موسم ہوتا ہے۔ اور جب وہ
سُورج سے دُور ہوتی ہے۔ تو سردی کا موسم
ہوتا ہے۔ مگر ایسا نہیں ہے +

## سوالات

۱۔ زمین کی حرکات کتنی طرح کی ہیں۔ اور وہ کس طرح پر ہُوا کرتی ہیں ؟

۲۔ اگر گیند کو موم بتی کے سامنے پھرایا جائے۔ تو کیا اثر ہوگا ؟

۳۔ مقررّہ وقت۔ حرکت۔ گردش۔ تاریکی۔ براہِ راست کے معنی بتاؤ۔ اور ان کو اپنے فقروں میں استعمال کرو ؟

۴۔ "آئیگا" کونسا فعل ہے۔ کرنا مصدر اِس فعل کی پُوری گردان کرو ؟

# ۱۷- ابر

اُودی پپیہوں آنچل ظُلمت جوئے شیر
کُہسار سوانگ چرخِ کہن ابرِ مطیر

گھٹا اودی اُودی یہ کیا چھا گئی
بہارِ چمن رنگ پر آ گئی
پروں کو اِدھر مور تولے ہوئے
گھٹائیں اُدھر بال کھولے ہوئے
وہ کوئل غضب نَے بجاتی ہوئی
پپیہوں سے تانیں لڑاتی ہوئی
ہوا دوش پر شال ڈالے ہوئے
گھٹاؤں کے آنچل سنبھالے ہوئے!
گھٹائیں وہ بگلوں کی ہر سُو قطار
کہ ظلمت میں آبِ حیات آشکار!
سیاہی میں یہ اُجلی اُجلی لکیر
رواں دامنِ کوہ میں جُوئے شیر!
یہ کُہسار میں راہ چھوٹی ہوئی
سڑک سنگِ مرمر کی کُوٹی ہوئی!

زمین و فلک پر ہے مستی کا شور
گرجتے ہی بادل کے چلّائے مور!
کبھی ابر گریاں کبھی خندہ زن
ہے دیوانے کا سوانگ چرخِ کہن!
فلک پر گرجتا ہے ابرِ مطیر!
زمیں پر نہ کیوں رِند گائیں کبیر!

## سوالات

۱- شاعر نے بادل کی کیا حالت بیان کی ہے؟
۲- آٹھویں شعر کی نثر لکھو؟
۳- اِس شعر کا مطلب بتاؤ:-
کبھی ابر گریاں کبھی خندہ زن ہے دیوانے کا سوانگ چرخِ کہن
۴- اِس سبق کے واحد اسموں کی جمع اور جمع کے واحد لکھو۔

# ۱۸-راجہ مایا داس

لالچی	تہ خانہ	انبار	خبرگیری	لکشمی

پُجاری	متوالا	کروڑیں	اُنڈیل

راجہ مایا داس کے پاس سونے چاندی کی کمی نہ تھی - لیکن وہ اِتنا لالچی تھا - کہ دن رات سونا چاندی اِکٹھا کرتا رہتا تھا - اُس نے اپنے محل کے اندر ایک تہ خانہ بنوایا تھا - اپنی ساری دولت وہ اُسی میں رکھتا تھا - اور کسی نوکر پر اعتبار نہ کرتا تھا - رات کو اُسی تہ خانے میں سوتا تھا - اور اپنے سونے چاندی کے انبار کی خبرگیری کرتا تھا - لالچ نے اسے راجہ سے چوکیدار بنا دِیا تھا - وہ جب سونے کی اشرفیوں اور چاندی کے روپوں کے ڈھیر کی طرف دیکھتا - تو پھُولا نہ سماتا تھا مگر جب کبھی اُسے یہ خیال آ جاتا کہ شاید کسی راجہ کے پاس اس سے بھی زیادہ اشرفیاں اور روپے ہوں - تو اُس کا دِل اُداس ہو جاتا تھا۔

(۲)

ایک دن شام کے وقت مایا داس اپنے اُسی تہ خانہ میں بیٹھا ہُوا اشرفیوں اور روپیوں کو دیکھ کر خوش ہو رہا تھا۔ کہ اِتنے میں اُسے ایسا معلوم ہُوا جیسے کوئی اور شخص بھی تہ خانے میں موجُود ہے۔ مایا داس کا مُوں خشک ہو گیا۔ اُسے خیال آیا۔ کہ اگر کِسی نے میرا تہ خانہ دیکھ لیا۔ تو پھر میری دولت کا چوری ہو جانا بالکل آسان ہو گا۔ یکایک ایک اجنبی اُس کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ مایا داس نے دروازے کی طرف دیکھا۔ وہ بدستور بند تھا۔ مایا داس حیران ہو کر سوچنے لگا۔ کہ یہ کِس راستے سے آیا ہے۔ دروازہ تو بند ہے۔ اِتنے میں اجنبی نے کہا "مایا داس! کیا سوچ رہے ہو؟"

مایا داس نے جواب دیا "پہلے تم یہ بتاؤ کہ تم یہاں داخل کیسے ہو گئے"۔

اجنبی نے جواب دیا "مَیں دیوتا ہُوں۔ مجھے دروازہ کھولنے کی ضرورت نہیں۔ جہاں چاہُوں جا سکتا ہُوں"۔

مایا داس کے دِل کا بوجھ ہلکا ہو گیا۔ اب اُسے یہ ڈر نہ تھا۔ کہ یہ شخص میرا روپیہ چُرا لیگا۔

اُس نے ہاتھ جوڑ کر دیوتا کو سلام کِیا۔ اَور کہا۔ ”مہاراج! آپ کیسے تشریف لائے؟“ دیوتا نے جواب دیا۔ ”مَیں لکشمی کا بیٹا ہُوں۔ تم اُس کے پُجاری ہو۔ اِس لئے تم کو درخواست کرنے کا موقع دینے آیا ہُوں۔ تم مُجھے اپنی ایک خواہش بتاؤ۔ مَیں اُسے پُورا کر دُونگا“ ۔

مایا داس خوشی سے متوالا ہوکر بولا۔ تو آپ میری خواہش پُوری کر دینگے؟

”کر دُونگا“ ۔

”تو آپ مجھے سونے کا بنا ہُوا تین میل لمبا اَور چار میل چوڑا پہاڑ دے دیجئے“ ۔

”بہت اچھّا۔ کل صبح یہ پہاڑ تمہارے شہر کے بائیں طرف موجُود ہوگا“ ۔

یکایک مایا داس کو ایک اَور خیال سُوجھا۔ کہ اگر کسی اَور شخص نے اُسی دیوتا سے اِس سے بھی لمبا چوڑا سُنہری پہاڑ مانگ لِیا۔ تو پھر مَیں کیا کرونگا۔ کسی کو مُنہ دکھانے کے قابل نہ رہونگا۔

دیوتا نے اُس کا خیال اُس کے چہرے سے کُھلی کتاب کی مانند پڑھ لِیا۔ اَور کہا۔ اگر کُچھ اَور مانگنا ہو۔ تو وہ مانگ لو۔

مایا داس نے سوچ سوچ کر کہا۔ آپ مجھے یہ

طاقت دیں - کہ جس چیز کو چھوؤں - وہی سونے کی بن جائے ؛

دیوتا نے ہنس کر کہا - بہت اچھا! مایا داس! کل صبح یہ طاقت تمہیں مل جائیگی ؛

مایا داس نے سر جھکا کر دیوتا کو سلام کیا - مگر جب سر اُٹھایا - تو اُس کا کہیں پتہ نہ تھا ؛

(۳)

اُس دن مایا داس کو نیند نہ آئی - بار بار کروٹیں بدلتا تھا - اور سوچتا تھا - کہ دن کیوں نہیں نکلتا - اُس رات اس کی آنکھیں مشرق کی طرف لگی ہوئی تھیں - وہ چاہتا تھا - کہ رات جتنی جلد ہو سکے - گزر جائے - اور اُسے وہ عجیب و غریب طاقت ملے - جس سے وہ دُنیا بھر میں امیر بادشاہ بن جائیگا - آخر سورج نے مشرق سے سر نکالا - اور اپنی پہلی کرن مایا داس کی چارپائی پر ڈالی - مایا داس کا دِل دھڑکنے لگا - وہ اُچھل کر زمین پر کھڑا ہوگیا - اور اُس نے اپنا ہاتھ پلنگ پر رکھ دیا - فوراً ہی پلنگ سونے کا ہوگیا ؛

مایا داس خوشی سے دیوانہ ہوگیا - اب وہ طاقت اُسے مل چکی تھی - جو دُنیا بھر میں اُس وقت تک کسی کو حاصل نہ ہوئی تھی - وہ دوڑتا ہُوا باغ میں

گیا۔ اور درختوں کو چھو چھو کر سونا بنانے لگا۔ وہ جہاں جہاں سے گذرتا تھا۔ وہ جگہ سونے کی بنتی جاتی تھی۔ مایا داس ہنس رہا تھا۔ اور بار بار اپنے آپ سے کہتا تھا۔ مایا داس! اب تو دُنیا بھر میں کوئی تجھ سا امیر نہیں ہو سکتا +

اس کا باغ بڑا لمبا چوڑا تھا۔ اُس میں کئی گھنٹے تک وہ گھومتا رہا۔ اور سرسبز درختوں اور پھولوں کے پیڑوں کو سونے میں تبدیل کرتا رہا۔ اتنے میں بارہ بج گئے۔ یہ مایا داس کے کھانے کا وقت تھا۔ نوکروں نے کھانا حاضر کیا۔ اور مایا داس کھانے لگا۔ لیکن اِدھر اُس نے روٹی کا لقمہ توڑا اُدھر وہ روٹی سونے کی ہوگئی +

مایا داس نے ہنس کر اُسے پرے رکھ دیا۔ اور ایک گرم گرم آلو جلدی سے اُٹھا کر مُنہ میں رکھ لیا۔ لیکن وہ بھی مُنہ میں جانے کے ساتھ ہی سونے کا گرم ڈلا بن گیا۔ جس سے مایا داس کا مُنہ جل گیا +

اب مایا داس حیران تھا۔ کہ کیا کرے۔ اور کس طرح پیٹ بھرے۔ آخر اُس نے پانی کا ایک پیالہ اُٹھا کر پینا چاہا۔ لیکن وہ بھی یکایک بھاری ہوگیا۔ اور مایا داس کے تعجّب کی حد نہ تھی۔ جب اُس نے

دیکھا۔ کہ وہ پانی بھی سونے کا ڈلا بن گیا ہے۔ مایا داس سوچنے لگا۔ کیا اب مجھے بھوکا مرنا ہوگا؟

(۴)

اِتنے میں اس کی پیاری لڑکی "منورما" اس کے پاس روتی ہوئی آئی۔ اور بولی۔ دیکھو تو آج پھولوں کو کیا ہو گیا ہے۔ میرے ہاتھوں میں چُبھ گئے ہیں۔ پہلے یہ کیسے نرم تھے۔ مگر اب تو لوہے کی طرح سخت ہو گئے ہیں ؞

مایا داس نے ہنس کر جواب دیا۔ بیٹی! اب یہ سونے کے پھُول ہیں۔ ان کی قیمت بڑھ گئی ہے ؞

"نہیں۔ مجھے وہی پھُول منگوا دیجئے۔ میں یہ سونے کے پھُول نہیں چاہتی" ؞

مایا داس نے پیار سے منورما کو گود میں لے لیا اور اس کے ماتھے پر ایک پُر محبّت بوسہ دیا۔ مگر یکایک چلّا کر پیچھے ہٹ گیا۔ منورما بھی سونے کا بُت بن چکی تھی ؞

اب وہ نہ حرکت کرتی تھی۔ نہ بولتی تھی۔ بالکل جیسے اُس میں زندگی نہ ہو۔ مایا داس نے اُسے بار بار بُلایا۔ مگر اب وہ کیسے بول سکتی تھی۔ جان ہوتی تو بولتی۔ وہ تو سونے کا بُت بن گئی ؞

مایا داس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ سوچنے لگا۔

کیا یہ طاقت مُصیبت ثابت ہوگی۔ اور میں روٹی کے ایک ٹکڑے اور پانی کے ایک گھونٹ کے لئے ترس ترس کر مرونگا؟

(۵)

شام کا وقت وہی دیوتا پھر مایا داس کے سامنے تھا۔ مگر اس وقت مایاداس کی وہ حالت نہ تھی۔ جو کل تھی۔ دیوتا نے پُوچھا "تمہاری خواہش پُوری ہوگئی"

"ہاں مگر....."

دیوتا نے ہنس کر پُوچھا "مگر کیا۔ کیا اب بھی تم کچھ اور مانگتے ہو؟"

"صرف یہ کہ یہ طاقت مجھ سے واپس لے لو"۔

"واپس لے لوں۔ کیوں؟ کیا تم دُنیا بھر میں سب سے زیادہ امیر نہیں بننا چاہتے؟"

"مگر یہ امیری تو مُصیبت ہوگئی ہے۔ میں صُبح سے بھُوکا ہُوں میری لڑکی سونے کا بُت بن گئی۔ میں یہ طاقت نہیں چاہتا۔ اُسے واپس لے لو اور میری تمام دولت بھی مجھ سے لے لو۔ مگر یہ اجازت دو۔ کہ روٹی کھا سکوں۔ پانی کا پیالہ پی سکوں۔ اور اپنی پیاری بیٹی کو پیار سے گلے لگا سکوں۔ میں اور کچھ نہیں چاہتا"۔

دیوتا نے پُوچھا "سونے کا پہاڑ نہیں چاہتے؟"

"اسے چُولھے میں ڈالو۔ پرماتما کے لئے مجھ سے اپنی طاقت واپس لے لو۔ اب مَیں جان گیا ہُوں۔ کہ سچّی خوشی اِس سونے میں نہیں ہے"۔

دیوتا نے جواب دیا۔ تمہارے باغ میں ایک چشمہ ہے۔ اُس میں جاکر نہاؤ۔ تم اصلی حالت پر آجاؤ گے۔ اس کے بعد اُس میں سے ایک لوٹا بھر کر جِس جِس چیز پر چِھڑکو گے وہ اپنی اصلی حالت پر آ جائیگی"۔

(۱۸)

مایا داس دوڑتا ہُوا چشمے پر گیا۔ اور خُوب نہایا۔ اِس کے بعد اُس نے تجربہ کرنے کی غرض سے ایک پتھّر کو چھُوا۔ اور اُسے کیسی خوشی حاصل ہوئی جب اُس نے دیکھا۔ کہ اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ اِس کے بعد اُس نے ایک گھڑا پانی سے بھرا اور اُسے درختوں پر چِھڑکنے لگا۔ وہ اصلی حالت پر آتے گئے۔ صُبح وہ اُنہیں سونے کے بنا کر خوش ہُوا تھا۔ اِس وقت اُنہیں پِھر اُن کی اصلی حالت میں واپس آتے دیکھ کر اُس سے بھی زیادہ خوش ہُوا۔ مگر ابھی اس کی لڑکی باقی تھی۔ وہ دوڑتا ہُوا اس کے پاس پہنچا۔ اور سارا گھڑا اُس پر اُنڈیل دیا۔

فوراً سونے کے بُت نے حرکت کی۔ اَور منورما کے یہ الفاظ مایا داس نے سُنے "یہ کیا کر رہے ہو۔ میرے کپڑے بھیگ گئے ہیں"۔

مایا داس نے محبّت سے اُسے گلے لگا لیا۔ اَور کہا۔ بیٹی! تمہارے پھُول پھر پہلے سے بن گئے ہیں منورَما تالیاں بجاتی ہوئی باغ کی طرف دوڑی ۔

## سوالات

ا۔ راجہ مایا داس کِس طرح کا آدمی تھا۔ اَور ہر وقت اس کو کیا خواہش رہتی تھی ؟

۲۔ اجنبی کون تھا۔ جو مایا داس کے تہ خانے میں آ گیا تھا۔ اَور اجنبی اَور مایا داس کے درمیان پہلی دفعہ جو گفتگو ہوئی۔ اُس کو اپنے لفظوں میں بیان کرو ؟

۳۔ مایا داس نے جو خواہش دیوتا سے پہلے مانگی تھی۔ اس کو واپس لینے کے لئے کیوں دیوتا سے درخواست کی ؟

۴۔ سبقِ بالا کی مدد سے بتاؤ کہ اصلی خوشی کِس میں ہے ؟

۵۔ "ہو جاتا تھا" کونسا فعل ہے۔ رہنا مصدر سے اس فعل کی پُوری گردان کرو ؟

# ۱۹- اپنا گھر

اِقامت جنّت صداقت قناعت نکہت

حوادث رفعت مُثمر قصر

دُنیا میں اگر مسکنِ راحت ہے تو گھر ہے
ممکن جو کوئی جائے مسرّت ہے تو گھر ہے
درخُورِ تمنّائے اِقامت ہے تو گھر ہے
اس دارِ فنا میں کوئی جنّت ہے تو گھر ہے
در ہوتے ہیں وا اس کے بصد جوشِ محبّت
زیبا ہے جو کہیے اُنہیں آغوشِ محبّت

گھر کانِ مسرّت ہے محبّت کے اثر سے
ایوانِ سعادت ہے صداقت کے اثر سے
سرمایۂ دولت ہے قناعت کے اثر سے
ہمپایۂ جنّت ہے یہ راحت کے اثر سے
گھر ساحلِ دریائے حوادث ہے جہاں میں
رہتا ہے یہیں آ کے بشر امن و اماں میں

گو عالمِ گلزار ہو ہر سمت سفر میں
گُلگشت کا سودا ہو سمایا ہُوا سر میں

کانٹا سا مگر ایک کھٹکتا ہے جگر میں !
گھر دل میں جو رہتا ہے تو دل رہتا ہے گھر میں

ضبطِ دلِ ناکام کا چارا نہیں رہتا !
مدّت جو گزر جائے تو یارا نہیں رہتا !

وحشت سے جو گھر میں کبھی کھجلاتے ہیں تلوے
کانٹوں کے لئے گھر سے نکلواتے ہیں تلوے
جب ہوتے ہیں چھلنی تو مزا پاتے ہیں تلوے
پھر خیر سے خود راہ پہ آ جاتے ہیں تلوے

دِل تنگ کئے دیتی ہے صحراؤں کی وُسعت
خود گھر پہ سکڑتی ہے تمنّاؤں کی وُسعت

تسکینِ طلبوں کے لئے گھر دارِ سکوں ہے
رم گھر سے جو کرتا ہے گرفتارِ جنوں ہے
نیرنگِ سفر مُشمرِ آزارِ فزوں ہے
آوارگیٔ دشتِ سفر کارِ زبوں ہے

نقشہ سا کھچا رہتا ہے گھر کا جو نظر میں
ہوتا ہے یہی باعثِ آرامِ سفر میں

کتنا ہی غریبانہ ہو بیکار نہیں ہے !
گھر رفعتِ بام و در و دیوار نہیں ہے
کچّا ہو کہ خس پوش ہو کچھ عار نہیں ہے !
پستی سے کوئی گھر کی نگونسار نہیں ہے

ہو قصرِ شہنشاہ کہ درویش کا چھپّر

دونوں ہیں بحیثیت کاشانہ برابر

بستا ہُوا گھر رحمتِ باری کا نشاں ہے
افلاک سے ہر دم برکت جلوہ کناں ہے
نکہتِ گُلِ اُلفت کی وہاں عِطر فشاں ہے
ہے گُلشنِ شاداب کہ بے نقصِ خزاں ہے

یا رب رہے آباد زمانے میں گھر ایسا
ناکام زمانہ ہو مِٹانے میں گھر ایسا

## سوالات

۱۔ نظم بالا کی مدد سے "اپنا گھر" کا مطلب آسان اُردو میں بتاؤ؟

۲۔ بتاؤ۔ کہ شاعر نے گھر کو کِن کِن چیزوں سے تشبیہ دی ہے؟

۳۔ "توے کُھلانا۔ راہ پر آجانا۔ کانٹا سا کھٹکنا" کا مطلب بتاؤ اور اُن کو اپنے فقروں میں استعمال کرو؟

۴۔ نظمِ بالا سے اسم ظرف الگ کرو؟

# ۲۰- نیک دِل شہزادہ

معصُوم　مرہم　بیتاب　پیشین گوئی

تصفیہ　متانت　مُخاطب

(۱)

شام کا وقت تھا "کپل وستو" کے شاہی محل میں دو لڑکے تیر کمان لئے کھیل رہے تھے۔ ان میں سے ایک کا نام دیودت تھا۔ دوسرے کا سدھارتھ دونو راجکمار تھے۔ اور دونو کے چہروں سے شاہی شان و شوکت ظاہر ہو رہی تھی۔ یکایک دیودت نے تیر کمان میں جوڑا اور آسمان میں اُڑنے والے راج ہنسوں پر چھوڑ دیا۔ سدھارتھ رحم دل شہزادہ تھا۔ اُس کا کلیجہ دھڑکنے لگا۔ مگر دیودت کو اُس کی پروا نہ تھی۔ اُس کے تیر نے ایک ہنس کو زخمی کر دیا۔ اور وہ تڑپتا ہُوا زمین پر گرا۔ سدھارتھ کی خُوبصورت آنکھوں سے پانی کے قطرے بہنے لگے۔ اور اُس نے دوڑکر ہنس کو گود میں لے لیا۔ مگر وہ سخت زخمی تھا۔

اَور اُس کے زندہ بچنے کی کوئی اُمیّد نہ تھی ÷

دیودت کھیل کُود میں مصرُوف ہو گیا۔ اَور اُسے خیال تک نہ رہا۔ کہ مَیں نے ایک معصُوم پرندے کو بغیر کِسی وجہ کے زخمی کر دیا ہَے۔ مگر سدّھارتھ اُسے لے کر شاہی حکیم کے پاس پُہنچا۔ اَور بولا۔ "اس کے زخم پر مرہم لگا دیجئے۔ یہ بہت بیتاب ہو رہا ہَے"÷

حکیم شہزادہ کی اِس ہمدردی پر بہت خوش ہُوا۔ اَور اُس نے دوزانو ہو کر پیشینگوئی کی۔ کہ "اے شہزادے! تُو کِسی دِن دُنیا میں آفتاب کی طرح چمکیگا"÷

(۲)

تین چار دن تک سدّھارتھ ہنس کی مرہم پٹّی کرتا رہا۔ اَور کھیل کُود سب کُچھ بھُول گیا۔ اُسے صرف ایک خیال تھا۔ کہ کِسی طرح یہ ہنس بچ جائے اُسے تڑپتے دیکھ کر وہ خود اِس طرح بیتاب ہو جاتا تھا۔ گویا ہنس کی بجائے وہ خود زخمی ہو رہا ہَے۔ آخرکار اس کی آرزُو پُوری ہو گئی۔ راج ہنس کے زخم بھر گئے۔ مگر وہ ابھی اُڑنے کے قابل نہ ہُوا تھا۔ کہ دیودت نے سامنے آکر کہا "سدّھارتھ! یہ پرندہ تو میرا ہَے۔ تم اِسے کہاں لئے پھرتے

ہو ؟"

سدھارتھ نے راج ہنس کو گلے سے چمٹا لیا۔ اور جواب دیا "نہیں تمہارا نہیں۔ میں اسے تمہارے حوالے کبھی نہ کرونگا +

دیودت۔ کیوں نہ کروگے۔ میں مہاراج سے شکایت کر دُونگا۔ کیا پھر بھی نہ دوگے ؟

سدھارتھ "پھر بھی نہیں دُونگا"+

(۳)

دیودت نے اُسی وقت دربار میں پہنچ کر مہاراج شدھودن سے شکایت کر دی +

اتنے میں سدھارتھ بھی دربار میں آگیا۔ راج ہنس اُس وقت بھی اُس کے سینے سے چمٹا ہُوا تھا۔ اور سدھارتھ اُس کی گردن پر پیار سے آہستہ آہستہ ہاتھ پھیر رہا تھا +

مہاراج ایک پرندے کے ساتھ بیٹے کی اِس محبت کو دیکھ کر پھُولا نہ سمایا۔ لیکن دیودت بھی اُس کا رشتہ دار تھا۔ اِس لئے اُسے آسانی سے نہ ٹال سکا۔ مقدّمہ کا دربار میں تصفیہ کرنا لازمی ہو گیا تھا۔ اُس نے مُسکرا کر سدھارتھ سے کہا۔ "بیٹا! سچ سچ بتاؤ۔ یہ راج ہنس کِس کا ہے ؟"

سدھارتھ نے نہایت متانت سے جواب دیا۔

"میرا" ÷ دیودت نے چلّا کر کہا "جھوٹ بولتا ہے۔ یہ راج ہنس میرا ہے" ÷

مہاراج نے پُوچھا "کِس طرح ؟"

دیودت۔ یہ راج ہنس آسمان میں اُڑا چلا جا رہا تھا۔ مَیں نے اس کے تیر مارا۔ یہ زخمی ہوکر زمین پر گر گیا۔ اِس لئے اِس پر میرا حق ہے۔ اس سے پُوچھئے یہ ٹھیک ہے یا نہیں ؟"

سدھارتھ "یہ دُرست ہے" ÷

مہاراج "تو پھر یہ ہنس تمہارا کیسے ہو گیا ؟"

سدھارتھ۔ مہاراج ! دیودت نے اِسے زخمی کر دیا تھا۔ اگر مَیں اس کی خبر گیری نہ کرتا۔ تو یہ ضرور مر چکا ہوتا۔ اِس لئے دیودت کا حق اِس پر اُس وقت تھا۔ جب یہ زخموں سے تڑپ رہا تھا۔ مگر مَیں نے اُسے تندرست کر دیا ہے۔ اب اس پر میرا حق ہے۔ دیودت کا نہیں ÷

مہاراج حیران تھے۔ وہ اِس مقدمہ کا فیصلہ نہ کر سکتے تھے۔ آخر اُن کے گُورو نے آ کر کہا۔ سدھارتھ اور دیودت آمنے سامنے کھڑے ہو جائیں اور درمیان میں ہنس کو چھوڑ دیا جائے۔ وہ جس کے پاس چلا جائے اُس کے حوالے کر دیا جائے ÷

دیودت اور سدھارتھ چند گز کے فاصلے پر کھڑے ہوگئے۔ درمیان میں ہنس چھوڑا گیا۔ وہ اس وقت اِس طرح سہما ہُوا تھا۔ جیسے بِلّی کو دیکھ کر کبُوتر سہم جاتا ہے۔ گُورو جی نے دیودت کو اشارہ کیا اُس نے آگے بڑھ کر ہنس کی طرف دیکھا۔ اور پُچکار کر کہا "آ جا"۔

مگر ہنس نے مُنہ پھیر لیا۔

اِس کے بعد گُورو جی نے سدھارتھ سے کہا۔ "لو بھائی! اب تم بُلا لو۔ اگر تمہارے پاس آ گیا۔ تو تمہارا۔ ورنہ کسی کا بھی نہیں"۔

سدھارتھ مُسکراتا ہُوا آگے بڑھا۔ اور ہنس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کھڑا ہو گیا۔ اس وقت بھی اس کی نگاہوں میں وہی محبّت بھری ہوئی تھی ہنس نے اُن زندگی بخشنے والی نگاہوں کو فوراً پہچان لیا۔ اور زخمی پروں کو پھڑ پھڑاتے ہوئے سدھارتھ کی طرف بڑھا۔

دربار میں شور مچ گیا۔ سدھارتھ کی خوشی کا ٹھکانا نہ تھا۔ ہنس اُسے مِل گیا۔ اور وہ اُس کی مرہم پٹّی میں پھر اُسی طرح مصروف ہو گیا۔

(۵)

پھر ایک ہفتہ کے بعد راج ہنس بالکل تندرست ہو گیا۔ تو سدھارتھ اُسے لے کر محل کی چھت پر چڑھ گیا۔ اور اُس سے مخاطب ہو کر بولا۔ کہ "اے ہنس میرا دِل تجھے پیار کرتا ہے۔ مَیں چاہتا ہُوں کہ تجھے آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے دُوں۔ لیکن مَیں جانتا ہُوں کہ تُو اپنے بال بچّوں کے لئے اُداس ہو رہا ہے۔ اِس لئے جا اور اُن کے ساتھ ہنس کھیل کر زندگی کے دِن گزار۔ لیکن پھر کبھی شہر کی طرف نہ آنا ورنہ پھر کوئی شکاری بچّہ تجھے زخمی کر دیگا"۔

یہ کہتے کہتے راج ہنس کو اُڑا دیا۔ مہاراجہ شدھودن یہ دیکھ رہے تھے۔ اُن کی آنکھوں میں آنسُو آ گئے۔ اُنہوں نے محبّت سے بیٹے کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ اور کہا "بیٹا! تُو کِسی دن بڑا آدمی بنے گا"۔

اور یہ سچ ہُوا۔ کیونکہ آخر میں وہی سدھارتھ گوتم بُدھ کے نام سے مشہور ہُوا۔ اور اس نے دُنیا میں ایک نیا مذہب قائم کیا۔ جو اُسی کے نام سے بُدھ مذہب کہلاتا ہے۔

# سوالات

۱- دیودت نے راج ہنس کے ساتھ کیا سلوک کیا- اور سدھارتھ نے کیا کیا؟
۲- راج ہنس کی بابت جب مقدمہ پیش ہُوا- تو اس کا فیصلہ کس طرح ہُوا؟
۳- سدھارتھ نے راج ہنس کے ساتھ اخیر پر کیا سُلوک کیا؟
۴- "چلا جا رہا تھا" کونسا فعل ہے- اِس کے بنانے کا قاعدہ بتاؤ- اور مصدر پھرنا سے اسی فعل کی پُوری گردان کرو ÷

---

# ۲۱- سپُوت

خدنگ جُرأت لختِ جگر فُرقت ہیبولاک

کردگار رِصلے- لِلّٰہ عارِض شمائل

آتا ہے ہند سے تو اے نوجواں سپاہی
مجھ کو بھی کچھ بتا جا رکھے تجھے اِلٰہی
اُنیسویں کی پلٹن ہے اک وہاں بہادر

جس کا ہر اِک سپاہی مشہور ہے دِلاور
کچھ اُن کا حال کہنا اور مجھ کو یہ بتانا
کیا ہیں وہ سب سلامت اور خُرّم و توانا
بیٹا مِرا ہے اُن میں۔ میرا عزیز بیٹا
جس کی ہے سب سے بڑھ کر دُنیا میں مجھ کو پروا
اِحساں کریگا ماں پر اُس کی خبر سُنا کر
لے رانڈ کی دُعائیں اُس کی خبر سُنا کر
آتا ہُوں ہند سے مَیں۔ موجود جنگ میں تھا
حِصّہ مِرا بھی اُس جا تیر و خدنگ میں تھا
اُنیسویں کی پلٹن کو خُوب جانتا ہُوں!!
اُس کے سپاہیوں کی جُرأت کو مانتا ہُوں
افسر ہوں یا سپاہی سب سے ہُوں مَیں شناسا
ہمراہیوں سے اپنے ہر اِک ہے دوست میرا
لایا پیام ہُوں اِک تیرے لئے بڑی ماں
رابرٹ کا تیرے پیغام اب تو خوش ہو بڑی ماں
رابرٹ کو میرے تم کیا پہچانتے ہو بیٹا؟
سچ سچ بتانا جو کچھ تم جانتے ہو بیٹا!
اَے نیک خُو سپاہی اُس کا پیام کیا تھا؟
کہنا اُسی کے الفاظ اس کا کلام کیا تھا؟
ہائے وہ لفظ کہنا جو اُس کے مُنہ سے نکلے
لختِ جگر کے میرے جو اپنے مُنہ سے نکلے

تجھ کو خبر نہیں وہ کیسا مجھے ہے پیارا
اپنی ضعیف ماں کی ہے آنکھ کا وہ تارا
فرقت میں اُس کی ماں کا کیا حال ہو رہا ہے
یہ دل مرا غموں سے پامال ہو رہا ہے
ہیولاک کی لڑائی اس نے لڑی ہے ساری
دُشمن پہ وار سارے اس کے ہوئے ہیں کاری
دو بار لکھنؤ پر وہ چڑھ کے خوب اڑا ہے
تلوار سے لڑا ہے اور توپ سے لڑا ہے
کر شکر اُس خدا کا جس نے اُسے بچایا
ہر معرکے میں اُس پر حق کا رہا ہے سایا
صد شکر یا الٰہی! طاقت نہیں بیاں کی
تو نے سُنی دعائیں اُس کی غریب ماں کی
اے دو جہاں کے مالک اے کردگار میرے
اِس رانڈ ناتواں کی سُن لی نثار تیرے
گولے کی زد سے روکا تلوار سے بچایا
اپنے کرم کا نقشہ دل پر مرے جمایا
پر ہاں مجھے بتا دے پیغام اس کا کیا تھا
اپنی ضعیف ماں کو کہنے کو کیا کہا تھا
"اے ماں! بہادری سے تیرا لڑا ہے بیٹا
اور ہر زباں پہ اُس کا پھیلا ہُوا ہے چرچا
کرنل کی جاں کو اُس نے رن میں بچا لیا تھا

سرکار میں یہ قصّہ سارا لکھا گیا تھا
اِس کے صلے میں اُس کو تمغہ عطا ہُوا ہے
زاید براں وظیفہ اُس کو دیا گیا ہے
ہے خوش نصیب لڑکا تیرا بہت بڑی ماں
خوش قسمتی کا اس کی تارا رہے درخشاں"
اَے نیک دل سپاہی تیری زباں پہ رحمت
جس خانداں سے ہے تُو اُس خانداں پہ رحمت
اے پیارے مرنے والے تُو کاش آج ہوتا
اس میرے جھونپڑے میں کیا رنگ راج ہوتا
دُکھ درد جو سہے تھے سب محو ہو گئے ہیں
سالوں کے رنج و غم کو یہ لفظ دھو گئے ہیں
پر ہاں ابھی تو باقی کچھ پُوچھنا تھا تم سے
حالت تھی اس کی کیسی اَور کیا کہا تھا تم سے
رابرٹ کا حال کیا تھا۔ اَور رنگ و رُوپ کیا تھا
لِلّٰہ مجھے بتا دو۔ تم سے جو کچھ کہا تھا
سُرخی سے اس کی رنگت تانبا سی ہو رہی ہے
ڈاڑھی نکل کے خوبی عارض کی کھو رہی ہے
ایسا بدل گیا ہے وہ نازنیں شمائل
پہچان اس کی امّاں تم کو بھی ہو گی مُشکل
مردِ جواں کیا ہے ہم نے تمہارا بچّہ!!
دل اس کا پر وہی ہے ہرگز نہیں ہے بدلا

رکھتا ہَے یاد تُجھ کو کرتا ہَے تیری باتیں
اَور جانتا نہیں ہَے وہ ایسی ویسی باتیں
لیکن جہاز اس کا سمجھو لگا کنارے
جلدی ہی خود ملیگا وہ آ کے تم کو بارے
سچ مُچ وہ آ رہا ہَے سچ مُچ ملے گا مُجھ کو؟
کب میرا پیارا ننّھا دیدار دے گا مُجھ کو؟
تم نے کہا ہَے جلدی آیا وہ چاہتا ہَے
جھُوٹا نہیں یَں امّاں سچ مُچ وہ آچُکا ہَے
"او میرے پیارے رابرٹ! امّاں تمہاری واری"
"او ماں! مَیں تیرے قُرباں - حق نے سُنی ہماری"

# سوالات

۱- نظمِ بالا کی مدد سے بتاؤ- کہ سپُوت کے کیا معنی ہَیں ؟
۲- رابرٹ اور ہیولاک کون تھے ؟
۳- اِس شعر کا مطلب بتاؤ:-

سُرخی سے اُس کی رنگت تانبا سی ہو رہی ہے
ڈاڑھی نِکل کے خُوبی عارض کی کھو رہی ہَے

۴- رکھّے- بتانا- کہنا- جانتے ہو- نکلے- قواعد کی رُو سے کون کون سے کلمے ہَیں ؟

# ۲۲- حُبّ الوطنی

جمہوری حکومت پرخاش جاگزین عصمت
عجلت مجمع الوداع طفیل مجتمع مشتعل

(۱)

روم میں جمہوری حکومت کو قائم ہوئے عرصہ نہیں ہُوا تھا۔ کہ شاہی خاندان لوگوں کو برسرِ پرخاش دیکھ کر اٹلی میں جاگزین ہُوا۔ اِس طرح روم میں جمہوری سلطنت قائم ہوگئی۔ اور روم امن و چین کی زندگی بسر کرنے لگا۔ کہ اتنے میں شاہی خاندان سکنوں سے مدد حاصل کرکے روم پر حملہ آور ہُوا۔ اور دریائے ٹائبر سے کچھ فاصلہ پر خیمے ڈال دِئے ۔

اہالیانِ روم کو جب اچانک یہ خبر مِلتی ہے تو سب لوگ گھبرا اُٹھتے ہیں۔ اور اُن کو موقع نہیں مِلتا۔ کہ بادشاہ کے مقابلہ کے لئے تیاریاں کرسکیں "نہ راہِ رفتن نہ جائے ماندن" والا معاملہ ہے۔ آخر جلدی سے شہر میں اِس واقعہ کی مُنادی کرائی جاتی ہے اور شہر کا ایک ایک ہتھیار بند بِلا تمیز

اس کے کہ وہ بچّہ ہَے یا بُوڑھا۔ امیر ہَے یا غریب۔ تعلیم یافتہ ہَے یا جاہل شہر سے باہر نکل کر دریائے ٹائبر کے اس پار پُل کے سامنے جا کھڑا ہوتا ہَے۔ اَور ہر ایک بہادر حُبّ الوطنی کے جوش میں بھرا ہُوا کٹ مرنے کو آمادہ نظر آتا ہَے۔ مگر پھر بھی ایک قسم کی بد دِلی ہَے۔ جو ہر ایک کے چہرہ سے ظاہر ہوتی ہَے۔ کوئی تجویز سمجھ میں نہیں آتی۔ جس سے دُشمن کو روکا جائے۔ کِسی کا دماغ کام نہیں کرتا۔ اِسی اثناء میں اچانک ایک طرف سے کچھ آواز آتی ہَے۔ سب کی نگاہیں اِس طرف مُڑ جاتی ہیں۔ اَور ہمہ تن گوش ہو کر سُننے لگ جاتے ہیں ؛

"دوستو۔ عزیزو! اب سرگوشیاں کرنے کا موقعہ نہیں رہا۔ آؤ۔ جسے اپنی جان کی نسبت اپنی قوم زیادہ پیاری ہَے۔ اَور اپنی ماؤں۔ بہنوں اَور بیٹیوں کی عِصمت پیاری ہَے۔ آؤ۔ میرے ساتھ وہ دو شخص آئیں۔ جِن کو اپنے مُلک سے محبّت ہَے۔ پُل بالکل تنگ ہَے۔ اَور اِس پر سے صرف دو شخص ایک وقت میں گُذر سکتے ہیں۔ پس تین بہادر شخص دشمن کو اتنے عرصہ تک اُس پار روک سکتے ہیں۔ جب تک کہ باقی لوگ پُل کو درمیان میں سے توڑ دیں +

یہ ایک ایسے شخص کی آواز تھی۔ جِس کو بہت

کم لوگ جانتے تھے۔ جس کا نام ہوریشس تھا۔ بولنے والا خاموش ہُوا۔ اور چاروں طرف سے "واہ واہ" کے نعرے بلند ہوئے۔ مگر کوئی بھی دیدہ و دانستہ مَوت کے مُنہ میں پڑنا پسند نہ کرتا تھا۔ ہوریشس نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے پھر کہا:۔

"آہ! مَیں سمجھتا تھا۔ کہ کوئی نہ کوئی ضرور نکلیگا مگر افسوس! اے روم! تیرے باشندوں کے دِلوں میں تیرے لئے کچھ بھی محبّت نہیں رہی۔ لیکن یہ کوئی نہ کہے۔ کہ روم دُشمن کے حوالے کیا گیا۔ اور اس کی حفاظت میں کوئی تلوار نہیں اُٹھی۔ دوستو! لو تمہارا فدائی اکیلا ہی چلتا ہَے۔ اور اُسے یقین ہَے۔ کہ وہ دُشمن کو بزورِ شمشیر اس وقت تک دریا سے گزرنے نہ دیگا۔ جب تک کہ تم پُل کو توڑ نہ لوگے۔ لو اب حوصلہ اور عجلت سے پُل کو توڑنے میں مصروف ہو جاؤ"۔

اِن لفظوں نے لوگوں کے دِلوں پر بجلی کا کام کیا اور تقریر ختم ہوتے ہی دو بہادر مجمع سے نِکل پڑے اِس طرح تین بہادروں کا یہ مُختصر سا دستہ شاہی فوج کے مُقابلہ کے لئے پُل پر سے آگے کی طرف بڑھا:۔

شاہی فوج آگے بڑھتی آتی ہَے۔ اور جب پُل کے

قریب آکر۔ تین آدمیوں کو کھڑا دیکھتی ہے۔ تو اُن کو یقین ہو جاتا ہے۔ کہ یہ صُلح کی نیّت سے آئے ہوئے ہیں۔ یہ خیال کر کے شاہی فوج کا کمانڈر ایک آدمی کو اُن سے دریافت کرنے کے لئے آگے روانہ کرتا ہے۔ ہوریشس لے اُسے آگے آتے دیکھ کر پہلے ہی وار میں اُس کا کام تمام کر دیا۔ اپنے سپاہی کو اِس طرح مرتے دیکھ کر شاہی فوج کے غُصّہ کی کوئی اِنتہا نہ رہی۔ اور وہ اُن تین جاں نثاروں پر پل پڑی۔ لیکن پُل تنگ ہونے کی وجہ سے ایک وقت میں دو سے زیادہ آدمی آ نہیں سکتے تھے۔ جن کا سر ہوریشس اور اِس کے ساتھیوں کی شمشیر کی طفیل آگے بڑھتے ہی اُڑ جاتا تھا۔ ہوریشس کی تلوار میں آج غضب کی پھُرتی تھی۔ کہ اِتنے میں پیچھے سے آواز آئی "ہوریشس! ہوریشس!! آ جاؤ۔ تمہارا کام ہو گیا۔ پُل اب ٹوٹنے والا ہے آ جاؤ۔ آ جاؤ"۔

بہادر نے پھر کر دیکھا۔ تو پُل سچ مُچ ٹوٹنے والا تھا۔ لیکن دِل میں پھر بھی ایک قِسم کا شک تھا۔ مگر ساتھی موقع دیکھ کر واپس بھاگ گئے۔ لیکن ہوریشس کی غیرت نے منظور نہ کیا۔ کہ اس حالت میں جبکہ ابھی کچھ نہ کچھ حصّہ پُل کا باقی

ہے۔ واپس پھرے۔ آخر پُل بالکل توڑ دیا گیا۔ اَور اس طرف ہوریشس دُشمن کے ساتھ اکیلا لڑتا رہا + دُشمن نے ہوریشس کو اکیلا دیکھ کر ایک زور سے حملہ کیا۔ پُل بہادروں کی کثرت سے بھر گیا۔ لیکن ہوریشس کا مُقابلہ ایک وقت میں دو سے زیادہ آدمی نہیں کر سکتے تھے۔ گو اُسے بھی زخم لگ رہے تھے۔ لیکن جدھر اس کی تلوار پھرتی تھی۔ صفائی کرتی چلی جاتی تھی۔ دوست دُشمن حیران تھے۔ کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ کہ تلوار ہے کہ کیا؟ لیکن وہ آخر انسان ہی تو تھا۔ لڑتے لڑتے بازُو سُست پڑنے لگے۔ اَور زخموں سے خُون کے بہاؤ نے جِسم کو کمزور کر دیا۔ اس کا کام ہو چُکا تھا۔ پُل ٹُوٹ چُکا تھا۔ اَور دُشمن ابھی ایک عرصہ تک دریا کو عبُور نہیں کر سکتا تھا۔ بس اس نے زور سے ایک خوشی کا نعرہ مارا کہ "اے پیارے روم الوداع" +

اَور دریا میں کُود پڑا۔ دوست دُشمن سب حیران تھے کہ وہ بہادر جس کی تلوار نے سینکڑوں شجاعوں کو تہِ خاک کیا تھا۔ اِس طرح ہمیشہ کے لئے دریا کی تہ میں بیٹھ گیا۔ لیکن نہیں ٹائبر اِس قدر بے رحم اَور ظالم نہ تھا۔ دریا کی ایک لہر آئی۔

اور بہادر ہوریشس کو کنارے کے قریب اُٹھا کر لے گئی۔ یہ خود بھی بہت بڑا تیراک تھا۔ اِس لئے اُس نے خود بھی جد و جہد کرنی شروع کی۔ اور تھوڑی دیر میں وہ پایاب پانی میں چلنے لگا ✦

روم کے بہادر کو دیکھ کر اہالیانِ روم اس کی طرف دوڑے اور اُسے ہاتھوں ہاتھ اُٹھا کر لے گئے ✦

(۲)

روم کی فوج کو مُجتمع ہونے کا کافی وقت مِل گیا۔ اور ہوریشس کی بے نظیر قُربانی نے روم کو سکسنوں کے ظلم سے بچا لیا۔ اس کے اس دلیرانہ کام نے روم کے ہر ایک باشندہ کے دِل میں حُبِّ وطن کی آگ مُشتعل کر دی۔ اور اُنھوں نے اس زور سے دُشمن پر حملہ کیا۔ کہ حملہ کی تاب نہ لا کر اُنہیں میدان کو چھوڑ کر بھاگتے ہی بنی ✦

آج ہوریشس کا جسم اِس دُنیائے فانی میں موجُود نہیں۔ لیکن اِٹلی کا بچّہ بچّہ اس کے نام کو عزّت سے یاد کرتا ہے ✦

## سوالات

۱۔ ہوریشس نے بچاؤ کی کیا تجویز بتائی ؟

۲- ہوریشس کی تقریر کا لوگوں پر کیا اثر ہُوا ؟
۳- ہوریشس نے حُبّ الوطنی کا کِس طرح نمونہ دِیا اور اس کا انجام کیا ہُوا ؟
۴- ہمیں اس سے کیا سبق لینا چاہئے ؟
۵- نکلیگا - نہ کرتا تھا - چلتا ہَے - ہو جاؤ - توڑ دیا گیا - کون کون سے فعل ہَیں ؟

---

# ۲۳- زلزلہ

بھونچال غفلت زدوں صُورِ اسرافیل
ذوالمنن اِہتمام لرزہ محکُوم قادرِ قدیر

بھونچال کا جو حق نے یہ نقشہ جما دِیا
قُدرت کا اپنی زور جہاں کو دِکھا دِیا
روشن دلوں میں نُور نظر کا بڑھا دیا
غفلت زدوں کو مار کے ٹھوکر جگا دیا
دریا و کوہ و دشت و جبل سب ہلا دِیا
اِک آن میں ہلا دِیا اور پھر تھنبا دِیا
سنہ بارہ سَو اٹھارہ میں یہ واردات تھی
اوّل جمادی بارھویں تاریخ سات تھی

دِن بُدھ کا جُمعرات کی وہ آدھی رات تھی
بھونچال کیا تھا قُدرتِ حق کی یہ بات تھی
دریا و کوہ و دشت و جبل سب ہلا دیا
اِک آن میں ہلا دیا اَور پھر تھنبا دیا

باہم کواڑ لڑ پڑے زنجیریں ہل گئیں!
کڑیاں کڑاک کڑک کے چھتوں سے نکل گئیں
تھمّے ستون کانپے منڈیریں ڈھل گئیں!
دیواریں جھوم جھوم کے پیچھے سے جھل گئیں
دریا و کوہ و دشت و جبل سب ہلا دیا
اِک آن میں ہلا دیا اَور پھر تھنبا دیا

قُدرت کی تیغ کی ہے یہ کچھ آب درددری
کھچتے ہی سب کے پڑ گئی سینوں میں تھرتھری
دارائی کام آئی نہ کچھ یاں سکندری
یک دم میں تھرتھرا گئی سب خشکی و تری
دریا و کوہ و دشت و جبل سب ہلا دیا
اِک آن میں ہلا دیا اَور پھر تھنبا دیا

بھونچال کی دھمک کا وہ سُنتے ہی کھڑکھڑا
جی دھک سے تن میں ہوگیا اَور دم نکل گیا
اَوروں کے دل کی کیا کہوں جانے وہی خُدا
پر میں تو جانا صُورِ سرافیل پُھک گیا
دریا و کوہ و دشت و جبل سب ہلا دیا

اِک آن میں ہلا دیا اور پھر تھمّبا دیا

بھونچال کا تو کہنے کی خاطر ہی نام تھا
یہ زور شور اور کی قُدرت کا کام تھا
احکامِ ذوالمنن کا جہاں اہتمام تھا
یہ لرزہ تو وہاں کا اِک ادنےٰ غُلام تھا

دریا و کوہ و دشت و جبل سب ہلا دِیا
اِک آن میں ہلا دِیا اور پھر تھمّبا دِیا

سجدے کرو خدا کے تئیں یارو دمبدم!
آخر کریم تھا تو کیا اُس نے پھر کرم
باقی تو کچھ رہی نہ تھی پر تھم گئے قدم
ورنہ اسی گھڑی میں نہ پھر تم تھے اور نہ ہم

دریا و کوہ و دشت و جبل سب ہلا دِیا
اِک آن میں ہلا دِیا اور پھر تھمّبا دِیا

بھونچال کیا وہ چاہے تو اک پل کے مارتے
کر ڈالے آسمان و زمیں کو اُوپر تلے
اُڑنے لگیں پہاڑ رُوئی کی طرح پڑے
قادرِ قدیر دم میں جو کچھ چاہے سو کرے

دریا و کوہ و دشت و جبل سب ہلا دِیا!
اِک آن میں ہلا دِیا اور پھر تھمّبا دِیا!

محکوم سب ہیں اُس کے ہے حاکم وہی اِلٰہ
تابِع ہیں اُس کے حکم کے ماہی سے تا بماہ

جب اُس کا حکم آئے تو ہو کون سدِّ راہ
کیا حکم ہے عزیزو! ذرا دیکھو واہ واہ
دریا و کوہ و دشت و جبل سب ہلا دیا!
اِک آن میں ہلا دیا اور پھر تھمبا دیا!

## سوالات

۱۔ نظمِ بالا کی مدد سے بتاؤ۔ کہ سخت بھونچال کب آیا تھا۔ اور کونسا مہینہ۔ اور کیا دن تھا؟
۲۔ بھونچال کے وقت کی حالت بیان کرو؟
۳۔ اِس شعر کا مطلب بتاؤ:۔

باہم کواڑ لڑ پڑے زنجیریں ہل گئیں!
کڑیاں کڑک کڑک کے چھتوں سے نکل گئیں

۴۔ دریا۔ کوہ۔ دشت۔ جبل یہ کیسے اسم ہیں؟

---

# ۲۴۔ مہماں نوازی

مُنادی حقُوق عباسیوں مصاحب
نقاب سکتہ مُحِسن رائیگاں لِللہ

جب بنی اُمیّہ کی سلطنت کا خاتمہ ہُوا۔ اور بنی

عبّاس سلطنت کے مالک ہوئے۔ تو اُن کے سب سے پہلے خلیفہ سفّاح نے اپنے تمام مُلکوں میں اِس بات کی مُنادی کرائی۔ کہ جو لوگ اپنی جانوں کے خوف سے دوسرے مُلکوں میں بھاگ گئے ہیں۔ وہ بِلا خوف اپنے اپنے گھروں میں واپس آجائیں۔ اُن کو کِسی قسم کی تکلیف نہ دی جائیگی۔ اور نہ اُن کے حقوق عبّاسیوں سے کم سمجھے جائینگے +

جب یہ خبر ابراہیم بِن سُلیمان نے سُنی جو اپنی جان کے خوف سے بھاگ کر شام کی طرف چلا گیا تھا۔ اور بڑی مصیبتوں میں اپنی زندگی بسر کر رہا تھا۔ تو اُس نے یہ خیال کیا۔ کہ اِس مصیبت سے تو یہ بہتر ہے۔ کہ مَیں خود خلیفہ کے پاس چلا جاؤں۔ اگر بچ گیا۔ تو خیر ورنہ اِس مصیبت بھری زندگی کا خاتمہ ہو جائیگا اور مَیں ہمیشہ ان پریشانیوں سے نجات پا جاؤنگا +

یہ خیال کرکے وہ خلیفہ (بادشاہ) سفاح کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ بادشاہ نے اُس کی بہت عزّت کی۔ اور اُس سے پُوچھا۔ کہ تم نے اپنے سفر میں جو سب سے زیادہ دلچسپ اور حیرت انگیز بات دیکھی ہو بیان کرو +

ابراہیم بن سلیمان نے کہا۔ کہ جب مَیں اپنی جان کے خوف سے بھاگ کر کُوفہ میں پُہنچا۔ تو وہاں ایک اجنبی ہونے کی حیثیّت سے سخت پریشان تھا۔ اَور یہ خیال کرتا ہُوا چلا جا رہا تھا۔ کہ مَیں یہاں کہاں ٹھہرونگا۔ اَور کہاں سے کھاؤنگا۔ کہ اتنے میں سامنے ایک عالیشان مکان نظر آیا۔ مَیں کچھ سوچ کر اُسی مکان کی طرف بڑھا۔ اَور اُس کی ڈیوڑھی میں جاکر کھڑا ہوگیا۔ ابھی مجھے یہاں کھڑے ہوئے تھوڑی ہی دیر گزری تھی۔ کہ کچھ لوگ روشنی لئے ہوئے مکان میں داخل ہوئے۔ آگے آگے ایک نہایت خُوب صُورت نوجوان تھا۔ اَور پیچھے اُس کے کچھ مصاحِب۔ مَیں نے اُسے صاحبِ خانہ سمجھ کر سلام کِیا۔ اَور ساتھ ہو لیا۔ مکان میں داخل ہوکر یہ نوجوان صحن میں ایک نہایت عمدہ تخت پر بیٹھ گیا۔ اِس کے بیٹھنے کے بعد جب سب مُصاحِب اپنے اپنے قرینے سے چاروں طرف بیٹھ چُکے۔ تو مَیں اِس نوجوان کے سامنے آیا۔ اَور کہا کہ مَیں ایک غریب الوطن مُسافر ہُوں۔ اَور میرا یہاں کوئی جاننے والا نہیں ہے۔ اِس لئے آپ سے اِلتجا ہے۔ کہ خدا کے واسطے مجھے اپنے یہاں پناہ دیجئے ٭

یہ سُن کر اُس نوجوان نے ایک قریب کے کمرے کی طرف مجھے ٹھہرنے کا اشارہ کیا۔ میں اُس سے رُخصت ہوکر اس کمرے میں آیا۔ جس میں نہایت قیمتی فرش بچھا ہُوا تھا۔ اور ہر ضرورت کی چیز موجود تھی۔ میں آرام کرنے کے لئے لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر میں ایک نوکر کھانا لے کر آیا۔ مَیں نے کھانا کھالیا۔ اور خُدا کا شُکر ادا کیا۔ کہ اُس نے مجھے ایک اجنبی مُلک میں ایسے آرام سے رکھّا۔ اِسی طرح مجھے وہاں رہتے ہوئے کئی ہفتے گذر گئے اور کِسی نے کچھ نہ کہا۔ صاحِب خانہ کا قاعدہ تھا۔ کہ وہ روزانہ ایک مرتبہ صُبح کو میری خیریت پُوچھنے کے لئے آیا کرتا۔ اور اس کے بعد گھوڑے پر سوار ہوکر اپنے مصاحبوں کے ساتھ کہیں باہر چلا جاتا۔ اور دوپہر کو نہایت پریشان و خستہ حال واپس آتا۔

ایک دن جب وہ میری خیریت پُوچھنے کے لئے آیا تو مَیں نے اُس سے پُوچھا۔ کہ جناب روزانہ صبح کو کہاں جایا کرتے ہَیں۔ اور وہاں سے جب واپس آتے ہَیں۔ تو اِس قدر پریشان کیوں ہوتے ہَیں؟

اُس نے ایک آہ بھری اور کہا۔ کہ عرصہ ہُوا۔

ایک شخص ابراہیم بن سلیمان نے میرے باپ کو قتل کیا تھا۔ اُسی کی تلاش میں جاتا ہوں۔ لیکن کامیابی نہیں ہوتی +

مَیں اپنا نام اور قتل کا واقعہ سُن کر خوف سے کانپ گیا۔ اور خیال کرنے لگا۔ کہ جس کے ڈر سے مَیں اتنے دنوں تک چُھپا چُھپا اور بھاگا پھرتا رہا۔ آج اُسی کے یہاں مہمان ہُوں۔ میرا دل سفر کی مصیبتوں سے پریشان ہوگیا تھا۔ اور زندگی موت سے بدتر معلوم ہوتی تھی۔ اِس لئے مَیں نے اپنے دِل میں اِرادہ کیا۔ کہ خواہ مَیں قتل ہی کیوں نہ کر دِیا جاؤں۔ لیکن اب یہ راز اور سفر کی مصیبتیں مجھ سے برداشت نہ کی جائینگی۔ یہ خیال کرکے مَیں نے کہا۔ کہ جناب اگر مَیں آپ کے والد کے قاتل کا پتہ بتا دُوں تو آپ خوش ہو جائینگے؟

یہ سُن کر اُس کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا۔ اور میری طرف دیکھتے ہوئے نہایت جوش سے کہا۔ کہ اُس دن مجھے اتنی خوشی ہوگی۔ جتنی ایک آدمی کو دُنیا یا ایک بڑی سلطنت مِل کر ہو سکتی ہے۔ اگر آپ میرے باپ کے قاتل کا پتہ لگا دینگے۔ تو مَیں آپ کا بہت شُکر گذار ہونگا +

مَیں نے کہا۔ نہیں۔ مَیں آپ کو اُس احسان کے

عوض جو آپ نے ایک غریب اور بے پناہ مُسافر کو اپنے یہاں جگہ دے کر کیا ہے۔ اور یہ کہہ کر مَیں نے اپنے مُنہ پر پڑی ہوئی نقاب جس سے مَیں نے اپنا حُلیہ بدل دِیا تھا۔ اُتار ڈالی۔ اور کہا کہ لیجئے آپ کے باپ کا قاتل آپ کے سامنے ہے ۔

میری صُورت دیکھ کر اُس نوجوان پر ایک سکتہ سا طاری ہو گیا۔ اور گھبرا کر کہنے لگا۔ کہ ہاں تمہاری صُورت تو ابراہیم سلیمان سے ضرُور مِلتی جُلتی ہے لیکن مُجھے سچ سچ بتاؤ۔ کہ کیا وہ ابراہیم بِن سلیمان تم ہی ہو۔ جس نے میرے باپ کو قتل کِیا تھا؟

مَیں نے نہایت سُست لہجے میں کہا۔ کہ اے میرے مُحسِن! وہ بدقِسمت مَیں ہی ہُوں۔ لِللہ مجُھے قتل کر دیجئے۔ تاکہ مَیں سفر اور خوف کی اس مصیبت سے نجات پا جاؤں اور آپ کو جس نے اتنی شفقت کے ساتھ میری مہمانداری کی ہے۔ اپنی جان دے کر خوش کر سکُوں ۔

نوجوان نے نہایت حسرت بھرے لہجے میں کہا۔ کہ افسوس آج میری محنت رائگان ہوگئی۔ اگر تُو میرا مہمان نہ ہوتا۔ اور تُجھ کو اپنے گھر میں پناہ نہ دی ہوتی۔ تو یقیناً اِسی وقت تیری گردن اُڑا دیتا۔ مگر مجبُور ہُوں۔ کہ مَیں تُجھے اپنے یہاں پناہ دے چُکا

ہُوں۔ پناہ میں آنے والے کو قتل کرنا شرافت کے خلاف ہَے۔ اِس لئے یہی بہتر ہَے۔ کہ تُو فوراً یہاں سے کہیں دُور چلا جائے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا خیال پھر تیری طرف سے بدل جائے۔ اَور انتقام کے جوش میں تجھے قتل کر ڈالوں۔ یہ کہہ کر اُس نے مجھے سفر خرچ کے لئے پانچ سَو اشرفیاں دیں۔ جنہیں لے کر مَیں اُسے ہزاروں دُعائیں دیتا ہُوا اَور اُس کی مہماں نوازی پر حیرت کرتا ہُوا وہاں سے چلا آیا +

## سوالات

۱۔ ابراہیم بِن سلیمان نے مہماں نوازی کی جو کہانی بادشاہ کو سُنائی۔ اس کو اپنے لفظوں میں بیان کرو ؟

۲۔ جِس کو پناہ دی ہوئی ہو۔ اُس کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہئے ؟

۳۔ عباسیوں سے کیا مُراد ہَے ؟

۴۔ مُنادی کرائی۔ زندگی بسر کرنا۔ نجات پانا۔ صاحبِ خانہ خستہ حال۔ ان کے معنی بتاؤ۔ اَور ان کو اپنے فقروں میں استعمال کرو +

۵۔ اِس سبق سے اسم ظرف الگ کرو +

# ۲۵۔ رونقِ بارش

ترشّح برق اولتی تارِ سیمیں ارگن
لَے غسل گُلعذار طیور

جو سُوکھی زمیں پر ترشّح ہُوا!!
نکلتی ہے بُو سوندھی سوندھی سی کیا
گرجتے ہیں بادل چمکتی ہے برق!
ہُوا صحن کا صحن پانی میں غرق
گئی نیند اُچٹ پانی کے شور سے
بہی جاتی ہیں نالیاں زور سے
ٹپکتی ہے بنگلے کی وہ اولتی!!
کہ ہے تارِ سیمیں کی چلمن پڑی
ہوا زور سے چلتی ہے بار بار
پہنچتی ہے کمروں کے اندر پھہار
بنا ہے جو وہ ٹین کا سائباں!
ہے اس وقت ارگن کا اس پر گماں
عجب لَے سے پانی برستا ہے آج
کہ زاہد بھی مے کو ترستا ہے آج

چٹانوں پہ کیا لُطفِ نظّارہ ہے
کہ جو بُوند ہے ایک فوّارہ ہے
صبا کے طپانچے جو کھائے ہیں آج
تو پودے سروں کو جُھکائے ہیں آج
چلی آتی ہے بدلیوں کی قطار!
ہوا کے ہیں گھوڑے پہ بادل سوار
دُھواں دھار اس وقت چھایا ہے ابر
فلک پر سیہ مست آیا ہے ابر
اُٹھی شاخِ گُل سبزہ کو چُوم کر
برستی ہے کیا کیا گھٹا جھوم کر
ہیں آراستہ سبز پوشانِ باغ
ہُوا غُسل سے ہر شجر کو فراغ
یکایک رُکی بُوند ٹھہری ہوا
نظر آتی ہے اور ہی کچھ فضا
ترو تازہ ہر نخل ہے شاد کام
لبالب ہیں پانی سے تھالے تمام
وہ باغوں میں جھولے پڑے بیشمار
وہ ساون بھی گانے لگے گلعذار
وہ آموں کے اشجار پر سامنے!
کوئی کُوکتا ہے بڑے زور سے
یہ ہے اِس صدا کا اثر کان پر

کہ دِل ٹوٹ جاتا ہے ہر تان پر
اِدھر کہہ رہا ہے کوئی "پی کہاں"!
سُنا یہ تو قابُو میں پھر جی کہاں
کہیں کوئی چلّا رہا ہے کہ ہاں !!
ذرا دیکھنا اِس گھڑی کا سماں
پروں کو سمیٹے ہوئے وہ طیُور
درختوں پہ بیٹھے ہیں کیا دُور دُور

## سوالات

۱۔ نظمِ بالا کی مدد سے بارش ہونے کے وقت کا نقشہ اپنے الفاظ میں کھینچو؟

۲۔ اس کا مطلب بتاؤ؟

اُٹھی شاخِ گُل سبزہ کو چُوم کر
برستی ہے کیا کیا گھٹا جھُوم کر

۳۔ "ترشح۔ برق۔ صحن کا صحن۔ ارگن۔ مے" کے معنی بتاؤ۔ اور ان کو اپنے فقروں میں استعمال کرو؟

۴۔ پانچویں شعر کی نثر بناؤ۔

۵۔ اِس نظم سے فعل حال چُنو۔

# ۲۶۔ کِنگ لیئر

منجھلی فرائض قاصِر گوشۂ عافیت مخاطب

اِظہار سعادت مند مغمُوم دیوانہ پن

بہت زمانہ گذرا۔ مُلک برطانیہ پر ایک بادشاہ حکومت کرتا تھا۔ جس کا نام لیئر تھا۔ یہ بادشاہ بہت شان و شوکت رکھتا تھا۔ اِس کی سلطنت وسیع تھی۔ اِس کی تین بیٹیاں تھیں۔ بڑی بیٹی گائنرِل تھی۔ جس کی شادی البنی کے نواب کے ساتھ ہوچُکی تھی۔ منجھلی کا نام ریگن تھا۔ جو کارنوال کے نواب کی بیوی تھی۔ چھوٹی کا نام کارڈیلیا تھا۔ جِس سے شادی کرنے کی آرزو بادشاہ فرانس کو بھی تھی ؛

جب بادشاہ کی عُمر کوئی اسّی برس کی ہوگئی اَور وہ سلطنت کے فرائض کو ادا کرنے سے قاصِر ہوگیا۔ تو اُس نے یہی مُناسب سمجھا۔ کہ اپنی زندگی ہی میں اپنی سلطنت کو بیٹیوں میں تقسیم کر دے اَور خود گوشۂ عافیت میں بیٹھ کر باقی کے دِن یادِ خدا میں بسر کر دے۔ ایک دن اُس نے اپنی تینوں

بیٹیوں کو دربار میں بُلایا۔ اَور اُن کو اَور درباریوں کو مُخاطب کر کے کہا۔" ما بدولت اب دُنیاوی جھگڑوں سے آزاد ہو کر سفرِ آخرت کی تیّاری کرنا چاہتے ہیں اَور اِس سلطنت کے کام کو جسے اب ہم انجام نہیں دے سکتے۔ اپنی اولاد کے پُر ہمّت ہاتھوں میں دینا چاہتے ہیں۔ اِس لئے ہم پُوچھنا چاہتے ہیں۔ کہ ہماری اَولاد میں سے زیادہ محبّت کون کرتی ہَے۔ یہ یاد رہے کہ سلطنت کی تقسیم کے وقت سب سے زیادہ حِصّہ اُسی کو ملیگا۔ جو اپنی محبّت کا سب سے زیادہ حِصّہ ہم کو دیگی"۔

گانیرِل سب سے بڑی بیٹی نے آگے بڑھ کر کہا "الفاظ میری محبّت کو ظاہر نہیں کر سکتے۔ ہیں اپنے باپ کو اپنی آنکھوں کی روشنی اپنی زندگی اَور آزادی سب سے بڑھ کر چاہتی ہُوں"۔ بادشاہ اپنی بیٹی کی زبان سے ایسے میٹھے الفاظ میں اس کی محبّت کا اظہار سُن کر بہت خوش ہُوا۔ اَور اس نے اپنی محبّت کے جوش میں سلطنت کا تیسرا حِصّہ اسے اَور اس کے شوہر کو بخش دِیا +

پھر بادشاہ نے اپنی دوسری بیٹی ریگن سے پُوچھا۔ اُس نے بھی بڑی شدّ و مد سے محبّت کا اظہار کیا۔ اَور کہا" جو کچھ میری بہن نے کہا

ہے۔ وہ اگرچہ بہت بڑا دعوےٰ ہے ۔ مگر میری محبّت کے مقابل میں ہیچ ہے ۔ میَں اپنے باپ سے اِس قدر محبّت کرتی ہُوں۔ کہ اِس محبّت کی خوشی کے سامنے مجھے اپنی تمام خوشیاں بے لُطف نظر آتی ہیں" بادشاہ یہ سُن کر بہت خوش ہُوا۔ اور اُس کو بھی سلطنت کا تیسرا حصّہ عطا کر دیا۔ اب تیسری کی باری آئی ۔ کارڈیلیا سے باپ کو بہت زیادہ محبّت تھی ۔ اِس لئے وہ اُمیّد کرتا تھا ۔ کہ اس کی محبّت کا اظہار بڑی بہنوں سے زیادہ ہوگا۔ مگر کارڈیلیا کو خوشامد سے نفرت تھی ۔ اس کو خُوب معلُوم تھا ۔ کہ گانرز بل اَور ریگین کے دعوے زبانی ہیں ۔ اَور اُنہوں نے جھُوٹ کہہ کر باپ کو دھوکہ دِیا ہے ۔ ان کا منشا صرف یہی ہے کہ سلطنت پر قابُو پالیں اِس لئے اس نے سادگی سے کہا "میَں اپنے باپ سے اِسی قدر محبّت کرتی ہُوں۔ جس قدر محبّت کرنا ایک سعادت مند بیٹی کا فرض ہے"۔

بادشاہ یہ سیدھے سادے الفاظ سُن کر غصّے میں آگیا ۔ اُس کے دل میں خیال پیدا ہُوا ۔ کہ کارڈیلیا بہت نا شُکر گذار ہے ۔ میَں اس سے اتنی محبّت کرتا ہُوں ۔ مگر اس کے دل میں اس کا کچھ اثر نہیں۔ اِس کو اِس کی بے مروّتی کی سزا دینی چاہیئے ۔ چنانچہ

اُس نے اِسی غُصّہ کی حالت میں کارڈیلیا کا تیسرا حِصّہ دونو بڑی بیٹیوں میں برابر تقسیم کر دیا۔ اَور اُسی وقت دو تاج بنوا کر اُن کے سروں پر رکھ دئے۔ اَور یہ اِنتظام کیا۔ کہ وہ خود سرداروں کے ساتھ ایک ایک مہینہ کے لئے دونو بیٹیوں کے علاقوں میں رہ کر باقی عُمر کا حِصّہ صرف کر دیگا۔ اگرچہ سب سرِدار بادشاہ کی اِس حرکت سے پشیمان تھے۔ مگر ایک جوانمرد اَور باہمت سردار سے جو کنٹ کا نواب کہلاتا تھا نہ رہا گیا۔ اَور اس نے بادشاہ کو اِس کے غلط فیصلے سے آگاہ کیا۔ مگر بادشاہ نے برافروختہ ہوکر اس کو دربار سے نکال دیا۔ پھر بادشاہ نے شاہِ فرانس کو جو اس وقت کارڈیلیا سے شادی کرنے کی آرزو میں آیا ہُوا تھا۔ دربار میں بُلا کر صُورتِ حالات سے آگاہ کیا۔ شاہِ فرانس عقلمند تھا۔ اسے کارڈیلیا کے جہیز یا سلطنت کے حِصّہ کا لالچ نہ تھا۔ وہ فقط اِس سے محبّت کرتا تھا۔ چُنانچہ وہ کارڈیلیا سے شادی کرنے پر رضامند ہوگیا اَور شادی کے بعد اُسے لے کر آپ وطن کو چل دِیا۔ کارڈیلیا رُخصت کے وقت رو رہی تھی۔ اَور اپنے باپ کی آئندہ مصیبتوں کا خیال کرکے مغمُوم تھی ٭

اب بادشاہ کی آنکھیں کُھلیں۔ ابھی پہلا مہینہ ختم نہ

ہُوا تھا۔ کہ بادشاہ نے دیکھا۔ کہ گائنبل اُس کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتی۔ آخر کار اُس نے اپنے باپ سے کہا "کہ سَو سرداروں کی آپ کو کیا ضرورت ہے۔ میرے مُلازم آپ کی خدمت کے لئے کافی ہیں"۔ بادشاہ اِس سلوک سے بہت ناخوش ہُوا اور رگین کے پاس چلا گیا۔ رگین نے بہن سے بھی زیادہ بدسلوکی سے کام لیا۔ اور کہا کہ اگر آپ بہن سے ناراض ہوکر آئے ہیں۔ تو مَیں آپ کو یہاں نہیں رکھ سکتی۔ بہتر ہے۔ کہ آپ آپا کے پاس چلے جائیے۔ اتنے میں گائنبل خود آ پہنچی۔ بادشاہ نے دونو بیٹیوں کو محبّت اور پیار سے ملتے دیکھ کر کہا "تم کو اپنے بُوڑھے باپ کی سفید داڑھی کی بھی شرم نہیں آتی کہ اُس کو در بدر پھرنے کے لئے مجبُور کرتی ہو۔ اگر تم نے میرے ساتھ یہی سلُوک روا رکھّا۔ تو مَیں فرانس چلا جاؤنگا۔ مگر ان دونو کے دِل پر باپ کی آہ وزاری کا کچھ اثر نہ ہُوا۔ بادشاہ کا دل ٹُوٹ گیا۔ اور اس نے دماغ کو اِس قدر صدمہ پہنچایا کہ وہ پاگل ہوگیا۔ اور اسی دیوانہ پن کی حالت میں جنگلوں کی طرف نکل گیا۔ کنٹ کے نواب کو خبر مِلی تو وہ فوراً اُس کی تلاش میں نکلا۔ اور پھر جنگل میں اُس کی آسائش کا انتظام کرکے خود فرانس

گیا۔ تاکہ کارڈیلیا کو اس کے باپ کی حالت اور بہنوں کے سلوک سے آگاہ کرے۔ کارڈیلیا اور شاہِ فرانس یہ خبر سُنتے ہی بیتاب ہو گئے۔ اور ایک جرّار فوج لے کر ڈوور پر آ اُترے۔ تاکہ ایسی بے وفا اولاد کو اس کی بدعہدی کا مزا چکھائیں۔ سب سے پہلے تو کارڈیلیا نے اپنے بُوڑھے باپ کے علاج کی کوشش کی۔ اور جب وہ اچھّا ہو گیا۔ تو اُس کے سامنے آئی۔ بادشاہ اپنے پُرانے سلوک کو یاد کر کے آنسو بہا رہا تھا۔ بیٹی سینے سے لگی ہوئی رو رہی تھی۔ بُوڑھے بادشاہ نے بیٹی کو دُعائیں دے دے کر کہا۔ بیٹی شاید یہ آنسو اس ظلم کے داغوں کو مٹا دیں۔ جو مَیں نے تم سے کِیا تھا۔

اِس کے بعد دونوں بڑی لڑکیاں آپس کی دُشمنی کا شکار ہو کر ماری گئیں۔ اگرچہ کارڈیلیا بھی بہت مدّت تک زندہ نہ رہی مگر مَرتے وقت اُسے اتنی تسلّی ضرُور تھی۔ کہ اس کے باپ پر اصلی محبّت اور جھُوٹے دعووں کی حقیقت کھُل گئی۔

## سوالات

۱۔ لیئر کون تھا۔ اور کہاں حکمرانی کرتا تھا؟

۲۔ اِس نے اپنی لڑکیوں کے ساتھ کیا کیا سلُوک کیے؟

۳-کِس لڑکی نے اس کے ساتھ محبّت کی اور کِس طرح؟ اپنے الفاظ میں بتاؤ؟

۴- سفرِ آخرت - بر افروختہ ہوکر - مغمُوم - جرّار کے معنی بتاؤ- اَور اُن کو اپنے فقروں میں اِستعمال کرو؟

۵- رکھتا تھا- کونسا فعل ہَے- اَور پالنا مصدر سے اِس فعل کی پُوری گردان کرو؟

---

# ۲۷- مُرغِ اسیر اَور صیّاد

اسیر صیّاد طائر ذبح

مفارقت لعل نہاں جعل

اِک مُرغ ہُوا اسیرِ صیّاد
دانا تھا وہ طائرِ چمن زاد

بولا جب اُس نے باندھے بازُو
کھُلتا نہیں کس طمع پہ ہَے تُو

بیچا تو ٹکے کا جانور ہُوں
گر ذبح کیا تو مُشتِ پر ہُوں

پالا تو مفارقت ہَے انجام
دانا ہَے تو مجُھ سے لے مرے دام

بازو میں نہ تُو مرے گرِہ باندھ
سمجھاؤں جو پند اُسے گرِہ باندھ

سُن کوئی ہزار کچھُ سُنائے
کیجے وہی جو سمجھ میں آئے

قابُو ہو تو کیجئے نہ غفلت
عاجز ہو تو ہاریئے نہ ہمّت

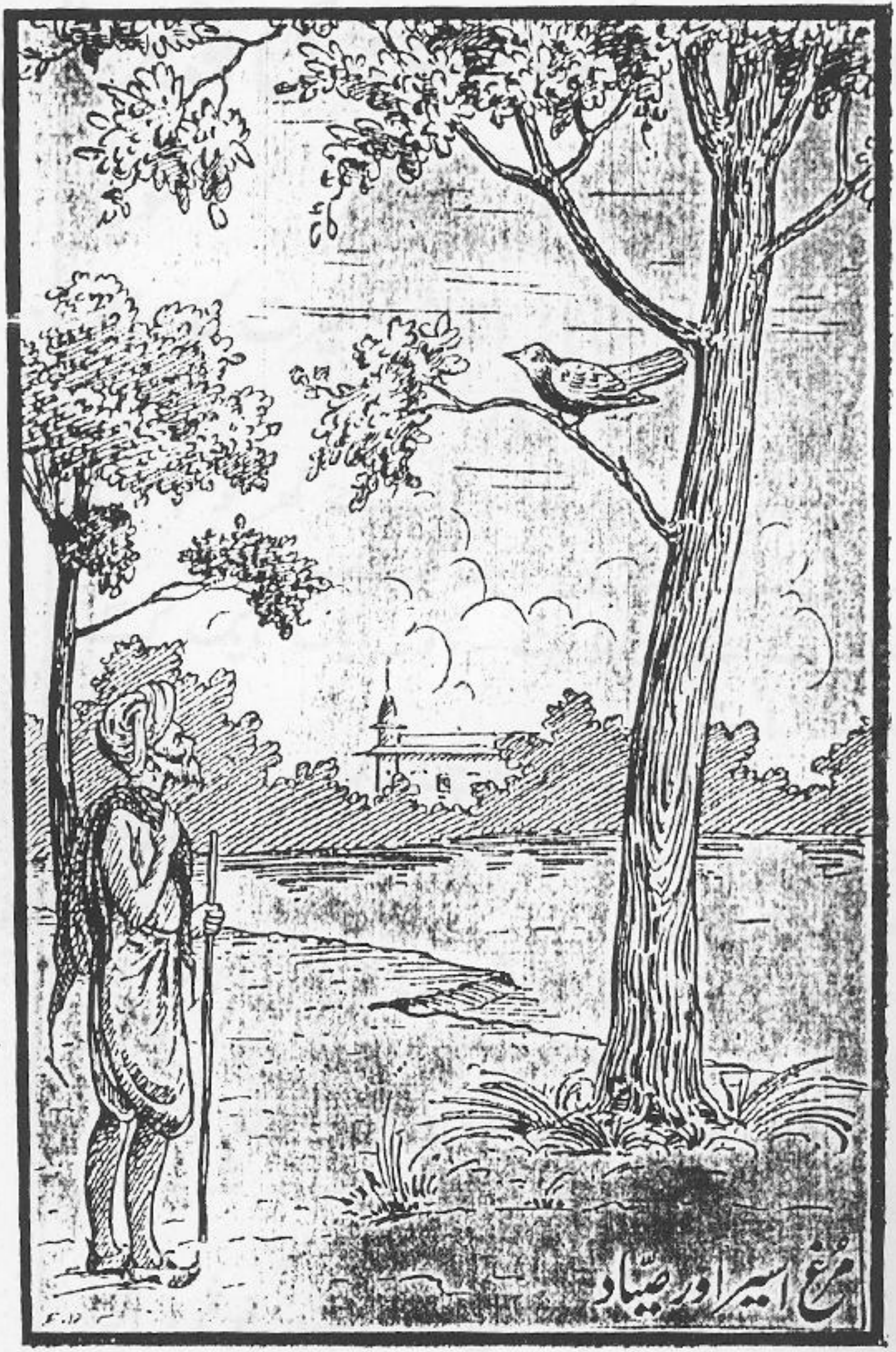

مرغِ اسیر اور صیّاد

# ۲۸۔ دُنیا کی سب سے بڑی چیز

تعجّب ماجرا بالائی فلاسفر کسوٹی
معقول شبیہ شاہانہ انداز حیرت کا عالم

(۱)

ایک دِن جب بیربر دربار سے گھر کو جا رہا تھا۔ اُس نے رستے میں دیکھا کہ ایک غریب لڑکا درخت کے نیچے بیٹھا ہے۔ اور ایک ایک کر کے چنے چبا رہا ہے +

بیربر نے تعجّب سے پُوچھا۔ کہ یہ تم ایک ایک دانہ کیوں کھا رہے ہو۔ مُٹّھی بھر چنے ہیں ایک دو دفعہ ختم کر ڈالو +

لڑکا پہلے تو کچھ خاموش رہا۔ پھر آہستہ سے بولا۔ وزیر صاحب میں کئی دن کا بھُوکا ہُوں۔ یہ مُٹّھی بھر چنے میرے لئے بالکل ناکافی ہیں۔ اسی لئے ایک ایک دانہ کھا رہا ہوں۔ کہ شاید اِسی طرح کچھ تسلّی ہو جائے +

بیربر یہ جواب سُن کر بہت خوش ہُوا۔

اَور لڑکے کو اپنے گھر لے گیا۔ وہاں اُسے عُمدہ کھانا ملتا تھا۔ عمدہ کپڑا دِیا جاتا تھا۔ اَور ایک سجا ہوُا کمرہ اس کے رہنے کے لئے مقرّر تھا۔ چند ہی دنوں میں اس کی حالت تبدیل ہو گئی۔ اُس کے چہرے پر رونق آ گئی۔ جسم خوُب بھر گیا۔ جو دیکھتا تھا۔ اس کی طبیعت خوش ہو جاتی تھی ؛

(۲)

کہتے ہَیں بادشاہ اکبر بعض اَوقات اپنے وزیروں سے بڑے بڑے مشکل سوال کِیا کرتا تھا۔ ایک دِن بیربر سے بولا۔ کیوں بیربر دُنیا میں سب سے بڑی چیز کیا ہَے ؟

بیربر نے کہا۔ خداوند! یہ سوال بڑا مشکل ہَے۔ اس کا جواب دینے کے لئے ایک ماہ کی مُہلت مِلنی چاہئے ؛

بادشاہ نے مُہلت تو دے دی۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی کہا۔ کہ اس عرصے کے بعد مجھے صحیح جواب نہ مِلا۔ تو تمہیں قتل کر دیا جائیگا ؛

اب بیربر دن رات اُداس رہنے لگا۔ وہ سوچتا تھا کہ کیا کروں اَور کِس طرح پتہ چلاؤں ۔ کہ دُنیا میں سب سے بڑی چیز کیا ہَے۔ کِسی نے کہا۔ خوبصورتی۔ کِسی نے کہا اولاد۔ کِسی نے کہا تندرُستی۔

غرض جو جس کے جی میں آیا کہا۔ آخر ایک شخص بولا۔ یہ سب غلط ہے۔ دُنیا میں سب سے بڑی چیز آدمی کا چال چلن ہے۔ ایک اور شخص نے کہا۔ یہ بھی نہیں۔ دُنیا میں سب سے بڑی چیز آدمی کا اقبال ہے۔ ایک سادُھو بولا۔ بابا! کیوں ناحق سر کھپا رہے ہو۔ جاؤ۔ جا کر بادشاہ سے کہہ دو۔ کہ دُنیا میں سب سے بڑی چیز خدا کی بندگی ہے۔ ایک شرابی نے کہا۔ خدا کی بندگی بھی کوئی چیز ہے؟ دُنیا میں سب سے بڑی چیز دل کی خوشی ہے۔ مگر بیربر کو اِن میں سے کوئی جواب بھی پسند نہ آیا۔ جُوں جُوں مہینے کے دن گُزرتے جاتے تھے۔ اُس کا فِکر بڑھتا جاتا تھا۔ اور اُسے یقین ہوتا جاتا تھا۔ کہ اب موت کا دِن قریب آ رہا ہے۔ یہاں تک کہ اُنتیس دِن گذر گئے۔ دوسرا دِن جواب کے لئے آخری دِن تھا۔ بیربر کی آنکھوں سے آنسُو بہنے لگے۔ اتنے میں اُس لڑکے نے سامنے آ کر رونے کی وجہ دریافت کی۔ بیربر نے کہا۔ بٹیا! کیا پوچھتا ہے۔ کل میری زندگی کا آخری دن ہے۔ اِسی لئے روتا ہُوں ✤

لڑکے نے پُوچھا۔ "مگر کیوں؟ آپ کا قصور کیا ہے؟"
بیربر نے تمام ماجرا کہہ سُنایا۔ لڑکے نے کُچھ دیر

کے بعد جواب دیا۔ "یہ تو بالکل معمولی سوال ہے۔ آپ کل جب دربار میں جائیں۔ تو بادشاہ سے کہہ دیں کہ دُنیا میں سب سے بڑی چیز عقل ہے"۔

بیربر نے سوچ کر دیکھا۔ تو لڑکے کی بات دل میں کھُب گئی۔ اور اُسے یقین ہو گیا۔ کہ اب جان بچ جائیگی۔ دوسرے دن جب دربار میں گیا۔ تو طبیعت بشاش تھی۔ بادشاہ نے تخت پر پاؤں رکھتے ہی پوچھا۔ "بیربر! بولو۔ دُنیا میں سب سے بڑی چیز کیا ہے؟"

بیربر نے کھڑے ہو کر اور ہاتھ باندھ کر جواب دیا۔ "بادشاہ سلامت! دُنیا میں سب سے بڑی چیز عقل ہے"۔

بادشاہ نے جواب دیا۔ "بیربر تم نے ٹھیک کہا ہے۔ واقعی دُنیا میں سب سے بڑی چیز عقل ہے۔ مگر اب یہ بتاؤ۔ کہ عقل کھاتی کیا ہے؟ اِس کے لئے بھی تمہیں ایک ماہ کی مہلت دی جاتی ہے۔ اور اِس دفعہ بھی شرط یہی ہے۔ کہ اگر جواب صحیح نہ ہوا۔ تو تمہارا سر کاٹ دیا جائیگا"۔

(۳)

بیربر کے ہوش اُڑ گئے۔ اُسے یقین ہو گیا۔ کہ اب کے موت سے بچنا مشکل ہے۔ وہ دن رات سوچتا

رہتا تھا۔ مگر اُسے کوئی خیال نہ سوجھتا تھا۔ اب کے پھر وہ عقلمند آدمیوں سے پُوچھنے لگا۔ کِسی نے کہا عقل بادام کھاتی ہے۔ کِسی نے کہا گھی۔ کِسی نے کہا دودھ۔ کِسی نے کہا بالائی۔ ایک فلاسفر نے کہا۔ جس چیز کو کھا کر کوئی بڑھے۔ وہی اُس کی خوراک کہلاتی ہے۔ عقل فلسفہ سے بڑھتی ہے۔ اِس لئے عقل فلسفہ کھاتی ہے۔ ایک مُلّا صاحب نے کہا۔ عقل مار کھا کر بڑھتی ہے۔ اِس لئے عقل کی خوراک مار ہے۔ ایک اور آدمی نے کہا۔ عقل کی خوراک محبت ہے۔ ایک پنڈت نے کہا عقل کی خوراک کتابیں ہیں۔ بیربر نے ہر ایک سوال کو عقل کی کسوٹی پر پرکھا۔ مگر کوئی کھرا نہ اُترا۔ سب میں کھوٹ بھرا تھا۔ بیربر پھر مایوس ہو گیا۔ اور جب مہینے کے اُنتیس دِن گزر گئے۔ تو ایک ٹوٹی ہوئی کھاٹ لے کر لیٹ گیا۔ سارے محل میں شور مچ گیا۔ ہوتے ہوتے اُس لڑکے تک بھی یہ بات پہنچ گئی۔ اُس نے آ کر پوچھا "کیوں مہاراج! اب آپ کے رنجیدہ ہونے کا کیا سبب ہے؟"

بیربر نے غمگین لہجہ میں جواب دِیا۔ بیٹا! بادشاہ نے جو پہلا سوال کِیا تھا۔ اُس کا صحیح جواب دے کر تم نے میری جان بچا لی تھی۔ مگر اب کے جو سوال

پُوچھا ہے۔ اِس کا جواب نہایت مشکل ہے۔ تم بھی نہ بتا سکوگے ٭

لڑکے نے کہا۔" کیا سوال ہے؟"

"یہ کہ عقل کھاتی کیا ہے؟"

لڑکے نے جواب دیا۔ یہ سوال تو پہلے سوال سے بھی آسان ہے۔ جا کر بادشاہ سلامت سے کہہ دیجیئے کہ عقل غم کھاتی ہے۔ غم وہی کھاتے ہیں۔ فکر وہی کرتے ہیں۔ جو دانا ہیں۔ جن کے سر میں دماغ اَور دماغ میں عقل نہیں۔ وہ غم نہیں کھاتے نہ کبھی فکر کرتے ہیں۔ نہ کچھ سوچتے ہیں ٭

بیربر کے مُردہ جسم میں جان پڑ گئی۔ یہ جواب بالکل درست معلوم ہوُا۔ دوسرے دِن دربار گئے۔ تو چہرے پر پھر وہی رونق تھی۔ وقتِ مقررہ پر اکبر بادشاہ نے تخت پر قدم رکھا۔ اَور چھُوٹتے ہی پُوچھا۔" بیربر! میرے سوال کا جواب لائے؟"

بیربر نے سر جھکا کر جواب دیا۔" بادشاہ سلامت! دُنیا میں سب سے بڑی چیز عقل ہے۔ اَور وہ غم کھاتی ہے"٭

اکبر نے کہا۔" بیربر! تم نے بہت ٹھیک کہا۔ سچ مُچ عقل کی خوراک غم ہے۔ مگر اب یہ بتاؤ۔ کہ عقل پیتی کیا ہے؟ مَیں جانتا ہوُں۔ کہ یہ سوال

بھی بہت مشکل ہے۔ اِس لئے اب کے بھی تمہیں ایک مہینے کی مہلت دی جاتی ہے۔ اگر جواب درست نہ ہوا۔ تو جان کی خیر نہ سمجھو"

(۴)

بیربر کے سر پر بجلی سی گر پڑی۔ اُنہوں نے سوچا۔ دو دفعہ لڑکا جان بچا چُکا ہے۔ مگر اِس مرتبہ سوال بہت ہی مشکل ہے۔ اس کا جواب وہ بھی نہ دے سکیگا۔ بہت دن تک غور کرتے رہے کہ عقل پیتی کیا ہے؟ مگر اس کا کوئی جواب نہ مِلا۔ بیربر نے پھر داناؤں سے پُوچھا۔ کِسی نے کہا عقل نصیحتیں پیتی ہے۔ کِسی نے کہا۔ عقل آفتیں پیتی ہے۔ کِسی نے جواب دیا۔ عقل عِلم پیتی ہے۔ کِسی نے بتایا عقل تجربہ پیتی ہے۔ مگر بیربر کو کوئی جواب ٹھیک نہ معلوم ہُوا۔ آخر کار جب مہینہ ختم ہونے والا تھا۔ اُس نے پھر اُسی لڑکے سے پُوچھا "بیٹا! تم نے مجھے بتایا تھا۔ کہ دُنیا میں سب سے بڑی چیز عقل ہے۔ اَور وہ غم کھاتی ہے۔ اب بادشاہ سلامت پُوچھتے ہیں۔ کہ عقل پیتی کیا ہے۔ کیا تم میری اِس مشکل کو بھی حل کر سکتے ہو؟ سوال بڑا ٹیڑھا ہے"

لڑکے نے جواب دِیا "مہاراج! کوئی بات نہیں آپ فکر نہ کریں۔ رات کو آرام سے سوئیں اَور

کل جب دربار میں تشریف لے جائیں۔ تو بادشاہ سلامت سے کہہ دیں۔ کہ دُنیا میں سب سے بڑی چیز عقل ہے۔ وہ غم کھاتی ہے۔ اور غصہ پیتی ہے۔ غصہ وہی پی سکتا ہے۔ اور اپنے آپ پر قابو وُہی پا سکتا ہے۔ جو عقلمند ہو۔ نادان لوگ ذرا ذرا سی بات پر لڑ مرتے ہیں۔ اور اپنی اور اپنے رشتہ داروں کی زندگیاں برباد کر دیتے ہیں"۔

(بیربر نے یہ جواب سُنا۔ تو دنگ رہ گئے۔ اُنہیں تعجب ہوا۔ کہ یہ لڑکا کس قدر قابل اور سمجھ دار ہے۔ اُن کی نگاہوں میں اُس کی عزت کئی گُنا بڑھ گئی) دوسرے ہی دن اُنہوں نے دربار میں جا کر یہ جواب بھی سُنا دیا۔ اکبر بادشاہ بہت خوش ہوئے اور بولے "بیربر! واقعی تم بہت عقلمند اور بہت دانا ہو۔ میرے سوال بہت ٹیڑھے تھے۔ مگر تم نے ان کا جواب نہایت ہی عمدگی سے دیا ہے۔ میں تم سے بہت خوش ہوں۔ لیکن اب ایک اور سوال باقی ہے۔ اُمید ہے۔ تم اس کا بھی صحیح جواب دے سکو گے۔ اور وہ سوال یہ ہے۔ کہ عقل کی شکل کیا ہے؟ جاؤ جا کر مہینہ بھر غور کرو۔ اور اِس کا جواب مجھے لا کر دو۔ ورنہ قتل کر دیئے جاؤ گے"۔

(۵)

بیربر نے سوچا۔ اب کے بچنا مشکل ہوگا۔ لڑکے نے نہایت مشکل سوالوں کے جواب دے دیئے ہیں۔ مگر یہ سوال تو بڑا ہی بے ڈھب ہے۔ عقل کی شکل کیا ہے۔ بیربر سمجھ نہ سکے۔ کسی نے کہا عقل کی شکل ایک پری کی سی ہے۔ جو ہوا میں اُڑتی جاتی ہے۔ اور زمین والوں پر رحمت اور برکت کے موتی برساتی جاتی ہے۔ کسی نے کہا۔ عقل کی شکل ایک دیوی کی سی ہے۔ جو ایک ہاتھ سے ستار بجا رہی ہے۔ دوسرے میں ایک کتاب لئے ہوئے ہے۔ اور ایک خوبصورت راج ہنس پر سوار پانی میں تیر رہی ہے۔ کسی نے کہا۔ عقل کی شکل دکھانا ہے۔ تو ایک چابی کی تصویر بناؤ۔ جو بڑے سے بڑے صندوق کو کھول سکتی ہے۔ کسی نے رائے دی۔ ایک بھاری بھر کم آدمی کی شبیہ تیار کراؤ۔ جو جدھر جھکتا ہے۔ قدرت کے پردوں کو پھاڑ دیتا ہے۔ ایک شخص نے کہا۔ اندھیرے کمرے میں ایک کمزور آدمی دکھاؤ۔ جو اپنے ماتھے پر ہاتھ رکھے کچھ سوچ رہا ہو۔ یہ عقل کی شکل ہوگی۔ دوسرا بولا چوکی پر قلم اور دوات دکھا دو۔ بادشاہ خوش ہو جائیگا۔ ان میں سے ہر ایک جواب معقول معلوم ہوتا

تھا۔ مگر بیربر کی کسی سے بھی تسلّی نہ ہوئی۔ آخر پھر اُسی لڑکے کو بُلایا اور کہا "اب یہ بتانا باقی ہے کہ عقل کی شکل کیا ہے؟"

لڑکے نے جواب دیا "مہاراج! اِس سوال کا جواب میں آپ کو بتا تو نہیں سکتا۔ ہاں اتنا کر سکتا ہوں۔ کہ آپ کی بجائے دربار میں چلا جاؤں اور جا کر بادشاہ کے سامنے عقل کی شکل کا نقشہ کھینچ دوں۔ آپ سے جب وہ پوچھیں۔ کہ بتاؤ عقل کی شکل کیا ہے۔ تو آپ بے خوفی سے کہہ دیں۔ کہ اِس سوال کا جواب میرا ایک ملازم لڑکا دیگا۔ اُسے بُلوا بھیجئے۔ اس کے بعد جو کچھ ہوگا۔ اُس سے میں سمجھ لُونگا"

بیربر نے ایسا ہی کیا۔ اَور دربار میں جا کر کہہ دیا۔ کہ بادشاہ سلامت! آپ کے اِس آخری سوال کا جواب میرا ایک ملازم لڑکا دے سکیگا۔ حکم ہو۔ تو اُسے بُلا لیا جائے۔

بادشاہ نے سر ہلا کر رضامندی کا اظہار کیا۔ بیربر نے ایک آدمی اپنے گھر بھیج دیا۔

(۶)

جب لڑکا دربار میں آیا۔ تو شہزادوں کا سا لباس پہنے ہوئے تھا۔ اَور بہت خوبصورت معلوم

ہوتا تھا۔ اُس نے دربار میں حاضر ہو کر ادب سے سلام کیا۔ اَور چُپ چاپ کھڑا ہو گیا +

اکبر نے پُوچھا "کیوں لڑکے! کیا تجھے معلوم ہَے کہ عقل کی شکل کیا ہَے؟"

لڑکے نے جواب دیا "ہاں بادشاہ سلامت! مجھے معلوم ہَے۔ کہ عقل کی شکل کیسی ہَے؟"

"بیان کرو؟"

"ایک عرض ہَے"

"کیا؟"

اِس سوال کا جواب مَیں دے دونگا۔ اَور عقل کی شکل آپ کو دکھا دُونگا۔ مگر اس کے لئے ضروری ہَے۔ کہ ایک گھنٹہ کے لئے مجھے بادشاہی دے دی جائے۔ اَور تمام حاکموں کو حکم دے دیا جائے۔ کہ وہ میرے ہر ایک حکم کی اِس طرح تعمیل کریں۔ جس طرح آپ کی کرتے ہیں"

بادشاہ نے کچھ دیر سوچا۔ اَور تب جواب دیا "مجھے منظور ہَے"

بادشاہ نے ویسا ہی کیا +

لڑکا تخت پر چڑھ گیا۔ اور شاہانہ انداز سے چوکی پر بیٹھ گیا۔ تاج اُس کے سر پر تھا۔ تمام درباریوں پر حیرت کا عالم طاری تھا۔ یکایک لڑکا

جوش سے کھڑا ہو گیا۔ اَور بولا ''جلّاد!''

لوگوں کے دم رُک گئے۔ فوراً ہی جلّاد حاضر ہؤا۔ اَور سر جُھکا کر کھڑا ہو گیا۔ لڑکے نے کہا ''گرفتار کر لو۔ یہ قاتل ہے''

یہ کہتے کہتے اس نے اکبر کی طرف اشارہ کر دیا۔

دربار میں شور مچ گیا۔ لوگوں نے تلواریں نکال لیں۔ مگر لڑکا کڑک کر بولا ''مَیں بادشاہ ہُوں۔ میرے عہد کی میعاد ایک گھنٹہ ہے۔ اَور بادشاہ سلامت گواہ ہَیں۔ کہ وہ ابھی پُورا نہیں ہؤا۔ تم کچھ نہیں کر سکتے''

اکبر نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ سب نے تلواریں جُھکا لیں۔ لڑکے نے کہا ''جلّاد تلوار نکال لو''

جلّاد نے تلوار نکال لی۔

''آپ سر جُھکا لیں''

اکبر نے سر جُھکا لیا۔

لڑکا بولا ''بادشاہ سلامت! دیکھ لیجئے۔ عقل کی یہی شکل ہے۔ مَیں غریب لڑکا ہوں۔ مگر آج تخت پر بیٹھا ہُوں۔ آپ بادشاہ ہَیں۔ مگر بے بس ہو رہے ہَیں۔ عقل اسی طرح اُوپر والوں کو نیچے اَور نیچے والوں کو اُوپر کرتی رہتی ہے۔ یہی عقل کی شکل ہے۔ یہی اس کی تصویر ہے''

بادشاہ بہت خوش ہؤا۔ اُس کے سوالوں کے

جواب مِل گئے ۔

# سوالات

۱۔ سبقِ بالا کی مدد سے بتاؤ۔ کہ دُنیا کی سب سے بڑی چیز کیا ہے۔ اَور وہ کیا کھاتی ہے اور کیا پیتی ہے؟

۲۔ ثابت کرو۔ کہ عقل غم کھاتی پیتی ہے؟

۳۔ چھوٹے لڑکے نے کِس طرح اکبر بادشاہ کو عقل کی شکل دکھائی؟

۴۔ کھُب جانا۔ بجلی گرنا۔ دنگ رہ جانا کا مطلب بتاؤ اَور ان کو اپنے فقروں میں استعمال کرو؟

۵۔ بیٹھا ہے۔ چبا رہا ہے۔ کیسے فعل ہیں۔ کھانا مصدر سے ان کی پُوری گردان کرو۔

---

# ۲۹۔ جُگنو

کاشانۂ چمن انجُمن مہتاب ظُلمت

گہن حسنِ قدیم پوشیدہ خلوت

جُگنو کی روشنی ہے کاشانۂ چمن میں
یا شمع جل رہی ہے پھولوں کی انجمن میں

آیا ہے آسماں سے اُڑ کر کوئی ستارہ!
یا جان پڑ گئی ہے مہتاب کی کرن میں
چھوٹے سے چاند میں ہے ظلمت بھی روشنی بھی
نکلا کبھی گہن سے آیا کبھی گہن میں
حُسنِ قدیم کی یہ پوشیدہ اِک جھلک تھی
لے آئی جس کو قدرت خلوت سے انجمن میں

# سوالات

۱۔ نظمِ بالا کا مطلب آسان اُردو میں لکھو؟
۲۔ پہلے شعر کی نثر بناؤ؟
۳۔ تیسرے شعر کی تشریح کرو۔ اور بتاؤ کہ "نکلا کبھی گہن سے آیا کبھی گہن میں" کا کیا مطلب ہے اور گہن سے یہاں کیا مراد ہے؟
۴۔ نظمِ بالا میں جو اسم واحد ہیں۔ اُن کی جمع اور جو جمع ہیں۔ اُن کے واحد لکھو؟

# ۳۰۔ مَینا

## عبادت  تلاوتِ قرآن  حُجرہ  مسل کر

## اِنتقال  جنازہ  لہٰذا  نافرمانی

مَینا ایک خوش رنگ اَور کبوتر سے کچھ چھوٹا جانور ہوتا ہے۔ اس کے کُھلے سیاہی مائل پروں میں کہیں کہیں سفید پر نہایت ہی بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ کسی شہر میں ایک بُزرگ رہتے تھے۔ جو نہایت ہی نیک اَور اللہ والے تھے۔ انہیں سوائے خدا کی عبادت کے کوئی کام پسند نہ تھا۔ وہ دن رات خدا کی عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ یہاں تک کہ جب ان کے بیوی بچے کِسی وبا میں مر گئے۔ اَور گھر میں کوئی نہ رہا۔ تو اُنہوں نے اپنی تمام دولت اَور جائداد اَور گھر خدا کی راہ میں دیدیا۔ اَور خود محلّہ کی ایک مسجد میں رہنے لگے۔ جہاں وہ ہر وقت خدا کی یاد اَور نماز و تلاوتِ قرآن میں مصروف رہتے تھے۔ جب یہ بُزرگ مسجد میں رہنے لگے۔ تو محلّہ والے تو اُنہیں پہلے ہی جانتے تھے۔ کہ وہ

ایک نہایت ہی بُزُرگ اَور نیک آدمی ہیں۔ اِس لئے ان کے کھانے پینے کا اِنتظام محلّہ والوں نے کر دیا۔ لیکن ان کو اللہ پاک سے اِس قدر محبّت تھی۔ کہ وہ پیٹ بھر کر کبھی کھانا نہیں کھاتے تھے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے۔ کہ اگر مَیں خوب پیٹ بھر کر کھانا کھاؤنگا۔ تو مجھ میں سُستی آ جائیگی۔ اَور پھر میں خدا کی عبادت اچھی طرح نہ کر سکونگا۔ بس اِسی خیال سے وہ ہمیشہ آدھا پیٹ کھانا کھاتے تھے۔ اَور جو کچھ روٹیاں بچ جاتی تھیں۔ اُنہیں رات کو حفاظت سے رکھ دیتے تھے اَور صبح سویرے اُن روٹیوں کو لے کر مسجد کے صحن میں بیٹھ جاتے تھے۔ اَور چڑیوں کو کِھلایا کرتے تھے۔ کچھ مُدّت تک جب یہ برابر روٹیاں چڑیوں کو کِھلاتے رہے۔ تو اب چڑیاں ان بُزُرگ صاحب سے بہت ہِل گئیں۔ اَور جہاں سویرا ہؤا۔ کہ بہت سی چڑیاں مسجد کے صحن میں پہلے ہی سے آ بیٹھتی تھیں۔ اَور جب یہ بُزُرگ صاحب اپنے حُجرہ سے روٹیاں لے کر صحن میں آتے تو چڑیاں بڑے پیار سے اُڑ اُڑ کر اُن کے سر اَور کاندھوں پر بیٹھ جاتی تھیں۔ اَور یہ اُنہیں روٹیاں باریک باریک مسل کر کِھلاتے جاتے تھے۔ بعض اوقات بُزُرگ

صاحب کو اگر حجرہ سے نکلنے میں دیر ہو جاتی تھی۔ تو چڑیاں حجرہ کے آس پاس چیختی پھرتی تھیں۔ اور جب بزرگ صاحب باہر آ جاتے۔ تو وہ سب کی سب اڑ کر اُن کے اوپر آ بیٹھتی تھیں۔ اور پھر شور نہیں کرتی تھیں۔ غرض بہت دنوں تک بزرگ صاحب ان چڑیوں کو روٹی کھلاتے رہے۔ اتفاقاً ایک دن ایک مینا بھی اس مسجد کی چھت پر آ بیٹھی۔ اُس نے دیکھا کہ مسجد کے صحن میں سینکڑوں چڑیاں چُگ رہی ہیں۔ اور ایک ضعیف آدمی بیٹھا اُنہیں روٹیاں توڑ توڑ کر ڈال رہا ہے۔ اور چڑیاں ہیں۔ کہ اس کے سر اور کاندھوں پر اُڑ کر بیٹھ جاتی ہیں۔ مگر وہ اُن سے کچھ نہیں کہتا یہ دیکھ کر مینا کے دل میں خیال پیدا ہوا۔ کہ چلو میں بھی چلوں۔ اور ان چڑیوں کے ساتھ میں بھی کچھ کھاؤں۔ یہ سوچ کر مینا بھی ڈرتے ڈرتے صحن میں اتری۔ مگر جیسے ہی مینا چڑیوں کے جھنڈ میں پہنچی۔ چڑیوں نے چاروں طرف سے اُسے کاٹنا اور نوچنا شروع کر دیا۔ بیچاری مینا گھبرا کر پھر مسجد کی چھت پر جا بیٹھی۔ بزرگ صاحب نے دیکھا۔ کہ ایک خوبصورت مینا روٹی کھانے اُتری تھی۔ مگر چڑیوں کے کاٹنے اور

نوچنے کی وجہ سے وہ چھت پر جا بیٹھی ہے۔ تو اُنہوں نے تھوڑی سی روٹی توڑ کر اَور چڑیوں کی آنکھ بچا کر چھت پر ہی پھینک دی۔ جسے مَینا نے بڑی خوشی اَور اطمینان سے کھا لیا۔ اَور پھر اُڑ گئی۔ چونکہ مَینا کو روٹی بہت پسند آئی۔ اَور اُسے مِلی بھی پیٹ بھر کر۔ اِس لئے اب مَینا روزانہ مسجد میں آنے لگی۔ اَور اُس نے اِدھر اُدھر کا جُھگنا چھوڑ دیا۔ رفتہ رفتہ مَینا بھی بُزرگ صاحب سے ہِل گئی۔ اب تو وہ بُزُرگ صاحب کے پاس سے ایک پل کو بھی جُدا نہیں ہوتی تھی۔ ہاں جس وقت یہ بُزُرگ نماز یا وظیفہ میں مصروف ہو جاتے۔ تو اس وقت تمام چڑیاں تو اُڑ جاتیں۔ لیکن مَینا مسجد کی چھت پر ہی بیٹھی رہتی۔ اَور جیسے ہی بُزُرگ صاحب مسجد کے اندر سے باہر صحن میں آتے مَینا اُڑ کر ان کے کاندھے پر آ بیٹھتی۔ جب بُزُرگ صاحب نے مَینا کی محبّت کا یہ حال دیکھا۔ تو اُنہیں بھی مَینا سے بہت محبّت ہو گئی۔ اَور اب وہ تمام چڑیوں سے زیادہ مَینا کو چاہنے لگے۔ اَور اُس کا ہر وقت خیال رکھتے تھے۔

خدا کی شان کہ کچھ دن بعد یہ بُزُرگ صاحب سخت بیمار ہو گئے۔ اَور بیماری حد سے زیادہ بڑھ گئی

جس کی وجہ سے اُنہیں نماز پڑھنا بھی مشکل ہو گیا
اب تمام چڑیاں اپنے وقت پر آتیں اور بُزرگ
صاحب کو مسجد کے صحن میں نہ پا کر چلی جاتیں۔
لیکن مَینا کا یہ حال کہ وہ مسجد کی چھت سے جُدا
نہیں ہوتی ہے۔ کبھی حجرہ کی چھت پر آ بیٹھتی ہے۔
اور کبھی پھر مسجد پر چلی جاتی ہے۔ مختصر یہ کہ
اِس طرح کوئی تین دن گذر گئے۔ اب نہ تو مینا
کہیں اُڑ کر ہی جاتی ہے اور نہ کہیں کچھ کھاتی
پیتی ہے۔ اُدھر بُزرگ صاحب کی بیماری دِن بدن
بڑھتی گئی۔ اور چوتھے دِن اُن کا اِنتقال ہو گیا۔
جب بُزرگ کا جنازہ لے کر لوگ حجرہ سے نکلے۔
تو مَینا بھی چیختی ہوئی اُن کے جنازہ کے اُوپر
اُڑنے لگی۔ لوگوں نے دیکھا۔ کہ ایک مَینا بُزرگ
صاحب کے جنازہ کے ساتھ ساتھ چیختی ہوئی چل
رہی ہے وہ کبھی اُن کے جنازہ پر بیٹھ بھی جاتی
ہے۔ یہاں تک کہ جب اُن بُزرگ کو دفن کر دیا۔
تو مَینا وہیں ایک درخت پر بیٹھ رہی۔ لوگوں نے
دیکھا۔ کہ جو مَینا جنازہ کے ساتھ ساتھ اُڑتی آ رہی
تھی۔ وہ وہیں ایک درخت پر بیٹھ رہی ہے۔ مَینا
کی اس حرکت سے بعض لوگوں نے پہچان لیا۔ کہ
مَینا کو بُزرگ صاحب سے بہت محبت ہو گئی تھی۔

اِسی لئے وہ اُن کی موت سے بہت بے چین ہے۔ لہٰذا اُن لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا۔ کہ مَیں تو اسی درخت کے نیچے کچھ دیر بیٹھتا ہُوں۔ اَور یہ دیکھونگا۔ کہ آخر یہ مَینا اب کرتی کیا ہَے؟

اس خیال کے ساتھ اُن میں سے ایک شخص اس درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔ جب سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔ تو اُس شخص نے دیکھا کہ یہ مَینا درخت سے نیچے اُتری۔ اور قبر پر جا کر بیٹھ گئی۔ اَور پھر کچھ دیر کے بعد اُس نے اپنی چونچ سے اُس قبر کو کھودنا شروع کیا۔ اور پھر اُس نے زور سے ایک چیخ ماری اَور مر گئی۔

مَینا کا یہ حال دیکھ کر اُس شخص پر بہت اثر ہُوا۔ اَور یہ دوڑا ہُوا شہر میں آیا۔ اَور شہر میں آ کر اُس نے یہ تمام قصّہ شہر کے قاضی صاحب کو سُنایا۔ جب قاضی صاحب نے مَینا کا یہ قصّہ سُنا۔ تو وہ بہت روئے۔ اَور فرمانے لگے۔ کہ آہ! یہ تو ایک جانور تھا۔ جس نے بُزرگ صاحب کے صرف روٹی کھِلانے کے اِحسان میں اُن کے ساتھ اپنی جان دیدی۔ مگر ہم آدمی ہیں۔ اَور اپنے خدا کا کوئی شکر ادا نہیں کرتے۔ جس نے ہم کو دُنیا کی تمام چیزیں عطا کی ہیں۔ ہم اپنے ماں باپ کا ادب نہیں کرتے۔

جو ہم کو بڑی محنت سے پالتے ہیں۔ اور تمام عُمر ہماری خدمت کرتے ہیں۔ ہم کو اچھے سے اچھا کھانا کِھلاتے ہیں۔ اور عمدہ سے عمدہ کپڑے پہناتے ہیں۔ وہ ہمیں اپنی دولت سے لکھاتے پڑھاتے ہیں۔ راتوں کو ہماری خدمت کے لئے سوتے نہیں ہیں۔ مگر ہم جوان ہو کر اُن کا کہنا بھی نہیں مانتے۔ ہمیں تو یہ چاہیئے تھا۔ کہ ہم سمجھ دار ہو کر اُن کی خدمت کرتے۔ جو کچھ کما کر لاتے۔ اُن کے ہاتھ میں دیتے۔ کیونکہ اُنہوں نے ہمارے لئے حد سے زیادہ مصیبتیں اُٹھائی ہیں جو بچے بڑے ہو کر اپنے خدا کی نافرمانی کرتے ہیں یا جو اپنے ماں باپ کو ستاتے ہیں۔ وہ مَینا جیسے جانور سے بھی گئے گذرے ہیں۔ جس نے ایک بُزرگ کے اِحسان کے بدلے میں اپنی عزیز جان دیدی ؛

# سوالات

۱۔ مَینا کِس قسم کا پرندہ ہے۔ اس کا قد کِتنا بڑا ہوتا ہے۔ اس کے پروں کا رنگ کیسا ہوتا ہے ؟

۲۔ مَینا اور بُزرگ کی محبّت کِس طرح ہوئی۔ اور مَینا نے بُزرگ کے اِنتقال کر جانے پر جو محبّت کا اظہار کیا۔ اُس کو اپنے لفظوں میں لکھو ؟

۳۔ چڑیوں کی محبّت اصلی تھی یا مَینا کی۔ جواب مدلل

لکھو؟

۴- عبادت- تلاوت- حجرہ- انتقال- جنازہ کے معنے بتاؤ- اور ان کو اپنے فقروں میں استعمال کرو؟

۵- "رہتے تھے" کونسا فعل ہے- اس کے بنانے کا قاعدہ بتاؤ- اور پالنا مصدر سے اس کی پوری گردان کرو؟

---

# ۳۱- سکندر اعظم

(۱)

برِاعظم گریس جہالت تصنیفات
مذاق مہارت محسوسات مقدونیہ
تحسین شہسواری

ہندوستان کے شمال مغرب اور برِّاعظم یورپ کے جنوب میں ایک چھوٹا سا مُلک واقع ہے- جس کو اہلِ فرنگ گریس اور اہلِ ایشیا یُونان کہتے ہیں- یہ مُلک گو وُسعت میں کم ہے- مگر شُہرت میں دُنیا

کے کُل مُلکوں سے زیادہ ہے۔ جس زمانے میں یورپ
کے سارے مُلکوں پر جہالت کی تاریکی چھائی ہوئی
تھی۔ اُس وقت وہاں عِلم و فضل کی وہ روشنی تھی۔
جو شاید ہندوستان کے سوا کِسی مُلک کو نصیب نہ
ہوگی۔ بُقراط و سُقراط اَور ارسطوؔ و افلاطوؔن جیسے
نامور حکیم گذرے ہیں۔ اَور ہندوستان کے لوگ
ان کے ناموں سے نا آشنا نہیں ہیں۔ سب اسی خطّے
کی خاک سے پیدا ہوئے تھے۔ شعر و سُخن کی وہاں
اتنی گرم بازاری تھی۔ کہ یورپ کے لوگ آج تک
اُن شاعروں کی تصانیف کو بڑی رغبت سے پڑھتے
ہیں۔ اَور جس کو ان کے سمجھنے کا مذاق نہیں ہوتا
اُسے فاضلوں میں شمار نہیں کرتے۔ پھر سنگ تراشی
اَور معماری اور مصوّری غرض کوئی ایسا فن نہ تھا۔
جس میں وہاں کے لوگ اَور مُلکوں کے باشندوں
پر فائق نہ ہوں ٭

باوصف اس کے فنِّ جنگ میں بھی ایسی مہارت
کامل رکھتے تھے۔ کہ کِسی کو اُن کے مقابلے کی تاب
نہ تھی۔ یہ مُلک ابتدا سے مختلف ریاستوں میں اِس
طرح منقسم تھا۔ کہ جتنے شہر تھے۔ اُتنی ہی ریاستیں
تھیں۔ اَور اُن میں ہمیشہ لڑائی رہا کرتی تھی۔ مگر
زبان و مذہب اور اطوار و نسل کے لحاظ سے

سب ایک تھے۔ سب کے سب ہندوؤں کی طرح مختلف دیوتاؤں اَور دیویوں کی پرستش کرتے تھے۔ اور ان کی صُورتیں اپنی صُورت کے مشابہ تصوّر کرتے تھے۔ زمین و آسمان۔ آفتاب و مہتاب بحر و دریا اَور ساری چیزیں جن میں انسان سے زیادہ قدرت پائی جاتی ہے۔ ان کے نزدیک عبادت کے قابل تھیں۔ اَور اُن کے لئے اُنہوں نے کچھ خاص صورتیں ٹھیرا کر دیوتا مان رکھّا تھا۔ اسی طرح صفاتِ انسانی مثلاً رحم و انصاف۔ عشق و غضب کی بھی پُوجا ہوتی تھی۔ اَور عالمِ محسُوسات میں جتنی چیزیں خوشنما اَور دلکش نظر آتی ہیں۔ وہ سب اُن کے ہاں دیوتا سمجھی جاتی تھیں۔ ان کے علاوہ جو لوگ اُن کی قوم میں بہادر اَور جوانمرد ہو گئے تھے۔ ان کی بھی پرستش ہوتی تھی ۔

اِس مُلک کے شمال میں ایک اَور چھوٹا سا مُلک واقع ہے۔ اَور وہ مقدُونیہ کہلاتا ہے۔ اب وہ سلطان روم کی سلطنت میں داخل ہے۔ مگر جس زمانے کا ہم ذکر کرتے ہیں۔ اس وقت وہاں ایک خاندان کے بادشاہ حکمرانی کرتے تھے۔ جو اپنے تیئں یونانی بتاتے تھے۔ ابتدا میں اس ریاست کو بہت رونق اَور قدرت حاصل نہ تھی۔ مگر رفتہ رفتہ زور پکڑتی گئی۔ اَور سال مسیحی سے ۳۶۰ برس پہلے فیلقوس کے

عہدِ حکومت میں اس کو بڑا عروج حاصل ہوا۔ اس بادشاہ نے اپنی شجاعت اور لیاقت سے اس سلطنت کو بہت بڑھایا۔ اور یونان کی کُل ریاستوں کو بھی اپنا تابع فرمان بنایا۔ چونکہ قدیم سے اہل یونان اور اہلِ فارس میں جنگ چلی آتی تھی۔ اور ایک بار اہلِ فارس نے مقدونیہ کو اپنا باجگزار بھی کر لیا تھا۔ اس سبب سے سب نے متفق ہو کر اہل فارس کے مقابلے کے واسطے فیلقوس کو اپنا سپہ سالار مقرر کیا وہ جنگ کے سامان کر ہی رہا تھا۔ کہ مقدونیہ کے ایک امیر نے اس کا کام تمام کر دیا۔ اور اس کا بیٹا سکندر بیس برس کی عمر میں باپ کا جانشین ہوا + یہ شہریار مسیح سے ۳۵۶ برس پہلے پیدا ہوا تھا اور بچپن ہی سے اس کی حرکات و سکنات اور بات بات سے عقل و دانش اور ہمّت و شجاعت نمایاں تھی۔ وہ بارہ برس کا ہوگا۔ کہ فیلقوس کسی مہم پر گیا۔ اور اس کی غیبت میں شاہِ فارس کے ایلچی مقدونیہ میں آئے۔ سکندر ان سے اس طرح پیش آیا۔ اور ایسی معقول گفتگو زبان پر لایا۔ کہ وہ حیران رہ گئے۔ اس نے ان سے کوئی بات بچّوں کی سی نہ کی۔ بلکہ یہ دریافت کیا۔ کہ فارس میں بڑے بڑے شہر کون سے ہیں۔ اور کتنے کتنے فاصلے پر واقع ہیں۔

لڑکوں کا کیا حال ہے اور بادشاہ کی خُو کیسی ہے۔ وہ اپنے دشمنوں سے کس طرح پیش آتا ہے۔ اور اُس کی قوت و شوکت کن چیزوں پر منحصر ہے؟ سکندر کی یہ خواہش نہ تھی۔ کہ اس کا باپ اُس کے واسطے ایسی ریاست چھوڑ جائے جس میں عیش و عشرت کے اسباب مہیا ہوں۔ اور آسودگی سے عُمر گذرے۔ بلکہ اس کی ہمتِ عالی کا یہ مُقتضے تھا۔ کہ خود معرکہ آرا ہو۔ جنگ و جدال سے جاہ و جلال حاصل کرے۔ اپنے زورِ بازو سے ایک عالم کو قبضے میں لائے۔ اور اپنی شان و شکوہ کی بہار دیکھے اور دکھائے۔ اسی واسطے جب اُس کو فیلقوس کی فتحیابی و کشور کشائی کا مژدہ پہنچتا تھا۔ تو افسُردہ ہو کر اپنے یاروں اور جلیسوں سے یہ کہتا تھا۔ کہ اگر میرا باپ یونہی مُلک بہ مُلک فتح کرتا جائیگا۔ تو ہمارے واسطے کیا باقی رہیگا ٭

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ کوئی سوداگر ایک نادر گھوڑا[لہ] فیلقوس کے پاس لایا۔ اور ۲۵ ہزار روپیہ اُس کا مول کیا۔ بادشاہ سکندر اور اپنے سرداروں کو ساتھ لے کر گھوڑے کے امتحان کے واسطے میدان میں گیا۔ مگر اُس نے کسی کو پاس نہ آنے دیا۔

لہ اِس گھوڑے کا نام بیوسفلیس تھا ٭

فیلقوس اس کی سرکشی اَور بد رکابی دیکھ کر سوداگر پر بہت خفا ہؤا۔ اس وقت بے ساختہ سکندر کی زبان سے یہ کلمہ نکلا۔ کہ افسوس! کیا عمدہ گھوڑا بے تمیزی سے کھوئے دیتے ہیں۔ فیلقوس اس کی بات خیال میں نہ لایا۔ مگر جب بار بار اس کو یہی کہتے سُنا۔ تو اس کی طرف مُخاطب ہو کر کہنے لگا تو بڑوں پر طعن کرتا ہے اَور اپنے تئیں اُن سے بہتر سمجھتا ہے۔ سکندر نے کہا بیشک اِس گھوڑے کو قابُو کرنے کی لیاقت تو اُن سے زیادہ رکھتا ہوں۔ فیلقوس نے کہا۔ کہ اگر تُجھ سے اس گھوڑے پر نہ چڑھا گیا۔ تو بتا کیا ہاریگا؟ جواب دیا۔ کہ گھوڑے کی قیمت۔ اس پر سب ہنس پڑے۔ مگر باپ بیٹوں میں یہ شرط قرار پا گئی۔ سکندر نے جھپٹ کر گھوڑے کی لگام پر ہاتھ ڈالا۔ اَور اس کا مُنہ سُورج کے سامنے کر دیا۔ اصل میں وہ گھوڑا اپنے سائے سے ڈرتا تھا۔ اَور سکندر یہ بات تاڑ گیا تھا۔ جب تک گھوڑے کا مزاج درست نہ ہؤا۔ اُسے دلاسا دیتا رہا۔ پھر یکایک اُچک کر اُس کی پیٹھ پر جا بیٹھا۔ پہلے آسے قدم قدم چلایا۔ اَور جب اُس کا ڈر بالکل نکل گیا۔ تو ٹھکرا کر پویہ کیا۔ اَور پھر سرپٹ ڈال دیا۔ اس وقت فیلقوس اَور ارکانِ دولت سکتے کے عالم میں کھڑے سوار کی خیر

منا رہے تھے۔ کہ اتنے میں سکندر گھوڑے کو پھیر کر لے آیا۔ سب نے بے اختیار تحسین و آفرین کی اور اس کی شہسواری کی داد دی۔ فیلقوس کی آنکھوں میں خوشی سے آنسو بھر آئے۔ سکندر کی پیشانی پر بوسہ دے کر کہنے لگا۔ کہ بیٹا! اپنے واسطے تو کوئی اور سلطنت تلاش کر۔ مقدونیہ کی ریاست تیری شان کے لائق نہیں ہے ٭

## سوالات

۱۔ سکندر کون تھا۔ اور وہ کس مُلک کا بادشاہ تھا؟

۲۔ سکندر کا نادر گھوڑے کو قابو میں لانے والا قصہ اپنے لفظوں میں بیان کرو ٭

۳۔ "کرتا جائیگا" کونسا فعل ہے۔ اس کو دوسرے لفظوں میں ادا کرو۔ رہنا مصدر سے اس فعل کی پوری گردان کرو ٭

۴۔ ذیل کے الفاظ کے معنے بتاؤ۔ اور انہیں اپنے فقرات میں استعمال کرو:۔

جہالت۔ تصنیفات۔ مذاق۔ مہارت۔ تحسین ٭

# ۳۲- کام

محفل حامی برکتیں نازل شہرت
کاہل مشاغل محروم

ہو کبھی انساں نہ بیدل کام سے
کیونکہ ہوتا ہے یہ کاہل کام سے
کام میں ہیں مہر و ماہ و ابر و باد
سج گئی دنیا کی محفل کام سے
اہلِ ہمت کا ہے خود حامی خدا
برکتیں ہوتی ہیں نازل کام سے
عزتیں محنت سے پا جاتے ہیں لوگ
مرتبے ہوتے ہیں حاصل کام سے
مرد کہلانا انہیں آساں نہیں!
جی چُراتے ہیں جو مشکل کام سے
نام حاصل کر گئے دنیا میں جو
وہ ہوئے شہرت کے قابل کام سے
چست لڑکے شوق سے کرتے ہیں کام
اور گھبراتے ہیں کاہل کام سے

کیوں گنواؤ تاش اَور چوسر میں وقت
کب ہیں اچھے یہ مشاغل کام سے
دین و دُنیا سے گیا محروم وہ
ہو گیا جو شخص غافل کام سے

## سوالات

۱۔ نظمِ بالا کا مطلب آسان اُردو میں لکھو؟
۲۔ نظمِ بالا کی مدد سے بتاؤ۔ کہ کون کون سے شغل اچھے ہیں اَور کون کون سے بُرے؟
۳۔ بتاؤ۔ کہ دین و دُنیا سے کونسا آدمی محروم جاتا ہے؟
۴۔ ان الفاظ کے معنی بتاؤ۔ اَور ان کو اپنے فقرات میں استعمال کرو:۔
حامی۔ مہر و ماہ۔ ابر و باد۔ جی چُرانا۔
۵۔ "پا جاتے ہیں" کونسا فعل ہے۔ اس کے مؤنث صیغوں کی پُوری گردان کرو؟

# ۳۳- تمباکو اَور چائے

سگار مُہلک واقف نکوٹین مہذب

اِحساس بادیان خطائی ٹینک ایسڈ کیفین

تمباکو ہندوستان میں عام طور پر پیا اَور کھایا جاتا ہے۔ بعض لوگ اُسے حقّے میں پیتے ہیں۔ بعض پان میں کھاتے ہیں۔ اَور زیادہ تر سگریٹ اَور سگار کی شکل میں اِستعمال کرتے ہیں۔ شاید ہی کوئی ایسا شہر ہو بلکہ یہ کہنا چاہیئے۔ کہ شاید ہی کوئی ایسا گھر ہو۔ جس میں کوئی نہ کوئی شخص اس عادت میں مبتلا نہ پایا جاتا ہو۔ اب بڑوں کی دیکھا دیکھی چھوٹے بچّوں میں بھی یہ عادت پھیلتی جاتی ہے۔ تمباکو میں ایسے ایسے زہریلے اجزا موجُود ہیں۔ جن کے مُہلک اثرات سے ہر بچّے کو واقف ہونا چاہیئے۔ تاکہ وہ اس بُری عادت میں مبتلا نہ ہو۔ اَور اپنے ہاتھوں اپنی صحت ترقی اَور آئندہ کامیابی کی اُمیدوں کو برباد نہ کرے۔

وہ زہریلے اجزاء جو تمباکو میں موجُود ہوتے ہیں۔

یہ ہیں:-

اوّل۔ پرسک ایسڈ۔ جو ایک مشہور اور مُہلک زہر ہے۔ اس کی حالت میں اس تیزاب کی ایک ذرا سی مقدار ایک تندرست شخص کو ہلاک کرنے کے لئے کافی ہے۔

دوم۔ ایک ایسا روغنی مادہ جس کا ایک قطرہ اگر سانپ جیسے زہریلے جانور کی زبان پر رکھ دیا جائے تو یہ اُسے فوراً ہلاک کر دیتا ہے۔

سوم۔ نکوٹین۔ جو اِس قدر خوفناک زہر ہے۔ کہ اگر اس کی ایک رتّی کا پانچواں حصّہ ایک اچھے خاصے مضبوط کُتّے کو کھلا دیا جائے۔ تو یہ اُسے پانی پینے کی مہلت نہیں دیتا۔ ان تینوں چیزوں کے علاوہ کچھ اور اجزا ہیں۔ جن کے مرکّب کا نام تمباکو ہے۔ اور جسے بڑے بڑے مہذّب اور قابل شخص سگریٹ یا حُقّہ میں پی کر یا پان میں کھا کر اِس قدر لُطف اُٹھاتے ہیں!

تمباکو خصوصاً بچّوں کے لئے بہت نقصان دِہ چیز ہے۔ یہ اُن کے اعضاء کو بڑھنے اور پھیلنے سے روک دیتا ہے۔ قوّتِ حافظہ کو برباد کر دیتا ہے دل کو کمزور اور پھیپھڑوں کو گندہ کر دیتا ہے۔ تمباکو کا دُھواں بچّوں کی اخلاقی حالت پر بھی

بُرا اثر ڈالتا ہے۔ کیونکہ یہ احساس کی تمام قوتوں کو کُند اور بیکار کر دیتا ہے ؞

شاید یہ بیان کر دینا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ کہ جب شروع شروع میں تمباکو نوشی کی عادت ترقی کرتی نظر آئی۔ تو انگلستان۔ روس۔ اٹلی اور ایران کے بادشاہوں نے اس کو روکنے کے لئے بہت سخت تدابیر اختیار کیں۔ اِس جُرم کی سزا میں کئی آدمیوں کی ناک کاٹ ڈالی۔ اور بعض کٹّر تمباکو نوش تو اس زہریلے دُھوئیں پر اپنی جانیں ہی قربان کر بیٹھے ؞

چائے بھی تمباکو کی طرح ہندوستان میں عام طور پر پی جاتی ہے۔ ہندوستان میں اس کا رواج زیادہ تر مغلوں کے حکومت کے زمانے میں ہوُا۔ مغلوں اور تاتاریوں کو چائے پینے کی عادت تھی۔ کیونکہ ترکستان اور اُس کے اِرد گرد کے علاقوں میں چین کے باشندوں کا زیادہ اثر تھا۔ اور چینیوں کی دیکھا دیکھی تمام وسط ایشیا کی قومیں چائے پینے کی عادی ہو گئی تھیں ؞

یہ لوگ قہوہ پیتے تھے۔ اور اس کے ذائقہ اور خوشبو کو زیادہ دل پسند بنانے کے لئے سبز چینی چائے کو دارچینی اور الائچی اور بادیان خطائی کے ساتھ جوش دے دیتے تھے۔ مغلوں نے اور پھر بعد میں

کشمیریوں نے اس میں یہ زیادتی کی۔ کہ دودھ بھی شامل کر دیا۔ اب بعض لوگ تو اِس قسم کی چائے پیتے ہیں۔ اور بعض وہی پُرانی قسم کا قہوہ۔ لیکن زیادہ تر لوگ کالی چائے کے عادی ہو گئے ہیں۔ جو ہندوستان آسام اور سیلون وغیرہ میں پیدا ہوتی ہے۔ اور جسے یورپ کے باشندے زیادہ رغبت سے پیتے ہیں +

چائے کے اجزاء میں زیادہ تر حصّہ ٹینک ایسڈ اور کیفین کا ہے۔ کیمیاوی تجربات سے ثابت ہو چکا ہے۔ کہ ٹینک ایسڈ معدہ اور قوّت ہاضمہ کے لئے سخت مُضِرّ ہے۔ کیونکہ یہ اس لُعاب پر بُرا اثر ڈالتا ہے۔ جو خوراک ہضم کرنے کے لئے بہت ضروری ہے۔ یہ تیزاب اپنی تیزی کے باعث معدے کی باریک اور نازُک جھلّی کے لئے بھی بہت مُضِرّ ہے +

کیفین جو چائے کا ایک نشہ اور جُزو ہے۔ رگوں اور پٹھوں پر فوراً اثر کرتا ہے۔ اور تھکن کو دُور کر کے نیند کو غائب کر دیتا ہے۔ تھکن آرام لینے کی خواہش کو کہتے ہیں۔ اور آرام گہری نیند ہی سے میسّر آ سکتا ہے۔ اِس لئے کسی مصنوعی طریقے سے تھکن کو دُور کرنے کی کوشِش کرنا۔ اور نیند سے بچنا جسم پر سب سے بڑا ظُلم ہے۔ کیونکہ جسم کے اعضاء آرام کے بغیر تھک کر اپنا کام

کرنے سے رہ جاتے ہیں +

یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ چائے کا ایک پیالہ جو سردی کے موسم میں اِس قدر مزیدار اور گرمی پیدا کرنے والا معلوم ہوتا ہے۔ ممکن ہے۔ کہ اپنا بُرا اثر جلد ظاہر نہ کرے۔ مگر چائے کی کثرت آہستہ آہستہ اپنا اثر کئے بغیر نہیں رہتی +

بچّوں کے لئے جن کے اعضاء نرم اور نازک ہوتے ہیں۔ چائے مُضِرّ اثر رکھتی ہے۔ چیز وہی اچھّی ہے۔ جو انسان کی صحّت پر بُرا اثر نہ ڈالے اور توانائی کا باعث ہو۔ پس بچّوں کو لازم ہے کہ وہ ان چیزوں کی عادت نہ ڈالیں۔ جن کا نتیجہ روپے کی بربادی اور جسم کی کمزوری کے سوا اور کچھ نہیں +

## سوالات

۱۔ تمباکو کو لوگ کِس کِس طرح سے استعمال کرتے ہیں؟

۲۔ تمباکو میں کون کون سے زہریلے اجزاء پائے جاتے ہیں۔ ان کا اثر کیا ہوتا ہے؟

۳۔ چائے کیوں مضر ہے؟

۴۔ ذیل کے الفاظ کے معنے بتاؤ۔ اور ان کو اپنے فقرات میں استعمال کرو:۔

مُبتلا - مُہلک - واقف - قوّتِ حافظہ +

۵- کرلے کونسا فعل ہے - پالنا مصدر سے اِس فعل کی پُوری گردان کرو؟

---

# ۳۴- صُبح کی چہل پہل

گرہستن ناشتہ رچنا ٹمٹم رِشکرم

تانگا فیشن ایبل ٹائم ٹیبل

مہر کی جو سُورج نے نظر کی!
کایا پلٹی دُنیا بھر کی!
شہر میں دیکھو کوئی گرہستن
دھوتی ہے بیٹھی گھر کے برتن
کوئی اُٹھی ہے جھاڑو دے کر
جھاڑ رہی ہے کپڑے بستر
بچّوں کا مُنہ اِک نے دُھلا کر
رکھ دیا آگے ناشتہ لا کر
لڑکوں نے لے بغل میں بستہ!
گھر سے لیا اسکول کا رستہ

مَیں آ - تُو آ - یہ آ - وہ آ!
لگ گئی بازاروں میں رچنا
گھوڑا بگھّی ٹمٹم یکّہ!
شکرم تانگا بہلی چھکڑا
جس کے جدھر ہیں سینگ سماتے
آتے جاتے نظر ہیں آتے
بائی سکل پر کوئی چڑھا ہے
پیدل کوئی آگے بڑھا ہے!
مُنشی بابُو فیشن ایبل
دیکھ رہے ہیں ٹائم ٹیبل
لیس ہوئی ہے خلقت ساری
کاروبار کی ہے تیاّری
کوئی کہاں تک لکھتا جائے
کُوزہ میں دریا کیسے سمائے

## سوالات

۱- نظمِ بالا کی مدد سے بتاؤ- کہ جب سُورج نکلتا ہے تو دُنیا کی کایا کِس طرح پلٹ جاتی ہے؟

۲- لوگ کیا کیا کام کرنے لگ جاتے ہیں؟

۳- ان الفاظ کے معنے بتاؤ- اور ان کو اپنے فقرات میں استعمال کرو:-

ناشتہ - شکرم - چھکڑا - سینگ سمانا - لیس ہونا ؛

۴-اِس شعر کا مطلب بتاؤ :-

لیس ہوئی ہے خلقت ساری    کاروبار کی ہے تیاری

۵-"دیکھو" کونسا فعل ہے - اس فعل کی گردان رکھنا مصدر سے کرو ؟

---

# ۳۵- سکندرِ اعظم

## (۲)

اتالیق مسخرہ معتقد مسمار حمائل

نوکتخدا کینہ توز متعرّض اِستغنا شجاعت

جب سکندر تیرہ سال کا ہُوا - تو فیلقوس نے ارسطو کو اُس کا اتالیق مقرّر کیا - جس رُتبے کا شاگرد تھا - اُسی پائے کا اُس کو اُستاد مِلا - شاگرد نے اپنی فتوحات سے ایک عالم کو مسخّر کیا - اَور اُستاد نے اپنی تصانیف سے جہان کو معتقد بنایا اِس اُستادِ کامل نے تین برس کے اندر سکندر کو سب علوم سے ماہر کر دیا - اَور اِس حُسنِ خدمت

کے صلے میں فیلقوس نے اُس کے شہر کو جسے پہلے مسمار اور برباد کر دیا تھا۔ از سرِ نو تعمیر و آباد کیا۔ سکندر کو علم کا شوق مُلک گیری کے شوق سے کم نہ تھا۔ یونان کے نامور شاعر ہومر کی کتاب ائیڈ اسے اس قدر عزیز تھی۔ کہ اس کو لڑائی کے علم کی حمائل کہتا تھا۔ اور جب تک اِس کتاب کو اپنی تلوار کے برابر سرہانے نہ رکھ لیتا تھا اُسے نیند نہ آتی تھی *

سکندر کو سولھواں سال تھا۔ کہ فیلقوس نے اِس مُلک پر جس کو اب قسطنطنیہ کہتے ہیں۔ چڑھائی کی۔ اور بیٹے کو مقدونیہ میں اپنا قائم مقام چھوڑا۔ باپ کی غیبت میں اُس نے انتظامِ سلطنت نہایت خُوبی سے رکھّا۔ اور ایک قوم کو جو اُس کے پیچھے باغی ہوگئی تھی۔ مطیع کر لیا۔ پھر باپ کے ساتھ جاکر یونانیوں سے لڑا۔ اور فتح پائی۔ ان ہی باتوں سے مقدونیہ کے لوگ اس کو بادشاہ اور فیلقوس کو جرنیل کہتے تھے۔ اور وہ بھی بیٹے کی محبّت میں اس بات سے ناخوش نہ ہوتا تھا۔ مگر آخر کو باپ بیٹوں میں ان بن ہوگئی۔ سبب اِس کا یہ ہُوا۔ کہ فیلقوس نے آخر عُمر میں ایک نکاح کیا۔ اور شادی کے دن جب سب مہمان جمع تھے۔

اَور شراب کا دَور چل رہا تھا۔ دُلہن کا چچا نشے
کی لہریں ہنکار اُٹھا۔ کہ یارو! دُعا کرو۔ کہ خدا
اِس ناکتخدا کو اولاد دے۔ اَور تخت کا حقیقی وارث
پیدا کرے۔ یہ سُن کر سکندر ایسا برافروختہ ہُوا۔
کہ شراب کا پیالہ جو ہاتھ میں تھا۔ اُس کے مُنّہ
پر کھینچ مارا اور کہا۔ کہ تو مجھ کو حرامی بناتا ہے۔
فیلقوس کو یہ حرکت سخت ناگوار معلوم ہوئی۔ اَور
وہ تلوار لے کر بیٹے کو مارنے اُٹھا مگر خیر گذری۔
کہ غصّے کے جوش اَور شراب کے نشے میں لڑکھڑا کر
گر پڑا۔ اس وقت سکندر نے اہلِ مجلس سے مُخاطب
ہوکر کہا۔ کہ دیکھو۔ یہ وہی شخص ہے جو کل ایشیاء
کی فتح کے سامان کر رہا تھا۔ اور آج ایک جگہ
سے دوسری جگہ تک جاتا سو سو ٹھوکریں کھاتا
ہے۔ اِس طرح باپ سے آزُردہ ہوکر سکندر نے
اپنی ماں کو تو ماموں کے ہاں پہنچا دیا۔ اَور آپ
ایک اَور مُلک میں جو مقدونیہ کے پاس ہے۔ چلا
گیا ؞

اس کے چند روز بعد یونان کا ایک سوداگر
جو خاندان کا امیر تھا۔ اَور فیلقوس سے رسمِ اتّحاد
رکھتا تھا۔ اس کے ہاں مہمان آیا۔ فیلقوس نے
اثنائے گفتگو میں اِس سے دریافت کیا۔ کہ یونان

کی ریاستوں میں اتّفاق کی کیا صُورت ہے؟ اس نے جواب دیا۔ کہ جب تمہارے گھر ہی میں سلُوک نہیں۔ تو اَوروں کا حال کیا پُوچھتے ہو؟ اِس بات کا فیلقوس کے دل پر ایسا اثر ہُوا۔ کہ اُسی دوست کے ہاتھ بیٹے کو مقدونیہ میں بُلا لیا۔ مگر کِسی بات پر باہم شکر رنجی ہوگئی اَور سکندر کی ماں نے جو کینہ توز اَور مغرور عورت تھی۔ باپ بیٹوں میں صفائی نہ ہونے دی۔ اسی وجہ سے بعض مورخوں کو فیلقوس کے قتل میں اُس کی بی بی اور بیٹے کی شرکت کا بھی گمان گزرا ہے۔ مگر بیٹا اِس الزام سے بری ہے۔ کیونکہ اُس نے اپنے باپ کے قاتلوں کی خُوب خبر لی۔ اَور اُن کو سخت سزا دی +

فیلقوس کے مرتے ہی اہلِ یُونان اَور مقدُونیہ کے قُرب و جوار کی ریاستوں کے لوگ جو بزورِ شمشیر مغلُوب ہوئے تھے۔ اَور ہر وقت اپنی آزادی کی تمنّا رکھتے تھے سکندر کو لڑکا سمجھ کر بغاوت پر مستعد ہوئے۔ اس وقت اُس کے مشیروں نے دشمنوں کا ہجُوم دیکھ کر یہ صلاح دی۔ کہ یونانیوں سے متعرّض نہ ہو۔ اَور ان کو اُنھی کے حال پر چھوڑ دے۔ لیکن سکندر نے اُن کی بات نہ مانی۔ اَور یہ جواب دیا۔ کہ اگر ایک مُلک سے دست بردار

ہُوا۔ تو کُل مُلک ہاتھ سے نکل جائیں گے۔ غرض پہلے اُس نے یونانیوں ہی کی خبر لی۔ اَور اُن کے سروں پر یکایک اِس طرح سے جا پہنچا۔ کہ وہاں کی سب ریاستیں حیران اَور ششدر رہ گئیں۔ مقام کورنتھ میں کُل ریاستوں کے وکیل اس کی خدمت میں حاضر ہوئے اَور سب نے فارس کی مہم کے واسطے اس کو اپنا سپہ سالار قرار دیا +

کہتے ہَیں کہ اس وقت سکندر کے پاس اس نواح کے بڑے بڑے حکیم اَور مدبّر مُبارکباد کے واسطے آئے مگر ڈیوجانس[۱] کلبی نہ آیا۔ سکندر اس سے خود ملنے گیا یہ حکیم اس وقت دھوپ میں لیٹا تھا۔ بہت سے آدمیوں کو اپنے پاس آتا دیکھ کر ذرا اُٹھ بیٹھا۔ سکندر نے بہت اخلاق کے ساتھ اس سے گفتگو کی۔ اَور کہا کہ آپ کوئی خدمت میرے لائق فرمائیں۔ اُس نے جواب دیا کہ آپ ذرا دھوپ چھوڑ کر کھڑے ہو جائیں۔ اِس بات پر سکندر کے رُفقا قہقہہ مار کر ہنسے۔ مگر سکندر اس کے استغنا پر غش ہوگیا۔ اَور اس سے کہنے لگا۔ کہ اگر مجھ کو خدا نے سکندر نہ

---

[۱] کلبی یونان میں حکیموں کے ایک فرقے کا نام تھا۔ اور اسوجہ سے رکھا گیا تھا۔ کہ وہ کُتّے کا سا مزاج رکھتے تھے۔ اَور انسان سے نفرت کرتے تھے +

بنایا ہوتا۔ تو اس سے دیوجانس ہونے کی دُعا مانگتا +

اس کے بعد مقدونیہ میں آکر شمالی و مغربی قوموں کی طرف متوجہ ہُوا۔ ان کی سرکوبی میں مصروف تھا۔ کہ یکایک یونان میں اُس کے مر جانے کی خبر اُڑی۔ اور سب سے پہلے شہر اتھنز کے لوگوں نے بغاوت اختیار کی سکندر فوجِ جرّار لے کر روانہ ہُوا۔ اور پہلے اس سے کہ یونان کی اور ریاستیں باغیوں کی کمک پر آئیں۔ شہر کو جا گھیرا۔ اور ایک اشتہار اِس مضمون کا جاری کیا۔ کہ اگر اہلِ شہر اپنے سرغنے حوالے کر دینگے تو اُن سے کچھ باز پُرس نہ ہوگی۔ اس کے جواب میں شہر والوں نے گھمنڈ سے کہا۔ کہ سکندر ہی اپنے دو جرنیل ہم کو دیدے۔ غرض آشتی سے کام نہ چلا۔ اور ہنگامۂ کارزار گرم ہُوا۔ اگرچہ ایتھنز والوں نے مردانگی کی خُوب داد دی۔ مگر سکندر کی فوج سے عُہدہ برآ نہ ہو سکے۔ چھ ہزار آدمی کے قریب لڑائی میں کام آئے اور قریب تیس ہزار کے غلام بنائے گئے۔ سکندر نے اس شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ اور پھر اس بے رحمی کا اس کو تمام عُمر افسوس رہا۔ مگر اس سے کُل یونان میں اس کا رُعب ایسا چھایا کہ پھر کسی نے سر نہ اُٹھایا +

یونانیوں کی خلش مٹا کر مقدونیہ میں آیا۔ اور چار پانچ

مہینے تک ایران پر چڑھائی کے سامان کرتا رہا۔ پھر تیس ہزار پیادے اور پانچ ہزار سوار ساتھ لے کر روانہ ہُوا۔ کہتے ہیں۔ کہ چلنے سے پہلے اُس نے بہت سا خزانہ اپنے دوستوں کو بانٹ دیا۔ اور جب ایک سردار نے اس سے پُوچھا۔ کہ آپ نے اپنے لئے کیا رکھا؟ تو جواب دیا۔ کہ اُمید۔ یہ سُن کر اُس سردار نے اور اُس کی تقلید سے اور کئی سرداروں نے لیا ہُوا روپیہ پھیر دیا۔ اور کہا۔ کہ ہم بھی آپ ہی کی اُمید میں شریک ہیں۔ غرض اِس طرح داد و دہش کرتا مقدونیہ سے چلا۔ اور ہلس پونٹ پر جس کو اب آبنائے ڈارڈ نیلز کہتے ہیں۔ جا پہنچا۔ وہاں فوج کے واسطے جو جہاز مہیّا تھے اُن پر اس کو سوار کروا کر آپ ایک کشتی میں بیٹھا اور اُسے خود کھیتا چلا۔ منجدھار میں پہنچ کر سمندر کے دیوتاؤں اور دیویوں کے نام پر ایک سانڈ قُربان کیا۔ اور جب کنارہ نزدیک آیا۔ تو اپنا نیزہ خشکی پر پھینک دیا۔ اور اس سے یہ شگون لیا۔ کہ ایشیا پر قبضہ ہوگیا۔ کنارے پر اُتر کر شہر ٹرائے کی راہ لی۔ اور وہاں پہنچ کر اُن دلاوروں کے مقبروں کی جنھوں نے اُس میدان میں جانبازیاں کی تھیں۔ اور جن کے کارناموں کی تفصیل ہومر کی کتاب الیڈ میں مندرج ہے۔ زیارت کی۔ اِس عرصے میں دارا شاہِ

فارس کے جرنیل اس کے روکنے کے واسطے لشکرِ جرّار لے کر دریائے گرینی کس پر آ پڑے ۔ جب سکندر وہاں پہنچا۔ تو دریا کا عمق اَور زور زیادہ دیکھا اَور ساحل جس پر دشمن کی فوج پڑی تھی بہت ناہموار پایا۔ شام بھی نزدیک تھی ۔ اس سبب سے ایک جرنیل نے جو بڑا آزمُودہ کار تھا۔ اُس سے کہا کہ اس وقت دریا کے پار جانا اَور حملہ کرنا مناسب نہیں ۔ مگر سکندر نے کچھ خیال نہ کیا۔ اَور یہ جواب دیا ۔ کہ ہلس پوئنٹ کو عبور کر کے اس چھوٹے سے دریا پر اٹکنا اچھی فال نہیں ہے۔ یہ کہہ کر گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ اَور سواروں کو ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔ سامنے سے دشمن نے تیر برسانے شروع کئے ۔ اَور دریا کے تلاطم نے بھی اس کو کئی بار غوطے دیئے ۔ مگر وہ دیوانوں کی طرح جوش میں بھرا ہُوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ کنارے پر پہنچ کر اس کو صف آرائی کی مُہلت نہ ملی ۔ اَور دونو فوجیں غٹ پٹ ہو گئیں ۔ سکندر کی زرّیں سپر اور مرصّع کلغی سے اس کو پہچان کر دشمن کی فوج کے ایک غول نے آگھیرا۔ اَور دو جرنیلوں نے نیزے اَور تبر کے اس پر کئی وار کئے ۔ ان حملوں میں اس کا جوشن جوڑ کے مقام سے کھُل گیا۔ اَور خود بھی چھلنی ہو گیا مگر جسم کو کچھ آسیب نہ پہنچا۔ اَور اُس نے

دونو جرنیلوں کو اپنے ہاتھوں خاک میں سُلا دیا۔ اتنے میں سکندر کی باقی فوج بھی دریا سے گذر کر آ پہنچی۔ اَور اُس کو دیکھ کر فارس کی فوج بھاگ نِکلی۔ اِس معرکے میں یونانیوں نے جو فارس کی فوج میں داخل تھے۔ جان توڑ کر مقابلہ کیا۔ اَور شجاعت کی داد دی۔ مگر آخر کو کھیت سکندر ہی کے ہاتھ رہا ٭

## سوالات

۱۔ سکندر نے کس عُمر میں اَور کس اتالیق سے تعلیم شروع کی۔ اَور بتاؤ۔ کہ اس نے کتنے سال میں تعلیم حاصل کر لی؟

۲۔ فیلقوس سکندر سے کس بات پر ناراض ہُوا۔ اور سکندر کہاں چلا گیا؟

۳۔ سکندر اور دیو جانس کلبی کا قصّہ اپنے لفظوں میں بیان کرو ٭

۴۔ "دُعا مانگتا" کونسا فعل ہَے۔ اَور پالنا مصدر سے اس فعل کی پُوری گردان کرو ٭

۵۔ ذیل کے الفاظ کے معنی بتاؤ۔ اَور اُن کو اپنے فقرات میں استعمال کرو:۔

اتالیق۔ مسخّر۔ مِسمار۔ حمائل۔ کینہ توز ٭

# ۳۶۔ عِزّت

دہر گوہر افلاس حشمت
صولت عظمت کاش ہوس

آدمی کے لئے ہر شے سے ہے عِزّت اچھّی
دولتیں جتنی ہیں سب سے ہے یہ دولت اچھی
ہیچ ہیں دہر کے اسباب و درم گوہر و زر
اپنی عزّت سے نہیں کوئی بھی نعمت اچھّی
دولت و مال جو حاصل ہوں بُرے کاموں سے
اُن سے اِفلاس کا رنج اچھّا مصیبت اچھّی

---

جو بشر دہر میں ہیں حشمت و شوکت والے
مالکِ جاہ و خدم دولت و صولت والے
آخر انسان ہی ہیں کچھ بھی ہو رُتبہ اُن کا
کچھُ فرشتے تو نہیں شوکت و عظمت والے
ایسے لوگوں کے زر و مال کو یا قسمت کو
دھیان میں لائیں کب آزاد طبیعت والے

---

کاش ہم فضلِ الٰہی سے یہ نعمت پائیں
سیکھ کر علم و ہنر شہرت و عزّت پائیں
آؤ سب مل کے خدا سے یہ دُعا مانگیں ہم
سب کے دل صاف ہوں آزاد طبیعت پائیں
خصلتیں نیک ہوں پاس آئے نہ دُنیا کی ہوس
پاس ایماں کا رہے نیک طبیعت پائیں

---

# سوالات

۱- آدمی کے لئے سب سے اچھی کیا چیز ہے؟
۲- جو دولت و مال بُرے کاموں سے حاصل ہوں۔ ان سے کونسی چیز اچھی ہے؟
۳- اِس شعر کا مطلب بتاؤ:-

جو بشر دہر میں ہیں حشمت و شوکت والے
مالکِ جاہ و خدم دولت و صولت والے

۴- ان الفاظ کے معنی بتاؤ- اور ان کو اپنے فقروں میں استعمال کرو:-
گوہر- حشمت- صولت- عظمت-
۵- "مانگیں" کونسا فعل ہے- اس فعل کی کرنا مصدر سے گردان کرو۔

---

# ۳۷- دانت اَور بال

زیبائش لُعاب فِطرت مُنحصر

مِسواک دَوران محسُوس محفُوظ

اِس بات کو شاید سب جانتے ہیں کہ صاف اَور خُوبصورت دانت چہرے کی زیبائش میں کِسی دوسرے عُضو سے کم حصّہ نہیں لیتے۔ مگر اِس بات کا خیال بہت کم لوگوں کو ہوتا ہے۔ کہ جسم کی صحت اَور عام تندرستی کے لئے دانتوں کی صفائی اَور مضبُوطی کِس قدر ضروری ہے؟

ظاہر ہے۔ کہ ہر قسم کی خوراک دانتوں ہی سے چبائی جاتی ہے۔ اَور اِس طرح سخت چیزیں پِس کر اَور نرم ہو کر معدے میں پہنچتی ہیں۔ اگر دانت مضبُوط نہ ہوں۔ تو اپنا کام نہیں کر سکتے۔ اَور خوراک کے سخت اَور بڑے بڑے ٹکُڑے معدے میں چلے جاتے ہیں۔ جس سے خوراک کی نازک نالیوں اَور معدے کی نرم جِھلّی کو نقصان پہنچتا ہے۔ اور معدہ اس قسم کی سخت چیزوں کو ہضم کرنے کی کوشش

کرتے کرتے بیکار ہو جاتا ہے +

اس کے علاوہ دانت کی بیماریاں جو دانتوں کو صاف نہ رکھنے سے پیدا ہوتی ہیں۔ مُنہ میں بدبُو پیدا کر دیتی ہیں۔ جس سے مسوڑے گل جاتے ہیں۔ اور اکثر اوقات اُن کی جڑوں میں پیپ ہو جاتا ہے۔ یہ پیپ آہستہ آہستہ مُنہ کے لعاب کے ساتھ گلے میں رہتا ہے۔ جس سے گلے پھیپھڑوں اور معدے کی کئی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ دانت زیادہ تر بہت گرم یا بہت سرد اشیا کے استعمال سے بھی خراب ہو جاتے ہیں۔ بہت زیادہ نرم چیزیں کھانے یا ایسی خوراک استعمال کرنے سے بھی جو آسانی سے نگلی جا سکتی ہو۔ دانت اپنی قُدرتی مضبُوطی کھو دیتے ہیں۔ کیونکہ فِطرت ایسے اعضا کو اچھّی حالت میں نہیں رکھتی۔ جن کا استعمال نہ کیا جائے ÷

مٹھاس دانتوں کے لئے بھی ویسی ہی مضر ہے۔ جیسی معدے کے لئے۔ خصوصاً اگر مٹھاس کھا کر دانت صاف نہ کئے جائیں۔ تو اُن میں ایک تیزابی مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ جو دانتوں کے روغن کے لئے سخت مضر ہے۔ تمباکو۔ پان۔ اور گوشت کا زیادہ استعمال بھی دانتوں کے لئے نقصان دِہ ہے۔ حقیقت میں دانتوں کی مضبُوطی دانتوں کی صفائی ہی پر مُنحصر ہے ÷

صُبح اُٹھ کر کیکر یا نیم کی مِسواک سے اَور کھانے کے بعد کم از کم دو دفعہ نرم بُرش سے دانتوں کو صاف کرنا صحت کے لئے بہت ضروری ہَے۔ اگر رات کو سونے سے پہلے بھی دانتوں کو صاف کر لیا جائے۔ تو دانت بہت اچھّی حالت میں رہتے ہیں۔ دانتوں کی طرح بال بھی انسانی جسم کے ایسے اعضا میں سے ہَیں۔ جو زیادہ تر خُوبصورتی اَور زیبائش کی چیز سمجھے جاتے ہَیں۔ حقیقت یہ ہَے کہ ان کو بھی انسانی صحت سے اسی قدر تعلّق ہَے۔ جس قدر کِسی اَور عُضو کو +

بعض شوقین بال بڑھانے کے لئے دواؤں کا اِستعمال کرتے ہیں۔ بال بڑھانے کا یہ طریقہ مفید نہیں۔ بلکہ مُضر ہے۔ کیونکہ سر کی وہ جِلد جس میں بالوں کی جڑیں ہوتی ہَیں۔ بالوں کے غیر معمُولی وزن سے کمزور ہو جاتی ہَیں۔ اَور اگر دوائیں تیز خاصیّت کی ہوں۔ تو جڑیں جنہیں مسام کہتے ہَیں۔ زیادہ کھُل جاتے ہَیں۔ اَور ایک ایک سُوراخ سے دو دو طرف بال نِکلنے شروع ہو جاتے ہَیں۔ جس کا نتیجہ آخر کار بالوں کے حق میں نقصان دِہ ہوتا ہَے۔ سر کے بالوں کے لئے روغنِ زیتون کی مالش بہت مفید ہوتی ہَے۔ سر کو تازہ ہوا پہنچانے پر بالوں اور دماغ کی صحت کا بہت کچھ دار و مدار ہَے۔ نیم گرم پانی۔ اَور اچھے

صابُون سے سر کے بالوں کو دھونا اور پھر نرم بُرش سے بالوں کو سنوارنا بالوں کو اچھی حالت میں رکھنے کا بہترین طریقہ ہے۔ سر کو اکثر کھُلا رکھنا چاہئے۔ تاکہ اُسے بھی تازہ ہوا لگے۔ اس سے دماغ تر و تازہ رہتا ہے *

اگر سر کی جِلد میں خُشکی سی ظاہر ہونے لگے۔ تو چاہئے کہ روزانہ صُبح اور شام کے وقت ہاتھ کی اُنگلیاں ٹھنڈے پانی میں بھگو کر اُن سے اس مقام کو سہلایا جائے۔ جہاں خشکی کے نشان موجُود ہوں۔ اس کے بعد نرم بُرش سے بالوں کو سنوار لینا چاہئے۔ اس طریقہ سے خُون کا دَوران صحیح ہو جائیگا۔ اور خشکی کا اثر جاتا رہیگا *

ہندوستان میں بہت لوگ تیل کا استعمال زیادہ کرتے ہیں۔ اور سر کو کم دھوتے ہیں۔ اس سے گرد زیادہ جم جاتی ہے۔ کپڑوں پر اس کے دھبّے پڑ جاتے ہیں۔ اور دماغ پر بوجھ سا محسُوس ہوتا ہے۔ یہ طریقہ دماغی صحت کے لئے بھی مُضرّ ہے۔ اور تہذیب کے بھی خلاف *

سر کے بالوں کے علاوہ قدرت نے تمام جسم پر بال پیدا کئے ہیں۔ حقیقت میں یہ چھوٹے چھوٹے بال جنہیں روئیں کہتے ہیں۔ بدن کے مسامون کی حفاظت

کے لئے ہیں۔ ان مساموں کے ذریعے بدن کا مَیل پسینہ کی صُورت میں نکلتا رہتا ہے۔ اور رؤں کی وجہ سے باہر کا مَیل جسم کے اندر نہیں جا سکتا۔ مگر یہ ضرُوری ہے کہ بدن کی اُوپر کی سطح اور ان رؤں کو مَیل سے محفُوظ اور صاف رکھا جائے۔ تاکہ پسینہ ان چھوٹے چھوٹے بالوں کے ساتھ جم کر ان سوراخوں کو بند نہ کر دے۔ پسینہ چونکہ جسم کا مَیل ہے۔ اِس لئے اس میں بدبُو ہوتی ہے۔ اگر اس کو صاف نہ کیا جائیگا۔ تو ظاہر ہے کہ بدن میں بدبُو پیدا ہو جائیگی۔ اِس مطلب کے لئے ہر روز نہانا نہایت مفید ہے۔ غُسل کے لئے ٹھنڈا پانی۔ گرم پانی سے زیادہ فائدہ بخش ہے۔ مُنہ۔ ہاتھ اور ایسے اعضا کو جو کپڑوں سے چُھپے ہوئے نہیں رہتے دن میں کئی مرتبہ دھونا چاہئے۔ تاکہ وہ گرد و غُبار جو ان پر جم جاتا ہے۔ دُور ہو جائے۔ اور انسان کا جسم ہمیشہ صاف سُتھرا رہے۔ تندرستی کا دار و مدار حقیقت میں جسم کی صفائی پر ہے +

## سوالات

۱- اگر دانت مضبُوط نہ ہوں۔ تو آدمی کو کیا نقصان پہنچتا ہے؟

۲- دانتوں کو صاف نہ کرنے سے کون کونسی بیماریاں پیدا

ہوتی ہیں ؟

۳- دانت کس طرح صاف رکھے جا سکتے ہیں - اور بال کس طرح ؟

۴- بالوں کے بڑھانے کے لئے دواؤں کا لگانا کیوں مضر ہے؟

۵- جانتے ہیں - کر لیا جائے - کہتے ہیں - جاتا رہیگا - کٹے ہیں کون کون سے فعل ہیں ؟

---

# ۳۸- پردیس

غُربت صعُوبتیں غمخوار کُلفتیں

پیہم آبِ زندگانی فُرقت بیزار

بیزار اِک اپنی جان وتن سے — بچھڑا ہُوا صحبتِ وطن سے

غُربت کی صعوبتوں کا مارا — چلنے کا نہیں ہے جس کو یارا

غمخوار ہے کوئی اور نہ دِلجُو — اک باغ میں ہے پڑا لبِ جُو

ہیں دھیان میں کلفتیں سفر کی — آپے کی خبر ہے اور نہ گھر کی

ابر اِتنے میں اک طرف سے اُٹھا — اور رنگ سا کچھ ہوا کا بدلا

برق آ کے لگی تڑپنے پیہم — اور پڑنے لگی پھُوار کم کم

سامان ملے جو دِل لگی کے — یاد آئے مزے کبھی کبھی کے

دیکھے کوئی اس گھڑی کا عالم    وہ آنسوؤں کی جھڑی کا عالم
وہ آپ ہی آپ گنگنانا    اور جوش میں آ کبھی یہ گانا
اے چشمۂ آبِ زندگانی    گھٹیو نہ کبھی تری روانی
جاتی ہے جدھر تری سواری    بستی ہے اُسی طرف ہماری
پائے جو کہیں مری سبھا کو    دیتا ہوں مَیں بیچ میں خدا کو
اوّل کہیو سلام میرا    پھر دیجیو یہ پیام میرا
قسمت میں یہی تھا اپنی لکھا    فُرقت میں تمہاری آئی برکھا
آتا ہے تمہارا دھیان جس دم    مُرغابیاں تیرتی ہیں باہم
ہم تم یُونہیں صبح و شام اکثر    تالاب میں تیرتے تھے جاکر
جب سبزہ و گُل ہیں لہلہاتے    اُلفت کے مزے ہیں یاد آتے
ہم تم یونہی ہاتھ میں دیئے ہات    پھرتے تھے ہوائیں کھاتے دِن رات
جب پیڑ سے آم ہے ٹپکتا    مَیں تم کو اِدھر اُدھر ہوں تکتا
رُت آم کی آئے اور نہ ہو یار    جی اپنا ہے ایسی رُت سے بیزار
ہے سرد ہوا بدن کو لگتی    پر دل میں ہے آگ سی سُلگتی"
نشتر کی طرح تھی دل میں چبھتی    فریاد یہ دردناک اُس کی
تھا سوز میں کچھ ملا ہُوا ساز    پکڑا گیا دل سُن اُس کی آواز
حیرت رہی دیر تک کہ آخر    روتا ہے کہاں کا یہ مُسافر
پر غور سے اک نظر جو ڈالی    نکلا وہ ہمارا دوست حالی

## سوالات

۱۔ پردیس کسے کہتے ہیں۔ اور پردیس میں انسان کو کیا کیا

مُشکلات پیش آتی ہیں ؟

۲- کیسی رُت سے آدمی کا جی بیزار ہوتا ہے ؟

۳- اِس شعر کا مطلب بتاؤ:-

ہیں دھیان میں کُلفتیں سفر کی
آپے کی خبر ہے اور نہ گھر کی

۴- جان و تن سے بیزار ہونا- صعُوبتوں کا مارا- یارا- پیہم کے کیا معنی ہیں ؟

۵- "وہ جاتی ہے" کونسا فعل ہے - اِس فعل کے بنانے کا قاعدہ بتاؤ ۔

---

# ۳۹- سکندر اعظم

## (۳)

طرطوس انطاکیہ بےاعتدالی اسلحہ اہتمام

تفتیش ضمیمہ تجہیز و تکفین نزع

اس لڑائی کے بعد ایشیائے کوچک کو کھوندتا اور شہر پر شہر فتح کرتا طرطوس میں پہنچا - شہر کے نیچے جو دریا بہتا تھا- اُس کا پانی صاف و شفاف

دیکھ کر اُس میں کُود پڑا۔ منزل کی گرمی اور پانی کی خُنکی نے مِل کر بے اعتدالی پیدا کی۔ اور اس کو اس شدّت سے بُخار چڑھا۔ کہ جان کے لالے پڑ گئے۔ ساتھ کے حکیموں نے اِس اندیشے سے دوا دینے میں تامّل کیا۔ کہ وہ نہ بچا۔ تو اہلِ مقدونیہ ہم کو بھی زندہ نہ چھوڑینگے۔ مگر ایک حکیم نے جو اُس کا خیر خواہ تھا۔ اور اس کے نزدیک بڑا اعتبار رکھتا تھا۔ جُرأت کرکے دوا تجویز کی۔ ابھی وہ دوا تیّار کر ہی رہا تھا۔ کہ سکندر کے اُسی جرنیل نے جو گرینی کس کے عبور سے مانع آیا تھا۔ ایک عریضہ بھیجا۔ اور اس میں یہ لکھّا۔ کہ زنہار اس حکیم کی دوا نہ کھانا۔ کہ وہ دارا سے مِلا ہُوا ہے اور دارا نے تمہارے زہر دینے کے واسطے اس سے اور انعام و اکرام کے علاوہ اپنی بیٹی دینے کا وعدہ کیا ہے۔ یہ عریضہ سکندر نے اپنے سرہانے رکھ لیا۔ اور جب حکیم دوا بناکر لایا۔ تو ایک ہاتھ سے پیالہ مُنّہ کو لگایا۔ اور دوسرے ہاتھ سے وہ عریضہ نکال کر حکیم کے حوالے کیا۔ سکندر دوا پیتا جاتا تھا۔ اور حکیم اِس تحریر کو پڑھ کر پیچ و تاب کھاتا تھا۔ جب مرض سے صحت پائی۔ اور بدن میں کچھ طاقت آئی۔ تو سمندر کے کنارے کنارے آگے بڑھا۔ اور ایک پہاڑ سے جس کو

بابِ شام کہتے ہیں۔ گزر کر انطاکیہ کا راستہ لیا۔ اس عرصے میں دارا بھی فوجِ کثیر ہمراہ لے کر آ پہنچا۔ اور ایک چھوٹے سے دریا پر دونو کا مقابلہ ہوگیا۔ اگرچہ دارا کی فوج سکندر کی فوج سے کئی حصّے زیادہ تھی۔ اور اس کے لشکر میں تین ہزار یونانی جوان بھی تھے۔ مگر قسمت نے سکندر ہی کو جتایا۔ اور دارا میدانِ جنگ سے ایک گھوڑے پر سوار ہوکر ایسا بھاگا کہ کسی کے ہاتھ نہ آیا۔ اِس لشکر کا مال و اسباب اہلِ مقدونیہ نے لُوٹا۔ اور اس کا خیمہ اور رتھ اور لباس و اسلحہ سکندر کے واسطے رکھّا جب سکندر خیمے میں داخل ہُوا۔ تو اُس کے مختلف درجے اور ہر درجے میں تکلف کے سامان دیکھ کر حیران ہُوا۔ کِسی میں حمام کا اہتمام اور مُشک و عنبر جلتا دیکھا۔ کسی میں کھانے پینے کی چیزیں اور دُنیا کی نعمتیں مہیّا پائیں۔ اور کسی میں خوابگاہ کے تکلّف نظر آئے۔ یہ بہار دیکھ کر اپنے رُفقا سے مُخاطب ہُوا۔ اور کہنے لگا۔ کہ معلوم ہوتا ہَے۔ ایشیا میں اسی عیش و عشرت کا نام بادشاہت ہَے۔ اسی خیمے میں بیٹھا کھانا کھا رہا تھا۔ کہ برابر کے خیمے سے عورتوں کی گریہ و زاری کی آواز آئی۔ تفتیش کے بعد معلوم ہُوا۔ کہ دارا کی بیوی اور دو ناکتخدا لڑکیاں اُس کے رتھ اور کمان کو

دیکھ کر روتی ہیں اور یہ جانتی ہیں۔ کہ وہ لڑائی میں مارا گیا۔ سکندر نے اُن کے حالِ زار پر افسوس کیا۔ اور اُن سے کہلا بھیجا۔ کہ دارا زندہ ہے۔ تم غم نہ کرو۔ اور خاطر جمع رکھو۔ جس عزّت و حُرمت سے اُس کے سامنے رہتی تھیں۔ اُسی صُورت سے اب بھی رہوگی۔ میری لڑائی دارا سے فقط سلطنت کی بابت تھی۔ اُس کے ننگ و ناموُس سے کچھ تعرّض نہیں ہے۔ کہتے ہیں کہ دارا کی بی بی اور بیٹیاں حُسن و جمال میں بے نظیر تھیں۔ مگر سکندر نے اُن کو تصویر کی مثال سمجھا۔ اور جو کلمہ زبان سے نکالا تھا۔ اس کو پُورا کر دکھایا۔ اور اُن کی خاطر داری اور دلجوئی میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھّا۔ جتنے نوکر چاکر ان کی خدمت میں رہتے تھے۔ سب بدستور رہے۔ اور کسی بات میں فرق نہ آنے دیا۔ ان کی حُرمت و آبرو کا ایسا پاس رکھّا۔ کہ لشکر کے کسی آدمی کو اُن کے خیمے کے پاس نہ پھٹکنے دیا۔ اور سب کو یہ حکم سُنا دیا۔ کہ اگر کسی کا بیہودہ کلام ان کے کان تک پہنچیگا۔ تو اس کو سخت سزا دی جائیگی۔ اس لڑائی کے فتح ہوتے ہی شام کے مُلک پر سکندر کا تصرّف ہوگیا۔ اور شہر دمشق میں دارا کا بہت سا مال و خزانہ اس کی فوج کے ہاتھ آیا۔ چونکہ فارس والوں کی

طرف سے یونانیوں کو بغاوت پر آمادہ کرنے کا اندیشہ تھا۔ اور یونان میں اُن کی مدد جہازوں ہی کے ذریعہ پہنچ سکتی تھی۔ اِس واسطے اُس نے بحیرۂ شام کے ساحل کے علاقے کو جسے فینیشیا کہتے تھے۔ مُسخّر کرنا مقدّم سمجھا۔ یہاں کوئی اُس کے مقابلے میں نہ آیا۔ جس شہر میں پہنچا۔ وہاں کے لوگوں نے اطاعت سے سر جُھکایا۔ مگر شہر سور کے باشندوں نے اپنے دیوتاؤں کے گھمنڈ پر اُسے شہر میں داخل نہ ہونے دیا۔ یہ شہر اُس وقت ایک جزیرے میں واقع تھا۔ اور جزیرے کا فاصلہ کنارے سے آدھ میل تھا۔ سکندر نے اس کا محاصرہ کیا۔ اور ساحل سے شہر کی فصیل تک ایک چوڑا پُشتہ باندھ لیا۔ ایک مؤرّخ لکھتا ہے۔ کہ اثنائے مُحاصرہ میں اہلِ شہر نے اپنے ایک دیوتا کو خواب میں دیکھا اور اُسے یہ کہتے سُنا۔ کہ میں تمہارے چلن سے بیزار ہوکر سکندر کی طرف جاتا ہُوں۔ اس پر اُنھوں نے یہ بندوبست کیا۔ کہ اُس کی مُورت کو زنجیروں کے ساتھ جکڑ کر میخوں سے زمین میں ٹھونک دیا۔ اور پھر بیباک ہوکر طنز سے اُس کو سکندر ہی کہنے لگے۔ دیوتا وہیں دھرے رہے اور شہر سات مہینے کے بعد سکندر کے ہاتھ آگیا۔ اہلِ شہر کتنے ہی مارے گئے۔ اور رہے سہے اُس کے

غلام بنے۔ یہاں سے اُس نے مصر کا رُخ کیا۔ اور یہ مُلک جو سَو برس سے سلطنت فارس کا ضمیمہ چلا آتا تھا۔ بے وقت اُس کے قبضے میں آگیا دریائے نیل کے دہانے کے قریب اُس نے ایک شہر آباد کیا۔ جو اسی کے نام سے آج تک سکندریہ مشہور ہے۔ اور ایک مُدّت تک ہند اور افریقہ اور یورپ کا بڑا تجارت گاہ رہا ہے مصر سے سکندر پھر فینیشیا میں آیا۔ اور وہاں سے روانہ ہوکر فرات اور دجلہ دونوں دریاؤں کو عبُور کر گیا۔ دجلے سے پار منزل چلا تھا۔ کہ دارا کے کچھ سوار گرفتار ہوکر اس کے لشکر میں آئے۔ اُن کی زبانی معلوم ہُوا۔ کہ دارا کا لشکر شہر آربیلا سے بیس میل کے فاصلے پر دجلے اور کوہستان کردستان کے بیچ کے میدان میں ایک گاؤں کے قریب پڑا ہے۔ جس کو فارس والے اُونٹ کا گھر کہتے ہیں۔ سکندر نے چند روز اپنی فوج کو آرام دے کر آدھی رات کو اُس گاؤں کا رُخ کیا۔ اور صبح ہوتے ہی دارا کو جا لیا۔ اس وقت فارس والے جو شبخُون کے اندیشے سے راتوں کو جاگے تھے۔ تھک کر چُور ہو رہے تھے۔ مگر پھر بھی بعض جوان جی توڑ کر لڑے۔ اس لڑائی میں بھی دارا کے پاؤں اُکھڑ گئے۔

اور اُس کے بھاگتے ہی سارا لشکر پراگندہ ہوگیا۔ یہ شکست دارا نے ایسی کھائی۔ کہ فارس کی سلطنت اس کے ہاتھ سے جاتی رہی۔ شاہ ظفریاب میدانِ جنگ سے روانہ ہوا۔ اور بابل وغیرہ کئی شہروں سے گزر کر دارا کا خزانہ لُوٹتا ہوا فارس کے دارالخلافہ پری پولس میں جس کے کھنڈر شیراز کے قریب آج تک پائے جاتے ہیں۔ اور چہل منارہ کہلاتے ہیں۔ جا پہنچا۔ اور دارا کے تخت پر جلوہ افروز ہوا۔ اس شہر میں تیس کروڑ روپے سے زیادہ اس کے ہاتھ آیا۔ اور اس نے فیّاضی کو کام فرما کر اپنے رفیقوں کو انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا۔ کہتے ہیں۔ کہ سکندر نے نشے کی ترنگ میں اس شہر کو جلا دیا۔ مگر بعض مؤرخوں کو یہ گمان مسلمانوں کی طرف سے گزرتا ہے۔ پری پولس سے سکندر دارا کی تلاش میں نکلا۔ اور پتا لگاتے لگاتے بحیرۂ خزر تک جا پہنچا۔ وہاں جاکر معلوم ہوا۔ کہ دارا کے ایک نوکر نے سلطنت کی ہوس میں اُس کو پا بہ زنجیر کر رکھّا ہے۔ یہ سُن کر اُس کو تعاقب کا شوق غالب ہوا۔ اور دو منزلہ سہ منزلہ کرکے فقط ساٹھ سوار دل سے اُس نمک حرام کو جالیا وہ سمجھا۔ کہ سکندر کا سارا لشکر مجھ پر آپڑا ہے۔ گھبرا کر بھاگا۔ اور

دارا کو ساتھ لے جانا چاہا۔ مگر اُس نے انکار کیا۔ اور یہ جواب دیا۔ کہ تیری قید سے مَیں سکندر کی قید کو بہتر سمجھتا ہُوں۔۔ اس پر ظالم نے دارا کو خنجر سے زخمی کیا۔ اور مُردہ سمجھ کر سڑک پر ڈال گیا۔ جب سکندر کے سوار اُس کے پاس پہنچے۔ تو وہ نزع کی حالت میں تھا۔ ایک سوار سے اُس نے پانی مانگا۔ سوار نے اُسی وقت پانی حاضر کیا۔ دارا نے پیالہ مُنہ سے لگایا۔ اور سوار سے کہا۔ کہ اب پیمانۂ عُمر لبریز ہے اور مَیں تجھ کو انعام دینے کی طاقت نہیں رکھتا۔ مگر اُس کا صلہ سکندر دیگا۔ اور سکندر کو خدا اجر دیگا۔ کہ اُس نے میری بی بی اور بچّوں کے ساتھ شاہانہ سلُوک کیا ہے۔ پھر سوار کے ہاتھ میں ہاتھ دیا۔ اور کہا۔ کہ یہ ہاتھ مَیں سکندر سے مِلانا چاہتا تھا۔ اُدھر سوار کو ہاتھ دیا۔ اور اُدھر جاں بحق تسلیم کی۔ سکندر نے پہنچ کر اُس کے مرنے کا بہت افسوس کیا۔ اور اپنا چُغہ اُس کی لاش پر ڈال دیا۔ پھر شاہانہ کرّ و فر سے اُس کی تجہیز و تکفین کی۔ اور اُس نمک حرام کو گرفتار کرکے بہت عذاب سے مارا +

اس کے بعد سکندر مُلک ماژندران اور خُراسان ہوتا ہُوا ہرات میں آیا۔ اور وہاں سے کابل پہنچ کر بلخ اور بُخارا سمرقند و تاشقند کی تسخیر کے واسطے

کوہ ہندوکش سے گزر گیا جب یہ علاقہ بھی فتح کرلیا۔
تو دریائے سندھ پر پہنچا۔ اور قلعہ اٹک کے قریب
جس کو یونانی ٹمکلا کہتے تھے۔ کشتیوں کا پُل باندھ کر
دریائے سندھ سے اُتر آیا۔ یہاں کے راجہ نے
سکندر کی اطاعت اختیار کی۔ اور پھر وہ بے دِقّت
دریائے جہلم تک آ گیا۔ دریا کے پار راجہ پورو کا
لشکر مقابلے کو تیّار تھا۔ اور صدہا ہاتھی ساحل کو
گھیرے اِس طرح کھڑے تھے۔ کہ سکندر کی فوج کو
اُترتے ہی پامال کریں۔ یا سُونڈوں سے اُچھال کر عدم
کو پہنچائیں۔ ایسی حالت میں اُس نے عبُور دُشوار دیکھ کر
مقام کر دیا۔ اور ہر روز اپنے لشکر میں دھوم دھام
رکھنی شروع کی۔ تاکہ مُخالف اُس کے خُوگر ہو جائیں
اور وقت پر بے خبر رہیں۔ پھر ایک اندھیری رات
کو جب کہ بادل گرج رہا تھا۔ اور بجلی کوند رہی تھی۔
کچھ پیادے اور چیدہ سوار لے کر اُوپر کی طرف
چلا۔ اور ایک ٹاپُو سے گزر کر دوسری طرف جا پہنچا۔
کنارے پر اُتر چند قدم چلا تھا۔ کہ پورو کے ہزار
سوار اُس کے سامنے پڑے۔ مگر جلد مغلُوب ہو گئے۔
جب پورو نے سکندر کا دریا سے اُترنا سُنا۔ تو بہت سا
لشکر لے کر خود اُس کے مقابلے کو آیا۔ اور تین پہر
تک بڑی مردانگی سے لڑتا رہا۔ آخر شکست کھائی۔

اور اسیر ہوکر سکندر کے سامنے لایا گیا۔ سکندر نے
اُس سے پُوچھا۔ کہ اب آپ کے ساتھ کیا سلُوک کریں؟
اُس نے جواب دیا کہ جو بادشاہ بادشاہوں کے ساتھ
کرتے ہیں۔ پھر پُوچھا کہ اور کیا چاہتے ہو؟ کہا میرے
پہلے ہی جواب میں سب باتیں آ گئیں۔ سکندر لڑائی
میں اس کی دلاوری اور شجاعت دیکھ کر اور یہ
عاقلانہ جواب سُن کر اُس سے ایسا خوش ہُوا۔ کہ اُس
کا مُلک اور قُرب و جوار کا اور علاقہ جو فتح کیا۔ سب
اُسی کو دیدیا۔ کہتے ہیں۔ کہ اس معرکے میں پورو کے
ہاتھی نے کسی کو اس کے پاس نہ پھٹکنے دیا۔ اور جتنے
تیر اس کے جسم میں لگے تھے۔ سب اپنی سُونڈ سے
نکالے اسی لڑائی میں سکندر کا گھوڑا بیوس فیلس
زخمی ہوکر کئی روز کے بعد مر گیا۔ اُس کے مرنے کا
سکندر کو ایسا غم ہُوا۔ جیسا کسی عزیز رشتہ دار کا
ہوتا ہے۔ چنانچہ جس جگہ اُس کو دفن کیا تھا۔ وہاں
اُس کے نام سے بیوسفیلسا ایک شہر آباد کیا۔

دریائے جہلم کے کنارے پر سکندر نے ایک ماہ
قیام کیا اور پھر پنجاب کو تاراج کرتا ہُوا دریائے
ستلج تک جا پہنچا اس علاقے میں کھتریوں کی ایک جنگجُو
قوم کے سوا جس کا دارالخلافہ غالباً لاہور ہوگا۔
کسی کو اُس کے مقابلے کا حوصلہ نہ ہُوا۔ سکندر کا

یہ ارادہ تھا۔ کہ کُل ہندوستان کو اپنے قبضے میں لائے۔ اور جہانگیر نام پائے۔ مگر پورو سے لڑکر اُس کی سپاہ نے ایسا جی چھوڑا۔ کہ پھر آگے بڑھنے کا ارادہ نہ کیا۔ ہر چند سکندر نے سمجھایا۔ اور دھمکی اور خوشامد بھی کام میں لایا۔ مگر فوج کو کسی طرح اثر نہ ہُوا۔ مجبُوراً پیچھے ہٹا۔ اور دریائے جہلم پر پہنچ کر فوج کے تین حصّے کئے۔ ایک حصّے کو کشتیوں میں بٹھا کر آپ اس کے ساتھ ہُوا۔ باقی دو حصّوں کو دریا کے دونو کناروں پر خشکی میں چلنے کا حکم دیا۔ چلتے چلتے مُلتان کے قریب ایک قوم سے سخت معرکہ آ پڑا۔ سکندر نے ان کے شہر پر حملہ کیا۔ اور سیڑھی لگا کر سب سے پہلے آپ فصیل پر چڑھ گیا۔ چار افسر اور چڑھنے پائے تھے۔ کہ سیڑھی ٹوٹ گئی۔ اور اب اس کے سوا چارہ نہ رہا۔ کہ جست کرکے اپنی فوج میں آئے یا دشمنوں میں جائے۔ اُلٹا آنا اُس کو گوارا نہ ہُوا جسم کو تول کر شہر ہی میں کُودا۔ کُودتے وقت اسلحہ کی چمک سے دشمنوں کو یہ گمان ہُوا۔ کہ اس کے بدن سے بجلی نکلتی ہے۔ رعب کے سبب ڈر کے بھاگنے لگے۔ مگر پھر اصل حقیقت سے آگاہ ہو کر اُس پر آ پڑے۔ سکندر دیوار سے اڑ کر اُن کا مقابلہ کرتا رہا۔ اور اُسی میں اُن کے دو افسر اپنے ہاتھ سے مار لئے۔ مگر ایک تیر اُس کی پسلی

میں ایسا لگا۔ کہ زمین پر گر پڑا۔ اس کے بعد اُس کے دو افسر جو اُسی کے ساتھ کُودے تھے۔ اُس کی حفاظت کرتے اور دشمن سے لڑتے رہے۔ اتنے ہی میں اُس کی سپاہ دروازہ کھول کر اور کچھ فصیل پر چڑھ کر شہر میں آگئی۔ اور شہر فتح کر لیا۔ اس لڑائی میں سکندر ایسا زخمی ہُوا۔ کہ اُس کے جینے کی آس نہ رہی۔ ایک عرصے کے بعد تندرست ہوکر دریائے سندھ کے دہانے پر پہنچا۔ وہاں سے کشتیاں ایک آزمُودہ کار ناخدا کے حوالے کیں۔ کہ بحرِ ہند کی راہ دریائے دجلہ اور فرات پر پہنچ جائے۔ اور آپ بلوچستان کی خاک چھانتا طرح طرح کی مصیبتیں جھیلتا کرمان میں پہنچا۔ کرمان سے پرسی پولس کو روانہ ہُوا۔ اور وہاں جاکر وہ خرابیاں جو اُس کی غیبت میں پیدا ہوگئی تھیں۔ رفع کیں۔ یہاں سے فرصت پاکر شہر سوسا میں جہاں دارا موسمِ گرما بسر کیا کرتا تھا۔ دارا کی بیٹی سے شادی رچائی۔ اور اس کی تقلید سے اُس کے بہت سے سرداروں اور سپاہیوں نے بھی فارس کی عورتوں سے شادیاں کیں۔ اِس دُھوم دھام کے بعد بابل میں گیا اور چاہا کہ اِس شہر کو دارالخلافہ بنائے۔ مگر عُمر نے دفا نہ کی دعوتوں کے جلسوں میں شراب اِس کثرت سے پی۔ کہ بُخار چڑھ آیا۔ اور اسی عارضے میں سالِ مسیحی سے ۳۲۳ برس

پہلے ۲۳ جُون کو ۳۲ برس کی عُمر میں دُنیا سے کُوچ کر گیا +

## سوالات

۱۔ سکندر کس سبب سے بیمار ہُوا اور کس طرح صحت پائی ؟

۲۔ سکندر نے کون کون سے مُلک فتح کیئے۔ نیز بتاؤ۔ کہ سکندر کی فوج نے ہندوستان میں دریائے جہلم سے آگے بڑھنے سے کیوں انکار کر دیا ؟

۳۔ سکندر کی وفات کا باعث بیان کرو۔ اور ہمیں اُس سے کیا سبق حاصل ہوتا ہے ؟

۴۔ "عُمر نے وفا نہ کی" کے کیا معنے ہیں ؟

۵۔ "جاگے تھے" کونسا فعل ہے۔ کرنا مصدر سے اس فعل کی پُوری گردان کرو +

---

# ۴۰۔ گنگا کا کنارہ

سُہانی مِرگ چھالے جائے گیر دُھونی

آسن سیلے نعرہ زن سینڈور

سُہانی ہے کس درجہ تاروں کی چھاؤں
ٹہلنے کی خاطر مچلتے ہیں پاؤں

سا بچھائے ہوئے مِرگ چھالے فقیر
لبِ نہر تڑکے سے ہیں جائے گیر

وہ جوگی بھی دُھونی رُمائے ہوئے
ہیں پُوجا میں آسن جمائے ہوئے

وہ سیلے وہ جوڑے چمکتے ہوئے
وہ کانوں میں مُندرے لٹکتے ہوئے

وہ گھنٹی بجاتے ہوئے برہمن
ہیں بُت خانوں میں کِس طرح نعرہ زن

وہ تھالی میں سیندور، چندن لئے
کوئی آ رہا ہے عجب آن سے

ہر اک کی نئی دھج نیا ڈھنگ ہے
لبِ گنگ اس وقت کیا رنگ ہے

# سوالات

۱۔ گنگا کے کنارے کا نظارہ بتاؤ۔

۲۔ برہمن کیا کام کرتے ہیں۔ اور جوگی کس طرح بیٹھے ہوئے ہیں؟

۳۔ اِس شعر کا مطلب لکھو:-

بچھائے ہوئے مرگ چھالے فقیر
لبِ نہر تڑکے سے ہیں جائے گیر

۴۔ سینڈور اور چندن کیا چیز ہے۔ اور کس کام آتا ہے؟

۵۔ اِس نظم میں جو اسم جمع ہیں۔ ان کے واحد لکھو۔

بابر

# ۴۱- بابر کا بچپن

(۱)

شاداب شاہ بلوط سنگریزوں شطرنج

پھسلواں بے تحاشا ماشاءاللہ ناگہاں

دریائے سیحوں کی وسیع اور شاداب وادی میں ایک بوڑھا شخص شاہ بلوط کے درخت سے کمر لگائے بیٹھا تھا +

بوڑھا چھوٹے چھوٹے تنکوں اور سنگریزوں کو بار بار اُٹھاتا۔ اور پھر آہستہ سے زمین پر شطرنج کے مُہروں کی طرح رکھ دیتا تھا۔ معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ کسی گہری سوچ میں ہے۔ اور بچّوں کی طرح تنکوں اور سنگریزوں سے کھیل کھیل کر اپنے خیالات کی اُلجھنوں سے نکلنا چاہتا ہے مگر کامیاب نہیں ہوتا۔ چنانچہ بار بار گھبرا کر تنکوں کو توڑتا مروڑتا اور سنگریزوں کو پھینک دیتا تھا۔ لیکن اس کے چہرے سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ ابھی کسی نتیجہ تک نہیں پہنچا +

سامنے ہی دریا کے کنارے دو نوعمر لڑکے دریا میں پاؤں لٹکائے بیٹھے تھے۔ اور چھوٹے چھوٹے

پتھر دریا کے بہتے ہوئے پانی میں پھینک کر کھیل رہے تھے +

اسی اثنا میں اُنھوں نے دیکھا۔ کہ کسی درخت کی ایک خُوبصورت ٹہنی دریا میں بہتی چلی آ رہی ہے۔ یہ بہتے بہتے اور موجوں کے تھپیڑے کھاتے کھاتے اُن کے قریب آ پہنچی۔ ایک لڑکے نے جو دوسرے سے کسی قدر کم عمر معلوم ہوتا تھا۔ ٹہنی کو اپنے بالکل قریب دیکھ کر اُسے پکڑنے کی کوشش کی۔ مگر وہ اِس قدر جُھک گیا کہ اس کے پاؤں کنارے کی پھسلوان زمین سے اُکھڑ گئے۔ اور اس سے بیشتر کہ کوئی اُسے پکڑتا۔ پانی کی ایک تیز مَوج اُسے کنارے سے دُور بہا لے گئی +

دوسرے لڑکے نے اس کو گرتا دیکھ کر شور مچا دیا +

"بابا! زرداد دریا میں گر پڑا" اور یہ کہتے کہتے وہ بغیر کچھ سوچے سمجھے بے تحاشا پانی میں کُود پڑا۔ پھر اپنے بہتے ہوئے ساتھی کو پکڑنے کے لئے زور زور سے ہاتھ پاؤں مار کر تیرنے لگا +

اِس چیخ پُکار نے اُس بُوڑھے شخص کو جو درخت سے کمر لگائے بے خبری کے عالم میں بیٹھا تھا۔ چونکا دیا +

اُس نے آنکھ اُٹھا کر دیکھا۔ تو اُسے سُنسان کنارے اور چُپ چاپ بہتے ہوئے دریا کے سوا اور کچھ نظر نہ آیا۔ تاہم وہ دل ہی دل میں کچھ سوچ سمجھ کر چِلّا اُٹھّا +

"آہ! میری برسوں کی محنت برباد ہوگئی۔ اب میں سلطان کو کیا مُنہ دِکھاؤنگا۔ مگر وہ اپنی جسمانی کمزوری اور بُڑھاپے کے باوجود بجلی کی طرح تیزی سے بھاگ کر کنارے پر آیا۔ اور چاہتا ہی تھا۔ کہ اُن لڑکوں کے لئے اپنے آپ کو دریا میں گرادے کہ یکایک اُس کے کانوں میں ایک نرم اور باریک آواز آئی +

"بابا! جلدی آؤ! میں نے زرداد کو پکڑ لیا ہے"+

بُوڑھا شخص جس کا بدن کانپ رہا تھا۔ اور جس کی سفید ڈاڑھی آنسوؤں سے تر بتر ہو رہی تھی۔ یہ آواز سُنتے ہی پانی میں کُود پڑا۔ اور دریا کے دھارے کے رُخ تیزی سے تیرنے لگا +

اب اُسے ایک چھوٹا سا ہاتھ نظر آیا۔ جو پانی کی رَو کو چیرنے کی کوشش کر رہا تھا +

بُوڑھا آن کی آن میں لڑکے کے قریب جا پہنچا۔ اور چِلّایا۔ آغا! میرا پٹکا پکڑ لو +

لڑکے نے ہاتھ بڑھایا۔ جو بُوڑھے کے چرمی جامہ پر

پڑا۔ لڑکے نے اسے خُوب مضبُوط پکڑ لیا۔ اور زرداد کو جسے وہ اپنے دائیں ہاتھ سے سنبھالے ہوئے تھا اُوپر اُٹھانے کی کوشش کی۔ زرداد نے سر اُٹھایا۔ اور کھُلی ہوا میں سانس لینے کے لئے جدوجہد کی +

بُوڑھا کنارے پر جا پہنچا۔ اُس نے اپنے ایک ہاتھ سے ایک سرکنڈے کی جڑ پکڑ لی۔ اور دوسرے ہاتھ سے دونو لڑکوں کو جو ایک دوسرے سے چمٹے ہوئے تھے۔ جھٹکا دے کر خشکی پر پھینک دیا۔ اور پھر خود پانی سے نکل کر کنارے پر آگیا +

بُوڑھے نے چھوٹے لڑکے کو اپنے گھٹنوں پر اوندھا لٹا دیا۔ تاکہ اُس کے مُنہ اور نتھنوں کے اندر سے پانی نِکل جائے +

پانی نکل جانے کے بعد جب لڑکے نے ذرا آسانی سے سانس لینا شروع کیا۔ تو اُسے آہستہ سے سبز گھاس پر لٹا دیا۔ پھر جوشِ محبّت اور احسان مندی سے اُٹھ کر بڑے لڑکے کو گلے سے لگا لیا۔ اور کہا +

آغو! تم نے میرے بچّے کو بچایا ہے۔ مَیں بھی تم پر اپنی جان قُربان کر دُونگا۔ چھوٹے لڑکے نے لیٹے لیٹے آنکھیں جھپکا جھپکا کر کمزور آواز میں کہا +

بابر! یہ قرض میرے سر پر ہے۔ اسے مَیں ہی

ادا کر دُونگا +

یہ بُوڑھا شخص خواجہ محمد سلطان عُمر شیخ میرزا ولایتِ فرغانہ کے حاکم کا مُعتبر مُلازم تھا۔ چھوٹا لڑکا اس کا بیٹا زرداد اور بڑا لڑکا فرغانہ کا شہزادہ ظہیرالدین محمد بابر تھا +)

(۲)

چار باغ میں جو دریائے سیحون کے شمال میں قصبہ اخسی کا ایک پُر رونق اور شاداب حصّہ ہے۔ بابر اور زرداد کھیل رہے تھے۔ بُوڑھا خواجہ محمدؐ ایک پُرانی مگر مضبوط کمان میں تیر جوڑتا تھا۔ اور بابر اور زرداد باری باری کمان کا چلّہ کھینچ کر درختوں پر لگی ہوئی نارنگیوں کو تیروں کا نشانہ بناتے تھے۔ جس کے تیر سے نارنگی گرتی۔ خواجہ محمدؐ اُس کی پیٹھ ٹھوکتا اور نارنگی اُسی کے حصّے میں آتی۔ بابر کی عُمر اب بارہ برس کی تھی۔ اور زرداد کی کوئی دس برس کی۔

اتنے میں ایک پہاڑی کوّا کائیں کائیں کرتا نارنگی کے درخت پر آ بیٹھا۔ کوّے کو درخت پر بیٹھا دیکھ کر بابر بے چین ہو گیا۔ اور کہنے لگا:۔

"بابا! جلدی تیر جوڑو۔ مَیں اِس کوّے پر نشانہ لگاؤنگا"

خواجہ محمدؐ نے حیرت اور افسوس سے بابر کو دیکھا۔ اور کہا:۔

آغو! تیمور کی اولاد نے آج تک چیل کوؤں کا شکار نہیں کیا۔ اگر ایسی ہی شکار کی خواہش ہے۔ تو آغا سلطان کے دشمنوں کا شکار کرو" +

بابر نے ندامت سے سر جھکا لیا۔ اور دبی ہوئی زبان سے کہا "آغا سلطان نے تو مجھے فرغانہ سے دُور اِس سُنسان جنگل میں بھیج رکھا ہے" +

خواجہ محمدؐ نے بابر کی پیشانی کو چُوم کر کہا "آغو! اب تم ماشاءاللہ جوان ہو گئے ہو۔ اور اپنی حفاظت خود کر سکتے ہو۔ آغا سلطان بہت جلد تم کو فرغانہ میں بُلالینگے"

بابر نے ایک جھٹکے سے سر کے ذرا لمبے بالوں کو پیشانی پر سے ہٹا کر اور تن کر کہا "تو پھر آغا سلطان کا کوئی دشمن زندہ نہ رہیگا" +

یہ کہہ کر بابر نے ایک جست بھری۔ اور زرّداد کے ساتھ کھیلنے میں مشغول ہو گیا۔ اتنے میں باغ کے دروازے سے ایک فوجی سپاہی گھوڑے پر سوار داخل ہُوا۔ اس کے چہرے سے پریشانی ظاہر تھی۔ اور اس کی آنکھیں بے چینی سے کسی کو تلاش کر رہی تھیں یکلخت اس کی نظر خواجہ محمدؐ پر پڑی۔ وہ فوراً گھوڑے سے اُترا۔ اور اُس نے جلدی سے بڑھ کر ایک سربمُہر لفافہ خواجہ محمدؐ کے ہاتھ میں دیدیا +

خواجہ محمدؐ نے سپاہی کی بدحواسی کو دیکھ کر پُوچھا

"کیوں خیر تو ہے؟" سپاہی نے فقط یہی کہا اور چُپ ہو گیا:-

"آپ لفافے کو کھول کر دیکھئے"۔

خواجہ محمد نے جلدی سے لفافہ کھولا۔ اور خط کو دیکھ کر سکتے کے عالم میں آ گیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔ اور وہ چلّا اُٹھا۔

"آہ آغو! اب تم آغا سلطان کو کبھی نہ دیکھ سکو گے"۔

اِس خط میں سلطان عمر شیخ مرزا فرغانہ کے بادشاہ کی ناگہاں موت کی خبر تھی۔

## سوالات

۱- وہ بُوڑھا جو دریا کے کنارے بیٹھا تھا۔کون تھا؟ اور اس کے ساتھ جو دو لڑکے تھے۔ وہ کون تھے؟

۲- ان لڑکوں کو کس نے اور کس طرح دریا سے ڈوبنے سے بچایا؟

۳- ذیل کے الفاظ کے معنے بتاؤ:-

شاداب - سنگریزوں - بے تحاشا - ماشاءاللہ - ناگہاں۔

۴- بُلا لیجئے کونسا فعل ہے - اس فعل کی پالنا مصدر سے پُوری گردان کرو۔

# ۴۲ - میرا جھونپڑا

وحشت زینت فرحت اُلفت وابستگی

ہمدم تعلّق قصرِ سُلطانی بکھیڑ دل

ہے پُرانا دوست بچپن کی محبّت مجھُ سے ہے
کیوں نہ میں خوش ہُوں کہ میرے دِل کو راحت تجھُ سے ہے
دِل لگا ہے دل لگی کی آج صُورت تجھُ سے ہے
کوئی وحشی ہُوں جو کہہ دوں میں کہ وحشت تجھُ سے ہے
تیری زینت مجھُ سے ہے اور میری فرحت تجھُ سے ہے
تجھُ کو اُلفت مجھُ سے ہے اور مجھُ کو اُلفت تجھُ سے ہے

یُوں تو کہنے کے لئے تُو چیز ہے کیا؟ جھونپڑا
کوئی لیکن مجھُ سے یہ پُوچھے کہ کیسا جھونپڑا
میرا ہمدم اور میرا پیارا پیارا جھونپڑا
میرا چھوٹا جھونپڑا اور میرا اچھا جھونپڑا
تیری زینت مجھُ سے ہے اور میری فرحت تجھ سے ہے
تجھُ کو اُلفت مجھُ سے ہے اور مجھُ کو اُلفت تجھ سے ہے

تیرے ہر ذرہ سے میری جان ہے پہچان ہے
یہ میری وابستگی کا اِک بڑا سامان ہے

جی نہیں گھٹتا ہے تجھ سے تجھ میں میری جان ہے
بولتا ہے مجھ سے تنہائی میں تو انسان ہے
تیری زینت مجھ سے ہے اور میری فرحت تجھ سے ہے
تجھ کو اُلفت مجھ سے ہے اور مجھ کو اُلفت تجھ سے ہے
مَیں نے تجھ کو دِل دیا اور دِل دیا تُو نے مجھے
لیتے ہیں دونو برابر کی محبّت کے مزے
مَیں ترے قُربان مجھ سے یہ تعلق ہے تجھے
کھینچتا ہے تو پکڑ کر دامنِ دِل کو مِرے
تیری زینت مجھ سے ہے اور میری فرحت تجھ سے ہے
تجھ کو اُلفت مجھ سے ہے اور مجھ کو اُلفت تجھ سے ہے
قصرِ سُلطانی بنا ہے سو بکھیڑوں کے لئے
رہ کے اس میں مول شہ نے کس قدر جھگڑے لئے
اس سے بڑھ کر کیا خوشی کی بات ہے میرے لئے
خاص تُو میرے لئے ہے خاص مَیں تیرے لئے
تیری زینت مجھ سے ہے اور میری فرحت تجھ سے ہے
تجھ کو اُلفت مجھ سے ہے اور مجھ کو اُلفت تجھ سے ہے

## سوالات

۱۔ نظمِ بالا کی مدد سے بتاؤ۔ کہ شاعر نے جھونپڑے کو قصرِ سُلطانی پر کیوں ترجیح دی ہے؟

۲۔ شاعر کو اپنا جھونپڑا کیوں اِس قدر پیارا معلوم ہوتا ہے؟

۳- اِس شعر کا مطلب بتاؤ:-

دِل لگا ہے دل لگی کی آج صُورت تجُھ سے ہے
کوئی وحشی ہُوں؟ جو کہہ دُوں مَیں کہ وحشت تجُھ سے ہے

۴- ان الفاظ کے معنی بتاؤ- اور ان کو اپنے فقروں میں استعمال کرو:-

وحشت - زینت - فرحت - اُلفت - راحت۔

۵- اِس نظم سے اسم ضمیر الگ کرو۔

---

# ۴۳- بابر کا بچپن
## نمبر ۲

بدخواہوں نادان آثار انداز لہجہ
خادموں غُلاموں قاصد مُنتظر

(۳)

اب خواجہ محمد حیران تھا- کہ کیا کرے- بابر کل کا بچّہ جو ابھی ابھی اپنے باپ سے ملنے کے لئے بے صبر ہو رہا تھا- اور بچپن کے جوش میں آغا سُلطان کے دشمنوں کو تباہ کرنے کے لئے بے چین

تھا۔ اس خبر کو کیسے سُن سکیگا۔ آہ! اُس نے بابر کو دشمنوں سے بچا بچا کر اور بدخواہوں سے چُھپا چُھپا کر اِس اُمید پر پالا تھا۔ کہ ایک دن جب وہ جوان اور مضبوط ہو جائیگا۔ تو اُسے اُس کے باپ کی خدمت میں حاضر کریگا۔ اور اپنی دِن رات کی محنت کا انعام پائیگا۔ اُسے کیا خبر تھی۔ کہ بیٹا باپ کی شکل کو ترس جائیگا۔ اور مَوت باپ کو اتنی مُہلت نہ دیگی۔ کہ وہ اپنی آنکھوں کے نُور کو ایک نظر دیکھ لے۔ مگر اب جو کچھ ہونا تھا ہوگیا۔ تخت خالی ہے۔ چچا ماموں ہونے کو تو ہیں۔ مگر بابر کی جان کے دُشمن۔ بھائی ہیں۔ مگر کم عُمر نادان +

عُمر شیخ مرزا کی آنکھیں بند ہوتے ہی رعایا آگ ہوگئی ہوگی۔ سردار بغاوت پر آمادہ ہونگے۔ آخر کوئی نہ کوئی تدبیر تو ایسی کرنی چاہیئے کہ حقِ نمک ادا ہو جائے۔ اور بنی بنائی سلطنت نہ بگڑے +

جب اُسے اپنے مرحُوم آقا کی شکل یاد آتی۔ تو اس کا دل خُون ہو جاتا۔ آنکھوں میں آنسو اُمنڈ آتے۔ مگر یہ وقت رونے دھونے کا نہ تھا۔ کام کرنے کا تھا۔ خواجہ محمّد نے دل ہی دل میں خُدا سے حوصلہ اور ہمّت کی دُعا مانگی۔ اور بابر کو ڈھونڈنے کے لئے چلا۔ جو زرداد کے ساتھ باغ کے دوسرے گوشے میں کھیل کُود میں مصروف تھا۔ بابر کو دیکھا۔ تو رہی سہی ہمّت جاتی

رہی۔ بارہ برس کا نادان لڑکا۔ اور فرغانہ کی سلطنت کا بوجھ۔ یہ ننھی سی جان اس بار کو کیسے اُٹھا سکے گی؟

ناچار بڑھ کر بابر کے سامنے آیا۔ اور کچھ سوچ کر اپنے گھٹنوں پر جُھک گیا۔ پھر اس نے بابر کے بائیں ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر بوسہ دیا۔ بابر کے ہاتھوں پر گرم گرم آنسوؤں کے قطرے گر پڑے۔ وہ حیران تھا۔ کہ کیا معاملہ ہے "کیوں بابا کیا ہے۔ تم روتے کیوں ہو؟"

خواجہ محمدؒ نے بھرائی ہوئی آواز سے کہا "بابا کی جان قربان تم کیسے سُن سکو گے"؟

بابر نے اپنے قد کو اور بلند کر کے ذرا بگڑ کر کہا "کیوں تم کیوں نہیں کہتے"؟

اس کے چہرے پر ابھی سے بادشاہی کے آثار ظاہر تھے۔

خواجہ محمدؒ نے کھُلا ہُوا کاغذ بابر کے ہاتھ میں دیدیا۔ اور ذرا پرے ہٹ کر ادب سے کھڑا ہو گیا۔

بابر کی آنکھیں کاغذ کو پڑھتے ہی آنسوؤں سے بھر گئیں۔ اُس کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔

خواجہ محمدؒ جو بابر کے چہرے کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ پکار اُٹھا:۔

"بابر سلطان زندہ رہے"۔

(۴)

بابر کا چہرہ خواجہ محمد کی دُعا کا نعرہ سُنتے ہی اور سُرخ ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو خُشک ہو گئے اور جوش اور ہمت سے بولا:۔

"آغا سلطان کی وفات کی رسمیں میں خود جاکر ادا کرونگا"۔

خواجہ محمد نے احتیاط کے انداز سے کہا "مگر آپ کا اِس طرح تنِ تنہا جانا مصلحت کے خلاف ہے"۔ زردَاد جو پاس کھڑا تھا۔ اور ان مختلف جُملوں کی تمام اصلیت سے واقف ہو چُکا تھا۔ دو قدم بڑھ کر بڑے جوش سے بولا "جب تک زردَاد زندہ ہے۔ بابر سلطان کبھی اکیلا نہیں رہ سکتا۔ میں ساتھ جاؤنگا"۔

یہ سُن کر بابر کی آنکھیں احسان مندی سے اُس کی طرف اُٹھ گئیں۔ اور اُس نے بادشاہی سرپرستی کے لہجہ میں کہا:۔

"بیشک زردَاد! بابر کو تمہاری وفاداری پر پُورا بھروسہ ہے"۔

خواجہ محمد جو اس وقت کچھ سوچ رہا تھا۔ کہنے لگا۔ "حضُور! قلعہ میں تشریف لے چلیں۔ سب نمک خواروں کو یہیں جمع کئے لیتا ہُوں۔ اور لشکر کی تیاری کا انتظام کرتا ہُوں"۔ بابر نے دروازے کی طرف قدم

بڑھاتے ہوئے کہا "آؤ! یہ وقت بہت قیمتی ہے اِس طرح انتظار میں ضائع نہیں کیا جا سکتا +

معلوم ہوتا تھا۔ کہ قُدرت نے بادشاہی کی ذمّہ واری دیتے ہوئے اِس بارہ برس کے لڑکے کو شیر کی سی بہادری اور بُزُرگوں کی سی عقلمندی بخش دی تھی۔ قلعہ میں آکر بابؔر نے فوراً اپنا گھوڑا تیّار کرنے کے لئے حکم دیا +

زرّداد اور خواجہ محمدؐ اپنے اپنے گھوڑوں کی تیّاری میں مصروف ہوگئے۔ اور جب تین سواروں کا بندوبست ہوگیا۔ تو زرّداد آج پہلی مرتبہ بابؔر کے گھوڑے کی لگام پکڑ کر کھڑا ہوگیا۔ اب تک زرّداد اور بابؔر دو دوستوں اور بچپن کے دو ساتھیوں کی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔ مگر آج زرّداد نے خود اپنے دوست کو بادشاہی کے مرتبہ پر پہنچتا دیکھ کر اپنی دوستانہ برابری کو دل سے بُھلا دیا۔ اور تجربہ کار خادموں اور جان نثار غلاموں کی طرح بابر کی خدمت کرنے میں مشغول ہوگیا۔ بابر اپنے شکاری کپڑے پہن کر باہر نکلا۔ اور زرّداد کو گھوڑے کی لگام ہاتھ میں لئے مُنتظر دیکھ کر بہت خوش ہُوا۔ اُس نے بڑھ کر زرّداد کی پیٹھ ٹھوکی۔ اور کہا "زرداد! بابؔر فرغانہ کا بادشاہ ہے۔ مگر تمہارا دوست ہے۔ یہ کام تمہارے

لائق نہیں۔ جاؤ۔ تم گھر میں آرام کرو۔ میں بہت جلد تم سے ملونگا۔ زرّواد نے آنکھیں نیچے کئے ہوئے صرف اتنا کہا "میں ہر حالت میں بابر سلطان کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں"۔ بابر دل ہی دل میں کچھ سوچ کر اور "بہت خوب" کہہ کر گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ بابر کے گھوڑے کے پیچھے زرّواد اور خواجہ محمّد کے گھوڑے تھے۔ وہ قاصد بھی جو وفات کی خبر لایا تھا۔ ان کے ساتھ ہو لیا۔ اور وہ فرغانہ کی طرف روانہ ہو گئے ٭

## سوالات

۱۔ بابر نے کس حالت میں باپ کے مرنے کی خبر سُنی۔ اور زرّواد نے اس کی دوستی کو کس طرح سے چھوڑا۔ اور اس کی غلامی کو کس طرح قبول کیا؟

۲۔ بابر کس طرح سے اپنے مُلک فرغانہ میں اپنے والد کی رسمیں ادا کرنے کے لئے گیا؟

۳۔ ان الفاظ کے کیا معنی ہیں۔ ان کو اپنے فقروں میں ادا کرو:۔

بدخواہوں۔ آثار۔ انداز۔ خادموں۔ قاصد ٭

۴۔ "بسر کرتے تھے" کونسا فعل ہے؟ اِس فعل کی گردان مصدر رکھنا سے کرو ٭

# ۴۴۔ محنت

امتحان پڑھائی سوا شکوے انعام

اِکرام للکار کوڑا فیصلہ

ہے امتحاں سر پر کھڑا محنت کرو محنت کرو
باندھو کمر بیٹھے ہو کیا محنت کرو محنت کرو
بیشک پڑھائی ہے سوا۔ اور وقت ہے تھوڑا رہا
ہے ایسی مُشکل بات کیا۔ محنت کرو محنت کرو
شکوے شکایت جو کہ تھے تُم نے کیے ہم نے سُنے
جو کچھ ہُوا اچھا ہُوا۔ محنت کرو محنت کرو
محنت کرو انعام لو۔ انعام پر اِکرام لو
جو چاہو گے مِل جائیگا۔ محنت کرو محنت کرو
جو بیٹھ جائیں ہار کر۔ کہہ دو اُنہیں للکار کر
ہمت کا کوڑا مار کر۔ محنت کرو محنت کرو
تدبیریں ساری کہہ چُکے۔ باتوں کے دریا بہ چُکے
بک بک سے اب کیا فائدہ محنت کرو محنت کرو
یہ بیج اگر ڈالوگے تم۔ دل سے اسے پالو گے تم
دیکھو گے پھر اس کا مزا۔ محنت کرو۔ محنت کرو

محنت جو کی جی توڑ کر ہر شوق سے مُنہ موڑ کر
کر دو گے دم میں فیصلہ محنت کرو محنت کرو
کھیتی ہو یا سوداگری ہو بھیک ہو یا چاکری
سب کا سبق یکساں سُنا۔ محنت کرو محنت کرو
جس دن بڑے تم ہو گئے دُنیا کے دھندوں میں پھنسے
پڑھنے کی پھر فُرصت کہاں؟ محنت کرو محنت کرو
بچپن رہا کس کا سدا انجام کو سوچو ذرا
یا تو کہو کھاؤ گے کیا؟ محنت کرو محنت کرو

# سوالات

۱۔ نظمِ ہالا کا مطلب آسان اُردو میں بتاؤ۔
۲۔ اِس نظم سے ہمیں کیا سبق سیکھنا چاہیئے؟
۳۔ اِس شعر کا مطلب بتاؤ:۔

جو بیٹھ جائیں ہار کر کہہ دو اُنہیں للکار کر
ہمّت کا کوڑا مار کر۔ محنت کرو۔ محنت کرو

۴۔ کمر ہمّت باندھنا۔ دم میں فیصلہ کر دینا۔ جی توڑ کر محنت کرنا۔ ان کا مطلب بتاؤ۔ اور اُن کو اپنے فقروں میں استعمال کرو۔

۵۔ دیکھو گے۔ کونسا فعل ہے۔ اس قسم کے فعل جس قدر اِس نظم میں آئے ہیں۔ ان کو الگ کرو۔

# ۴۵- بابر کا بچپن

## نمبر ۳

اتالیق بارسُوخ منچلے قابض

موزُوں تُرشُرو روزنوں مُستعِد

(۵)

اِدھر تو بابر اس بے بسی کی حالت میں کہ اُس کا بُوڑھا اتالیق خواجہ محمّد اور اس کا نو عُمر دوست زرداد اور ایک سپاہی اُس کے ساتھ تھے۔ فرغانہ کی طرف روانہ ہُوا۔ اُدھر سلطان احمد مرزا بابر کا حقیقی چچا بھائی کی وفات کی خبر سُنتے ہی یہ سوچ کر کہ بھتیجا کم عُمر اور نادان ہے۔ بابر کے تخت پر قبضہ کرنے کے لئے لاؤ لشکر لے کر فرغانہ پر چڑھ آیا۔

فرغانہ میں جب یہ خبر پہنچی۔ تو ہل چل مچ گئی۔ امیر حیران تھے کہ کس کا ساتھ دیں۔ سپاہی پریشان تھے۔ کہ کس کا حکم مانیں۔ اگر سلطان احمد مرزا سے لڑتے ہیں۔ تو جان جاتی ہے۔ اگر بابر کو دغا دیتے ہیں۔ تو نمک حرام کہلاتے ہیں۔ الغرض عجب شش و پنج کا

عالم تھا۔ کچھ نمک حرام امیر جو نئے مالک کو خوش کرکے انعام و اکرام کی امید رکھتے تھے۔ پوشیدہ طور پر سلطان احمد مرزا سے مِل گئے۔ اور کوشش کرنے لگے۔ کہ بابر کے فرغانہ تک پہنچنے سے پہلے پہلے بغاوت ہو جائے۔ مگر ایسے وفادار اور جان نثار سردار بھی تھے۔ جنہوں نے اِس دُنیا کے لالچ کی پروا نہ کی۔ اور اپنے مرحُوم آقا کی رُوح کو خوش کرنے کے لئے اور اپنے مُلک کے تخت و تاج کے اصلی حقدار کا حق ادا کرنے کے لئے یہ فیصلہ کر لیا۔ کہ جان رہے یا نہ رہے۔ وہ بابر کا ساتھ نہ چھوڑ ینگے۔ ان میں ایک امیر شیر طغائی بڑا بارسُوخ اور دلاور سردار تھا۔ اُس نے یہ خیال کرکے کہ کہیں راستہ میں بابر کا سامنا سلطان احمد مرزا کے لشکر سے نہ ہو جائے۔ چند منچلے سوار لے کر اندجان کا رُخ کیا +

بابر اپنی چھوٹی سی جمعیت کے ساتھ ابھی اندجان کے قلعہ کی سڑک ہی پر تھا۔ اور چاہتا تھا۔ کہ قلعہ میں داخل ہونے کا انتظام کرے۔ کہ امیر شیر طغائی آ پہنچا۔ گھوڑے سے اُتر کر چھوٹے سلطان کی رکاب کو بوسہ دیا۔ اور سلام کرکے ادب سے کھڑا ہو گیا۔ بابر نے شاہانہ مہربانی سے مزاج پُرسی کی اور اسے اپنے ارادہ سے آگاہ کیا +

امیر طغائی نے دست بستہ عرض کی "جان و مال قربان ہو۔ فرغانہ کی موجودہ حالت اطمینان بخش نہیں۔ اگر دو چار روز اندجان کے قلعہ میں قیام فرمائیے۔ تو میں لشکر جمع کرنے کا انتظام کر لوں"

بابر نے حیران ہو کر پوچھا "مگر لشکر کی کیا ضرورت آ پڑی؟"

امیر طغائی نے عرض کیا "جہاں پناہ! سلطان احمد مرزا فرغانہ کے تخت پر قبضہ کرنے کے لئے بہت بڑی فوج لے کر اس طرف آ رہا ہے"

بابر نے سوچتے ہوئے کہا "مگر کیا چچا جان نہیں جانتے۔ کہ سلطنت کا حق دار میں ہوں"

امیر طغائی نے صرف اتنا کہا "سلطنت کا لالچ انسان کو اندھا کر دیتا ہے"

بابر نے اکڑ کر جواب دیا "تو خیر! جب تک بابر زندہ ہے۔ فرغانہ کے تخت و تاج پر اور کوئی شخص قابض نہیں ہو سکتا"

(۶)

بابر کے منہ سے یہ الفاظ نکلے ہی تھے۔ کہ خواجہ محمد جو بڑے غور سے قلعہ کی شمالی جانب کی طرف دیکھ رہا تھا ذرا گھبراہٹ سے چلایا "مگر یہ گرد کیسی ہے؟ معلوم ہوتا ہے۔ کہ دشمن ادھر کا رُخ

سکئے آ رہا ہے" بابر اور امیر شیر طغائی نے ایک ساتھ گردن پھیر کر اس طرف نظر دوڑائی۔ خُدا جانے اس نظارے نے بابر پر کیا اثر کیا۔ کہ وہ شیر کی مانند گرج کر بولا "دُشمن آ رہا ہے۔ تو کیا ڈر ہے مَیں بھی مقابلہ کرونگا۔ یہی بہتر ہے۔ کہ فرغانہ میں وہی شخص داخل ہو۔ جو اِس تخت و تاج کے لئے دونوں میں زیادہ موزوں ہے"۔

امیر شیر طغائی جو زیادہ تجربہ کار اور دُنیا کے نشیب و فراز دیکھ چُکا تھا۔ جہاں بابر کی ہمّت پر خوش ہُوا۔ وہاں اس کی بے باک تجویز پر عمل کرنے کے لئے رضامند نہ ہو سکا۔ اِس لئے اُس نے دست بستہ عرض کی "حضور کے اقبال سے ہم نمک خوار جانیں قُربان کرنے کے لئے موجُود ہیں۔ پھر آپ کو خطرے میں پڑنے کی کیا ضرُورت ہے"؟

بابر نے ذرا مُتشرد ہو کر جواب دیا "تیمور کی اولاد دشمن کے مقابلہ کے لئے سب سے پہلے اپنی جان خطرے میں ڈالنے کی عادی ہے"۔

خواجہ محمّد نے جو چُپ چاپ کھڑا تھا۔ بڑھ کر سمجھانا شروع کیا "آغو سلطان! قلعہ میں چل کر اپنی فوج کو قاعدے سے قلعہ کی حفاظت کے لئے مقرر فرمائیے۔ ایک بڑے لشکر کا مقابلہ اِس کھُلے میدان

میں عقلمندی کے خلاف ہے۔ امیر شیر طغائی اور ان کے سپاہی آپ کے احکام کی پابندی کرنے کے لئے موجود ہیں۔ دشمن کو موقعہ دیجئے۔ کہ قلعہ کا محاصرہ کرے۔ میں فرغانہ جاتا ہوں۔ اور کمک کا بندوبست کرتا ہوں۔ جب فرغانہ کے وفادار سردار اپنے سپاہیوں سمیت پہنچ جائیں۔ تو آپ اندر سے اور ہم باہر سے حملہ کر دینگے۔ اور دشمن کو پیس ڈالینگے۔ بابر کے چہرے پر کامیابی اور فتح کی روشنی چمکنے لگی۔ اور اُس کے دِل پر خواجہ محمدؐ کے مشورہ کا اثر ہُوا۔ کچھ سوچ کر بولا "بہت بہتر تجویز معقول ہے۔ بہرحال میں چچا سے یہیں مقابلہ کرنا چاہتا ہوں۔ ایسی صورت میں فرغانہ کو فتنہ و فساد سے بچانا میرا فرض ہے"۔

امیر شیر طغائی یہ دیکھ کر کہ آخر بابر احتیاط کرنے پر رضامند ہوگیا ہے۔ کہنے لگا "مگر خواجہ محمدؐ! آپ کا جانا مصلحت کے خلاف ہے۔ قلعہ کے صدر اور شمالی و جنوبی دروازوں کی حفاظت کے لئے ایک ایک سردار کی ضرورت ہے۔ سلطان خود صدر دروازے کے سپاہیوں کی دیکھ بھال کرینگے۔ شمالی اور جنوبی دروازے کے لئے میری اور آپ کی موجودگی لازمی ہے۔ میں یہ کام صرف سپاہیوں پر نہیں چھوڑ سکتا۔ خصوصاً جب کہ مقابلہ پر سلطان احمد

میں عقلمندی کے خلاف ہے۔ امیر شیر طغائی اور ان کے سپاہی آپ کے احکام کی پابندی کرنے کے لئے موجود ہیں۔ دشمن کو موقعہ دیجئے۔ کہ قلعہ کا محاصرہ کرے۔ میں فرغانہ جاتا ہوں۔ اور کمک کا بندوبست کرتا ہوں۔ جب فرغانہ کے وفادار سردار اپنے سپاہیوں سمیت پہنچ جائیں۔ تو آپ اندر سے اور ہم باہر سے حملہ کر دینگے۔ اور دشمن کو پیس ڈالینگے۔ بابر کے چہرے پر کامیابی اور فتح کی روشنی چمکنے لگی۔ اور اس کے دل پر خواجہ محمدؒ کے مشورہ کا اثر ہوا۔ کچھ سوچ کر بولا " بہت بہتر تجویز معقول ہے۔ بہرحال میں چچا سے یہیں مقابلہ کرنا چاہتا ہوں۔ ایسی صورت میں فرغانہ کو فتنہ و فساد سے بچانا میرا فرض ہے"۔

امیر شیر طغائی یہ دیکھ کر کہ آخر بابر احتیاط کرنے پر رضامند ہوگیا ہے۔ کہنے لگا " مگر خواجہ محمدؒ! آپ کا جانا مصلحت کے خلاف ہے۔ قلعہ کے صدر اور شمالی و جنوبی دروازوں کی حفاظت کے لئے ایک ایک سردار کی ضرورت ہے۔ سلطان خود صدر دروازے کے سپاہیوں کی دیکھ بھال کرلینگے۔ شمالی اور جنوبی دروازے کے لئے میری اور آپ کی موجودگی لازمی ہے۔ میں یہ کام صرف سپاہیوں پر نہیں چھوڑ سکتا۔ خصوصاً جب کہ مقابلہ پر سلطان احمد

مرزا سا بہادر سردار ہو۔" خواجہ محمدؐ یہ سُن کر سوچ میں پڑ گیا۔ مگر بابر نے کہا۔" وقت کم ہے اور کام زیادہ۔ دشمن کی فوجیں ساعت بساعت قریب آرہی ہیں۔ آخر کہو۔ تو پھر جائیگا کون ؟ بابر نے مشکل سے آخری جُملہ ختم کیا ہوگا۔ کہ زرداد نے گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ اور یہ کہتا ہُوا فرغانہ کی طرف ہوا ہوگیا۔" زرداد جائیگا "۔

(۱۷)

ادھر زرداد فرغانہ کو روانہ ہُوا۔ اُدھر بابر خواجہ محمدؐ اور امیر شیر طغائی کے ہمراہ قلعہ اندجان میں داخل ہوگیا۔ اندجان کا فوجی سردار بابر کے پہنچنے کی خبر پاکر فوراً حاضر ہُوا۔ اور دست بستہ سلام کرکے اُس کے حکم کی انتظار میں کھڑا ہوگیا۔ سب نے بیٹھ کر صلاح و مشورہ کیا اور قلعہ کی حفاظت کے لئے جا بجا سپاہی مقرر کر دیئے۔

ابھی اتنا ہی انتظام کرنے پائے تھے۔ کہ گھوڑوں کی ٹاپوں اور سپاہیوں کے شور کی آواز باہر سے سُنائی دینے لگی۔ بابر نے قلعہ کے روزنوں سے دیکھا تو معلوم ہُوا۔ کہ ایک بڑے لشکر نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا ہے اُس نے بڑے بڑے فوجی سرداروں کو سلطان احمد مرزا کے اِرد گرد کھڑے دیکھا۔ صاف

معلوم ہوتا تھا۔ کہ قلعہ کو سر کرنے کی تدبیریں کر رہے ہیں۔ خواجہ محمدؐ اور امیر شیر طغائیؒ نے جب اتنا بڑا لشکر دیکھا۔ تو اُن کے ہوش جاتے رہے۔ آخر اُن کے مُٹھی بھر سپاہیوں کی حقیقت ہی کیا تھی۔ اور فرض کیا کہ فرغانہ کی سپاہ بھی آ جائے۔ تو وہ کیا بنا لے گی۔ سلطان احمد سا جبّار بادشاہ اور فرغانہ کی سلطنت کا لالچ وہ جو کچھ بھی کر گزرے تھوڑا ہے +

آخر شام ہوگئی۔ مگر نہ تو باہر سے حملہ ہُوا۔ نہ اندر سے کسی نے پیش دستی کی۔ مگر امیر شیر طغائیؒ بڑا تجربہ کار سردار تھا۔ عمر شیخ مرزا کے سارے معرکوں میں اس کا شریک و رفیق رہا تھا۔ وہ سلطان احمد کی فوج کی نقل و حرکت سے تاڑ گیا۔ کہ شبخُون مارنے کے ارادے ہیں۔ کوئی پہر رات گزر گئی تھی۔ مگر کیا مجال کہ بابرؔ۔ خواجہ محمدؐ یا امیر طغائیؒ کی آنکھ بھی جھپکی ہو۔ وہ سب خطروں سے خبردار ہو کر اپنی پُوری طاقت سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار تھے +

اتنے میں اُنھوں نے قلعہ کے سوراخوں سے دیکھا کہ رات کی تاریکی میں سلطان احمد کی فوج کا ایک حِصّہ صدر دروازہ کی طرف بڑھا۔ امیر شیر نے فوراً حکم دیا کہ تمام سپاہی صدر دروازے کی

منڈیروں پر جمع ہو کر بڑے بڑے پتھروں کو لُڑھکانے کے لئے مُستعد رہیں۔ جو اِسی غرض سے وہاں جمع رہتے تھے۔ یہ زمانہ گولے بارُود کا نہ تھا۔ تیر تلوار کا تھا۔ جب سلطان احمد کی فوج دروازہ کے قریب آگئی۔ اور دروازہ کو توڑنے میں مشغول ہوگئی۔ تو بابر نے فوراً پتھر لُڑھکانے کے لئے حکم دیدیا۔ رات کی تاریکی میں دھما دھم پتھر گرنے شروع ہوئے۔ جو سپاہی پتھروں کی زد میں آیا۔ وُہیں دب کر خاک ہوگیا۔ جو بچ سکا بھاگا۔ سلطان احمد کو جب اِطّلاع ہوئی۔ کہ دشمن خبردار ہے اور مقابلہ کرنے کے لئے تیّار۔ تو ایک دم حملہ کرنے کا حکم دیا۔ کہ شاید اس ناگہانی ہڑبونگ سے قلعہ کا لشکر گھبرا کر ہتھیار ڈال دے۔ اب کے حملہ شمالی جنُوبی اور عدر دروازوں پر ایک ساتھ شروع ہُوا۔ رات کی تاریکی اس پر مشعل کا جلانا ناممکن۔ کہ کہیں دشمن کے تیرانداز اُسی کو نشانہ بنا کر مصیبت نہ ڈھا دیں۔ اِتنے میں یکلخت امیر طغائی کی آواز سُنائی دی۔ دیکھو مشرقی فصیل پر نظر ڈالو۔ بابر اور خواجہ محمّد نے اپنی اپنی جگہ سے مُڑ کر جو دیکھا تو معلوم ہُوا۔ کہ کئی ہوشیار کمند باز دریا کی طرف سے قلعہ پر چڑھ آئے ہیں۔ یہ وقت سوچ بچار کا نہ تھا۔ امیر شیر نے جلدی سے

خواجہ محمدؒ سے یہ مشورہ کر کے کہ سلطنت رہے یا جائے۔ بابر کی جان بچ جائے بابر کو رضامند کر لیا۔ کہ فوراً سُرنگ کے راستے ہوکر اور کند کے علاقہ کی طرف جو دامنِ کوہ میں محفوظ ہے نکل چلیں۔ جب کوئی گھڑی دو گھڑی کے بعد سلطان احمد مرزا اپنے لشکر کے ساتھ قلعہ میں داخل ہُوا۔ تو بابر کا کہیں پتہ نہ تھا۔ اِس تدبیر سے بابر کی جان بچ گئی۔ مگر اِس بارہ تیرہ برس کے بچے کو آئندہ چل کر جن مصیبتوں کا سامنا کرنا تھا۔ ابھی اس کی ابتدا ہی ہوئی تھی *

# سوالات

۱۔ بابر کے باپ کی وفات پر اس کے حقیقی چچا نے کیا ارادہ کیا۔ اور کس قلعہ میں بابر کا محاصرہ کیا؟

۲۔ بابر کس کی مدد سے وہاں بچ سکا؟

۳۔ ذیل کے الفاظ کے معنے بتاؤ۔ اور ان کو اپنے فقروں میں استعمال کرو:۔

اتالیق۔ قابض۔ موزوں۔ تُرشرو۔ مُستعد۔

۴۔ "دیکھ لیا ہے" کونسا فعل ہے۔ اور "کر لیتا ہے" کونسا؟ ان دونو فعلوں کا فرق ظاہر کرو *

# ۴۶- مکتوبات

لِہٰذا اِحتیاط مضائقہ ہواخوری معمُول

حوائجِ جِسم فرائِض نازِل تحریروں بشریٰ

## خط نمبر ۱

۷۸۶ ۸ محرم ۱۳۲۶ھ

پیارے! یہ پہلا موقع ہے- کہ مَیں تم کو پیارا لکھتا ہُوں- آج مَیں تم کو وہ باتیں لکھنی چاہتا ہوں. جو شاید تم کو ناگوار ہونگی- اور تم خفا ہو جاؤگے- اس لئے پیار سے- محبّت سے اور پچکار کر یہ خط لکھتا ہُوں:-

لڑکے! میری نصیحت غور سے پڑھ اور اکیلے میں میں سوچ کہ جو کچھ مَیں لکھتا ہوں- وہ سچ ہے- یا جھُوٹ؟

زندگی کے یہ دن چند روزہ ہیں- اس وقت کو غنیمت سمجھ کر کوئی بات ایسی حاصل کرو- کہ بُرے وقت میں کام آئے- آوارہ اور بیکار رہنے کا

زمانہ نہیں ہے۔ کچھ پڑھ۔ کوئی ہنر سیکھ اور اُن لوگوں سے ملنا ترک کر جو بدنام ہیں۔ اور تیرے خاندان کو جن کی مُلاقات سے بٹّہ لگتا ہے۔ تیرا خاندان بڑا شریف خاندان ہے۔ عزّت دار خاندان ہے۔ ذی علم خاندان ہے۔ لیاقت اس میں ہے۔ کہ باپ دادا کا نام روشن کرو۔ کوئی ایسی خُوبی اور علمیّت حاصل کرو۔ کہ مُفتیوں کا نام دوبارہ زندہ ہو جائے۔

مگر میری جان! افسوس کہ تم ایسا نہیں کرتے۔ مجھے سخت صدمہ ہوا۔ جب میں نے شہر میں تمہارے دشمنوں کو کہتے سُنا۔ کہ تم آوارہ اور خراب آدمیوں سے ملنے اور بدنام صحبت میں جاتے ہو۔ اگرچہ میرا یقین ہے۔ کہ وہ باتیں فقط دشمنی کے سبب بیان کی گئیں۔ لیکن تم کو اس پر بھی احتیاط کرنی مناسب ہے۔ اور آوارہ لوگوں سے میل جول ترک کرنا ضروری ہے۔

اس زمانہ میں نقصان نہ پُرانی تعلیم سے ہے۔ نہ نئی روشنی سے ہے۔ نہ اس کی چھل پہل سے بلکہ بیکار۔ کاہل وجود اور فضُول خرچ آدمیوں کی صحبت سے نوجوان بگڑتے ہیں۔

اگر انسان اچھے اور کامل آدمیوں کے پاس بیٹھے اور آٹھ پیسے کمانے کی تدبیر کرے۔ تو اُس کے فیشن

سے ڈر نہیں۔ چار پیسے خرچ کرنے میں بھی مضائقہ نہیں کیونکہ چار پیسے تو اس کی جیب میں باقی رہینگے۔ یہ نہیں۔ کہ کمائی تو ایک کوڑی کی نہ ہو۔ اور خرچ چار پیسے کا ۰:

بالفعل وہ کام شروع کرو (۱) وقت کی پابندی یعنی صُبح کے وقت ہوا خوری کرو۔ کھانا کھاؤ۔ اور جو محلّہ میں نیک بُزُرگ آدمی ہوں۔ اُن کے پاس جاؤ۔ اُردو کی کتابیں پڑھو۔ لائبریری میں اخبارات دیکھو۔ شام کے وقت انگریزی کا سبق لو۔ وغیرہ وغیرہ ۰:

(۲) آہستہ آہستہ بدکار آدمیوں سے صاحب سلامت کم کرو۔ اور پھر بالکل چھوڑ دو۔ گھر کے کام کاج کو دیکھو اور ایک نیک شریف لڑکے بن جاؤ ۰:

اگر تم نے میری کڑوی کسیلی باتیں دوا کے گھونٹ کی طرح پی لیں۔ تو چار دن میں بدنامی کا مرض جاتا رہیگا۔ اور یہی میری تمنّا ہے ۰:

## خط نمبر ۲

۸۶ے میرٹھ　　　　مقام توحید ۱۶۔ اکتوبر ۱۹۱۳ء

محمُود فاطمہ صاحبہ

السّلامُ علیکم۔ سُنا ہے کہ آج کل دہلی والے ساڑھے آٹھ بجے تک سوئے رہتے ہیں۔ اُن سے کہنا چاہئے۔

سویرے اُٹھنا تندرستی کے لئے اور مشغولیِ خیالات کے لئے ضروری ہے +

مَیں عموماً بہت سویرے بیدار ہوتا ہوں۔ کبھی کبھی اِس کے خلاف ہوتا ہے۔ معمول یہ ہے کہ ۵ بجے حوائجِ جسم اور فرائضِ خدا سے فراغت ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد ہوا خوری اور پیدل چلنے کے لئے ایک گھنٹہ صرف کیا جاتا ہے۔ اور پھر ہشّاش بشّاش بیٹھ کر دوسرے مشاغل ہوتے ہیں +

سُنا ہے کہ تم دہلی والوں کے خلاف بہت سویرے بیدار ہوتی ہو اور قرآنِ شریف پڑھتی رہتی ہو جب تک اہلِ دہلی جاگیں +

بہت اچھا معمول ہے۔ مگر اُن کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ جن کے گھر میں قرآن نازل ہُوا تھا۔ اور شاید تم کو معلوم ہو۔ کہ مَیں اہل بیت میں ہُوں +

واحدی صاحب کو نیم بیمار چھوڑا تھا۔ خدا پر جس کو چھوڑ دیا جائے۔ تو فکر بہت کم رہ جاتا ہے۔ اور وہ کامیاب ہو جاتا ہے +

بالا خانہ کے دو پھُول تمہارے والد صاحب نے عنایت کئے تھے۔ مَیں ان کی ارنگت سے خوش ہُوا مجھے زیادہ یا کم لکھنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ مَیں

اس قسم کی تحریروں کا عادی نہیں ہُوں۔ نہ میرے دل میں ان واقعات کے غور کرنے کی گنجائش ہے۔ مَیں قدرتاً نازک طبع و نازک دماغ ہوں۔ ذرا سے ناروا برتاؤ سے متاثر ہو جاتا ہوں۔ حالانکہ یہ ایک بشری کمزوری ہے۔ والسّلام ؀

## سوالات

**۱۔ پہلے خط میں کیا نصیحت دی گئی ہے تم بھی اپنے بیٹے کو خط لکھو۔ اور اس کو بُری صحبت سے بچنے کی نصیحت کرو ؀**

۲۔ دوسرے خط میں کیا نصیحت کی گئی ہے۔ اور بتاؤ کہ صُبح سویرے اُٹھنا کیوں مفید ہے ؟

**۳۔ ان الفاظ کے معنی بتاؤ اور ان کو اپنے فقرات میں استعمال کرو :-**

ذی علم ۔ مضائقہ ۔ ہوا خوری ۔ معمول ۔ حوائج جسم ؀

**۴۔ دوسرے خط سے اسم ظرف الگ کرو ؀**

# فرہنگ

| نمبر سبق | مضمون |
|---|---|
| ١ | مخلوق - پیدا کیا گیا ۔ |
| | خالق - پیدا کرنے والا ۔ |
| | رازق - رزق دینے والا ۔ |
| | ذلّت - خواری - بیعزّتی ۔ |
| | جاہلی - جہالت - علم نہ ہونا ۔ |
| ٢ | غاریں - جمع غار کی معنی گڑھا ۔ |
| | خانہ بدوش - خانہ بدوش ہونا خانہ بدوش ان لوگوں کو کہتے ہیں جو ایک جگہ مستقل طور پر نہیں رہتے - بلکہ چار دن کہیں دس دن کہیں - چونکہ اپنے گھر کا سامان اور اسباب ساتھ اُٹھائے پھرتے ہیں - اِس لئے خانہ بدوش کہلاتے ہیں ۔ |
| | ابتدا - آغاز - شروع ۔ |
| | فیصلہ کرنا - جھگڑا مٹانا ۔ |
| ٣ | زرخیز - وہ زمین جس میں پیداوار بہت ہو ۔ |
| | شاداب - تروتازہ ۔ |
| | بہترین - بہت اچھی ۔ |
| | نظر فریب - نظر کو موہ لینے والا ۔ |
| | مناظر - جمع منظر کی - معنی نظارے ۔ |
| | فضا - میدان ۔ |
| | دلنشیں - دل میں بیٹھ جانیوالا دل میں کھُب جانے والا ۔ |
| | فردوس - بہشت ۔ |
| | نظیر - ثانی - اُس جیسا ۔ |
| | وادی - نشیب زمین جو پانی کی رَو کی گذرگاہ ہو - اور وہ بہت سرسبز ہوتی ہے ۔ |
| | عیاں - ظاہر ۔ |
| | دلفریبی - دل کو موہ لینا ۔ |
| | دامان - دامن پنجابی پلا ۔ |
| | عُنوان - نشان ۔ |

| نمبر سبق | مضمون | نمبر سبق | مضمون |
|---|---|---|---|
| | عظمت - بزرگی - بڑا ہونا + | | پُرانا پنگوڑہ یعنی تہذیب نے |
| | کمال - بہت + | | زمانۂ قدیم میں ہندوستان کی |
| | گردوں - آسمان + | | گود میں پرورش پائی + |
| | گردوں سے سر ملانا بہت | | ضیائے ماضی - پچھلے زمانے کی |
| | اُونچا ہونا + | | روشنی + |
| | چار سو - چاروں طرف + | | روئے مستقبل - آنے والے |
| | طیور - جمع طائر کی یعنی پرندے + | | زمانے کا چہرہ + |
| | خوابِ نوشیں - میٹھی نیند + | | تاباں کُنِ زمن - زمانے کو |
| | صُبحِ صادق - پو پھوٹنے کا وقت | | روشن کرنے والا + |
| | جب مشرق کی طرف صبح کی روشنی | ۴ | کورو اور پانڈو - یہ دو |
| | اچھی طرح ظاہر ہو جاتی ہے + | | خاندانوں کے نام ہیں - یہاں ان |
| | صف بستہ - قطار باندھ کر + | | دونو کے بچّوں سے مُراد ہے + |
| | طیور نغمہ خواں ہیں - پرندے | | رشک - کسی کو اپنے سے اچھی |
| | چہچہا رہے ہیں + | | حالت میں دیکھ کر یہ خواہش کرنی |
| | گلکاری - نقاشی + | | کہ میں بھی ویسا ہی ہو جاؤں + |
| | ضیائے دلکش - خوبصورت | | ماہر - بہت واقف + |
| | روشنی - دل کو لُبھانے والی روشنی + | | راجکمار - شہزادہ - راجہ کا بیٹا |
| | گھٹا ٹوپ بادل - گھرے بادل | | پریشان رہنا - فکر میں رہنا |
| | جنّت نشاں - بہشت جیسی + | | کُند ذہن - خراب ذہن والا + |
| | شائستگی کا گہوارۂ کہن - تہذیب کا | | طمانچہ - تھپڑ + |

| نمبر سبق | مضمون |
|---|---|
| | پاٹھشالہ - مدرسہ - مکتب ÷ |
| | راج - حکومت - سلطنت ÷ |
| | نام روشن کرنا - نام کو مشہور کرنا ÷ |
| ۵ | بھارت ماتا - مادرِ وطن - دیس |
| | تن من دھن لگانا - کسی کام پر جسم دل اور دولت کو خرچ کرنا یعنی جسمانی تکلیفیں برداشت کرنا ÷ |
| | غمخوار - ہمدرد ÷ |
| | دُکھ درد کا ساتھی - تکلیف کے وقت کام آنے والا ÷ |
| | تسکین - تسلّی ÷ |
| | دل میں گھر کرنا - کسی کے دل میں کُھب جانا - کسی شخص کے نزدیک عزّت پانا ÷ |
| | پیکر - جسم ÷ |
| | پریم - محبّت ÷ |
| | مایُوس - نا اُمیّد ÷ |
| | نفس کو مارنا - نفسانی خواہشات مثلاً غصّہ - لالچ وغیرہ کو دُور کرنا ÷ |
| | جوش اُبھارنا - جوش دلانا ÷ |
| | بھارت کی جے - وطن کی فتح |
| | تانز اُٹھانا - لاٹھی اُٹھانا ÷ |
| | بھنور - گھُمن گھیری ÷ |
| | طوفان - پانی میں لہروں کا جوش یہاں دُنیاوی تکلیفوں اور حادثوں سے مُراد ہے ÷ |
| ۶ | مستقل طور پر - ہمیشہ کے لئے |
| | نجات - چھُٹکارا ÷ |
| | کاشت - بونا ÷ |
| | تبادلہ - ایک چیز کا دوسری چیز سے بدلنا ÷ |
| | قُرب و جوار - آس پاس ، |
| | تجارتی کاروبار - بیوپار خرید و فروخت ÷ |
| | نمائش - ایک قسم کا میلہ ہوتا ہے جس میں کسی خاص علاقے یا مُلک کی پیداوار اور صنعت و حرفت کے اعلیٰ نمونے لوگوں کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں ÷ |

| نمبر سبق | مضمون |
| --- | --- |
| | سہولت - آسانی + |
| | یقیناً - ضرور + |
| | تکلیف دِہ - تکلیف دینے والا + |
| | مرکز - وہ جگہ جہاں اِردگرد کے لوگ کسی خاص مطلب کے لئے جمع ہوں + |
| | مُمتاز - معزز + |
| ۷ | بزم - مجلس + |
| | توقیر - عزّت + |
| | باطن - دل - اندر + |
| | خُرّمی - خوشی + |
| | مِہر - سُورج + |
| | مہ - چاند + |
| | انجم - ستارے + |
| | انہار - جمع نہر کی + |
| | آئینہ بھی پانی ہو - آئینہ بھی شرمندہ ہو + |
| | پانی ہونا - محاورہ ہے - شرمانا شرمندہ ہونا + |
| ۸ | اجُودّھیا - فیض آباد کے پاس |

| نمبر سبق | مضمون |
| --- | --- |
| | ایک شہر کا نام ہے + |
| | دیوتا - بُزرگ - بڑا آدمی + |
| | رشی - عابد - زاہد - پرہیزگار |
| | وشوامتر - ایک بزرگ کا نام ہے |
| | دان - سخاوت - پُن + |
| | سنگھاسن - تخت + |
| | دھرماتما - دھرم والا - ایماندار |
| | شاہانہ لباس - بادشاہوں کا لباس + |
| | سوامی - مالک - آقا + |
| | کاشی جی - بنارس میں ہندوؤں کا جو تیرتھ ہے - اس کو کہتے ہیں |
| | شوہر - خاوند + |
| | دریا دلی - حوصلہ + |
| | نذرانہ - نذر - چھوٹے بڑوں کو جو کچھ بطور خدمت کے دیا کرتے ہیں + |
| | غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑنا - بہت غمگین ہونا - بہت تکلیف پیش آنا - کوئی راستہ نہ دکھائی |

| نمبر سبق | مضمون |
|---|---|
| | دیتا تھا۔ کوئی تجویز سمجھ میں نہیں آتی تھی |
| | کلیجہ دہل گیا۔ کانپ اُٹھا |
| | مچلنا۔ بچے کا ضد کرنا |
| | شمشان۔ وہ جگہ جہاں ہندو لوگ مُردے جلاتے ہیں۔ مرگھٹ |
| | آگ بگولہ ہونا۔ بہت غصے ہونا |
| | دُنیا آنکھوں میں اندھیر ہونا۔ بہت گھبرا جانا |
| | پھوٹ پھوٹ کر رونا بہت رونا |
| | پے درپے۔ لگاتار |
| | تسلیم کرنا۔ سلام کرنا |
| | بڑے اِصرار سے۔ بڑے غور سے۔ بار بار کہہ کہہ |
| | شرافت۔ شریف ہونا۔ بھلا مانس ہونا |
| 9 | خانوادہ۔ خاندان |
| | خانماں۔ گھر |

| نمبر سبق | مضمون |
|---|---|
| | دولت وحشمت۔ دولت اور دبدبہ |
| | صاحب زر۔ دولتمند |
| | مایۂ ہمت۔ ہمت کا سرمایہ |
| | امیرزادہ۔ امیر کا بیٹا |
| | بارِ توطن۔ کہیں قیام کرنے کا بوجھ یا اسباب |
| | بااصول۔ اصول والا |
| | عدم۔ پیدا ہونے سے پہلے کی حالت۔ نیستی۔ وجود کی ضد۔ وجود کے معنی ہونا |
| | قصرِ شاہی۔ بادشاہی محل |
| | فخر۔ عزّت |
| | عار۔ شرم |
| | مروّت۔ جوانمردی |
| | رسم و راہ۔ دخل |
| | دستگاہ۔ لیاقت |
| ۱۰ | سرگذشت۔ قصّہ |
| | حقیقت۔ اصلیت |
| | دلچسپ۔ دل کو لبھانے والی |

| نمبر سبق | مضمون |
| --- | --- |
| | تاریخ - پچھلے حالات ۔ |
| | قندیل - کانچ کا گول برتن - جس میں موم بتی جلاتے ہیں ۔ |
| | نظامِ شمسی - سورج - چاند اور ستاروں کا ایک خاص صورت سے گردش کرنا ۔ |
| | سیارے - پھرنے والے ستارے |
| | وابستہ - ملا ہوا ۔ |
| | راز - بھید ۔ |
| | نظام - انتظام ۔ |
| | درہم برہم ہونا - بگڑ جانا - خراب ہو جانا ۔ |
| | قیام - قائم ہونا ۔ |
| | فضا - کھلا ۔ |
| | حرارت - گرمی ۔ |
| 11 | اتفاقاتِ زمانہ - زمانے کے حادثے ۔ |
| | گرفتار ہونا - پھنس جانا - مبتلا ہونا ۔ |
| | افلاس - غریبی ۔ |

| نمبر سبق | مضمون |
| --- | --- |
| | دشوار - مشکل ۔ |
| | انجام کار - آخرکار ۔ |
| | آنکھ چرانا - کسی سے آنکھ بچا کر نکل جانا ۔ |
| | صحبت سے گریز کرنے لگے میرے پاس بیٹھنے سے نفرت کرنے لگے ۔ |
| | ہمنشیں - پاس بیٹھنے والا دوست |
| | گرم جوشی - محبت - پیار - |
| | دم بھرنا - کسی کی خیرخواہی کرنا |
| | سرد مہری - محبت نہ ہونا ۔ |
| | اربابِ غرض - خودغرض لوگ مطلبی ۔ |
| | بیکسی - عاجزی ۔ |
| | راہبری - رستہ دکھانا ۔ |
| | رازقِ مطلق - خدا - اصلی رزق دینے والا ۔ |
| | ہاتھ پھیلانا - مانگنا ۔ |
| | راحت - آرام ۔ |
| | یہی قیامت ہے - یہی |

| نمبر سبق | مضمون |
|---|---|
| | بُری بات ہے |
| | آفت - مُصیبت |
| | بحر - سمندر |
| | مروّت - نیکی |
| | ریگ - ریت |
| | ہاتھوں دل بڑھ گیا - بہت حوصلہ ہو گیا |
| | کوتاہیٔ قسمت - بدقسمتی |
| | اوج - بلندی |
| | باندازۂ ہمّت - ہمّت کے مطابق |
| | اخترِ قسمت - قسمت کا ستارہ نصیبہ |
| | اقربا - جمع قریبہ کی - قریبی رشتہ دار |
| ۱۲ | کُرہ - ہر گول چیز |
| | غیر مسطّح - جس کی کوئی سطح نہ ہو |
| | وثوق - یقین |
| | حرکت کے دوران میں - حرکت کرتے وقت |

| نمبر سبق | مضمون |
|---|---|
| | لطیف - ہلکا یا ہلکی |
| | گیس - ہوا |
| | وسیع - کھلا |
| | محسوس کرنا - معلوم کرنا |
| | متحرک - حرکت کرنے والا |
| | خصوصاً - خاص کر |
| | ساکن - کھڑا ہونے والا |
| | روشن ہونا - معلوم ہونا |
| | تاریک - اندھیرا |
| ۱۳ | تمنّا - خواہش |
| | نام بڑا کرنا - مشہور ہونا |
| | آغاز - شروع |
| | اندیشہ - سوچ - فکر |
| | انجام - اخیر |
| | صبح سے تا شام کرو - تمام دن کام کرو |
| | ناکام - ناکامیاب |
| | قول - بات |
| | لطف - مزا |
| | دورِ راحت - خوشی کا زمانہ |

| نمبر سبق | مضمون | نمبر سبق | مضمون |
|---|---|---|---|
| | تلخیِ ایام - زمانے کی سختی + | | فلاسفر - علم فلسفہ جاننے والا + |
| | سروکار - مطلب + | | پنڈولم - گھڑی کا لٹکن + |
| | مفلس و نادار - غریب - کنگال | | کسبِ معاش - روزی حاصل کرنا + |
| | کاہل - سست + | | مسئول - سوال کیا گیا + |
| | خستہ - دکھیا + | | سپرنگ - گھڑی کا پُرزہ - جس کو بال کمانی کہتے ہیں + |
| | درماندہ - عاجز + | | خداداد - خدا کی دی ہوئی + |
| | بازی لے جانا - جیت جانا بڑھ جانا + | | علمِ نجوم - ستاروں کا علم + |
| ۱۴ | ضعیف عورت - بڑھیا + | | منجم - علم نجوم جاننے والا + |
| | تنہائی - اکیلا ہونا + | | رائل سوسائٹی - شاہی انجمن + |
| | ذہانت - ذہین ہونا - تیز طبیعت ہونا + | | انتقال ہوگیا - مرگیا + |
| | متعجب - حیران + | | متعدد - کئی + |
| | غور و فکر - سوچنا + | | اوصافِ حمیدہ - نیک صفتیں + |
| | محور - پہیئے کا دُھرا + | | محسوس ہونا - معلوم ہونا + |
| | پیشتر - پہلے + | ۱۵ | پس و پیش - آگے پیچھے + |
| | ڈچ گھڑی - سوٹزرلینڈ کی بنی ہوئی گھڑی + | | القصہ - آخرکار - بات یہ کہ + |
| | محو ہونا - بہت توجہ اور دھیان سے کوئی کام کرنا + | | شکارِ مگس - مکھیوں کا شکار + |
| | | | آخرش - آخرکار + |
| | | | سربسر - سب کی سب + |

| نمبر سبق | مضمون |
|---|---|
| | تیر آسا - تیر کی طرح |
| | تھاپٹ رہا - پٹ رہا تھا۔ |
| | بھرا ہُوا تھا - پُر تھا - بہت آنکھیں تھیں |
| | بیتاب - بے قرار |
| | تنہا خوری - اکیلے کھانا |
| | بدستور - اُسی طرح |
| | ناگہاں - اچانک |
| | طواف کرنا - کسی چیز کے گرد پھرنا |
| ۱۶ | تاریکی - اندھیرا |
| | ساکن ہونا - ٹھیر جانا - قائم ہو جانا |
| | ممالک - جمع مُلک |
| | گردش - پھرنا - حرکت کرنا |
| | متحرک - حرکت کرنے والی |
| | مشابہ - مانند - ملتی جُلتی |
| | نصف - آدھا |
| | شعاعیں - جمع شعاع کی - کرنیں |
| | براہِ راست - بغیر کسی کے ذریعے کے |
| | حرارت - گرمی |
| | غائب ہونا - چُھپ جانا - نظر سے اوجھل ہو جانا |
| ۱۷ | گھٹا - بادل |
| | چمن - باغ - اسم ظرف مکان |
| | نَے - بانسری - مُرلی |
| | کوئل - ایک جانور کا نام ہے جو باغوں میں کُوکُو کیا کرتی ہے - یہ ہندوستان کی بُلبُل ہے |
| | تانیں - جمع تان |
| | سُر - گت |
| | دوش - کندھا |
| | شال - دوشالہ - پشمینہ کا کپڑا |
| | آنچل - دوپٹہ کا کنارہ - پلّہ - پلّو |

| نمبر سبق | مضمون |
|---|---|

ظُلمت - اندھیرا - تاریکی +
آبِ حیات - زندگانی کا
پانی - امرت - جس کے پینے
سے موت نہیں آتی +
آشکار - ظاہر +
جوئے شیر - دودھ کی نہر
کہسار - پہاڑی جگہ - پہاڑ
اسمِ ظرف مکان +
گریاں - روتا ہُوا - اسم
حالیہ +
خندہ زن - ہنستا ہُوا +
سوانگ - شکل - نقل - رُوپ
بھرنا - بھیس بدلنا - سانگ +
چرخِ کہن - پُرانا آسمان -
بُوڑھا آسمان +
ابرِ مطیر - برسنے والا بادل +
۱۸ تہ خانہ - سرد خانہ وہ مکان
جو سطح زمین کے نیچے ہوتا ہے
گرمیوں میں، گرمی کے وقت
امیر لوگ وہاں بیٹھتے ہیں -

| نمبر سبق | مضمون |
|---|---|

سرد ہوتا ہے +
انبار - ڈھیر +
خبر گیری - حفاظت +
پھُولا نہ سمانا - بہت خوش
ہونا +
خُون خشک ہو جانا -
بہت ڈر جانا +
لکشمی - دولت +
پُجاری - پُوجا کرنے والا +
متوالا - مست +
کروٹیں - جمع کروٹ -
کروٹ بدلنا - پہلو بدلنا +
دیوانہ - پاگل +
تعجب - حیرانگی +
مُصیبت - دُکھ - تکلیف +
پُر محبت - محبت سے بھرا
ہُوا +
انڈیل دیا - گرا دیا - ڈال
دیا - اوندھا دیا +
۱۹ مسکن - جائے سکونت

| نمبرسبق | مضمون | نمبرسبق | مضمون |
|---|---|---|---|
| | رہنے کی جگہ - اسم ظرف مکان | | گشت پھرنا - پھُولوں میں |
| | راحت - آرام - خوشی + | | پھرنا - باغ کی سیر کرنا + |
| | مسرّت - خوشی + | | یارا - طاقت - حوصلہ + |
| | درخوَرد - لائق + | | دارِ سکون - ٹھیرنے کا |
| | اِقامت - ٹھیرنا - رہائش | | گھر - آرام کرنے کی جگہ + |
| | اختیار کرنا + | | رم کرنا - دوڑنا - بھاگنا + |
| | دارِ فنا - دار بمعنے گھر یعنی | | نیرنگ - تماشا - عجیب چیز |
| | فنا ہونے والا گھر مُراد دُنیا + | | مُثمِر - ثمر دینے والا + |
| | جنّت - بہشت + | | دشت - جنگل + |
| | در - دروازہ + | | رفعت - بلندی + |
| | وا ہونا - کھُلنا + | | تسکین طلب - آرام طلب |
| | آغوش - گود - بغل + | | (لوگ) |
| | ایوان - محل + | | عار - شرم + |
| | سعادت - نیک بختی + | | خس پوش - جس مکان کی |
| | صداقت - سچائی + | | چھت پر گھاس پھوس پڑا |
| | قناعت - صبر + | | ہو + |
| | ہمپایہ - برابر + | | نگونسار - اوندھا - اُلٹا + |
| | حوادث - جمع حادثہ - | | قصر - محل + |
| | مصیبتیں + | | کاشانہ - گھر + |
| | گلگشت - گُل بمعنی پھُول - | | رحمتِ باری - خدا تعالیٰ کی |

| نمبر سبق | مضمون | نمبر سبق | مضمون |
| --- | --- | --- | --- |
| | رحمت + | | پیشین گوئی ۔ کسی بات کو |
| | افلاک ۔ جمع فلک ۔ آسمان | | اس کے واقع ہونے سے |
| | جلوہ کناں ۔ جلوہ کرنے والا | | پہلے کہدینا + |
| | ظاہر ہونے والا + | | آرزو ۔ خواہش + |
| | نکہت ۔ خوشبو + | | تصفیہ ۔ فیصلہ کرنا + |
| | گلشن ۔ باغ ۔ اسم ظرف ۔ | | متانت ۔ سنجیدگی ۔ جس میں |
| | مکان + | | چھچھوراپن نہ ہو + |
| | شاداب ۔ سیراب ۔ تر و تازہ | | خبرگیری ۔ خبر لینا + |
| | ناکام ۔ کامیاب نہ ہونا ۔ | | سہما ہوا ۔ ڈرا ہوا + |
| | مطلب کو نہ پہنچنا ۔ مراد حاصل | | نگاہوں ۔ نظروں + |
| | نہ کرنا + | | ٹھکانا ۔ حد + |
| ۲۰ | راجکمار ۔ راجہ کے بیٹے + | | مخاطب ہو کر ۔ متوجہ ہو کر + |
| | مصروف ۔ مشغول + | | اوجھل کرنا ۔ نظر سے |
| | معصوم ۔ بے گناہ + | | دور کرنا + |
| | مرہم ۔ پلستر ۔ دوا جو زخم | ۲۱ | خرم ۔ خوش + |
| | کو اچھا کرنے کے لئے لگائیں | | توانا ۔ طاقتور + |
| | بیتاب ۔ بے طاقت ۔ بیقرار | | خدنگ ۔ تیر + |
| | مضطر + | | جرأت ۔ بہادری ۔ دلیری |
| | دوزانو ہو کر ۔ گھٹنوں کے | | شناسا ۔ جان پہچان رکھنے |
| | بل بیٹھ کر + | | والا + |

| نمبر سبق | مضمون | نمبر سبق | مضمون |
|---|---|---|---|
| | پیام - پیغام + | | محو ہو جانا - مٹ جانا + |
| | رابرٹ - لارڈ کا نام + | | لِلّٰہ - خدا کے لئے + |
| | لختِ جگر - جگر کا ٹکڑا - مُراد بیٹا + | | عارض - رُخسارہ - پنجابی گال + |
| | آنکھ کا تارا - پیارا بیٹا + | | شمائل - شکل و صورت + |
| | فُرقت - جُدائی + | ۲۲ | جمہوری حکومت - وہ حکومت جس میں رعیّت خود ہی بادشاہ ہُوا کرتی ہے + |
| | پامال - پاؤں میں روندے جانا + | | برسرِ پرخاش - لڑائی کے لئے آمادہ + |
| | ہیولاک - انگریزی جرنیل کا نام + | | جاگزیں ہُوا - رہنے لگا + |
| | حق - خدا + | | بسر کرنے لگا - گزارنے لگا + |
| | کردگار - خدا - خالق + | | سکسنوں - سکسنی (صُوبہ جرمنی) کے رہنے والے + |
| | نثار - قربان + | | حملہ آور ہُوا - حملہ کیا + |
| | زد - نشانہ + | | اہالیان - رہنے والے |
| | رن - لڑائی + | | نہ راہِ رفتن نہ جائے ماندن - نہ جانے کا راستہ |
| | صلے - بدلے + | | |
| | زائد بر آں - اس پر مزید علاوہ ازیں + | | |
| | درخشاں - چمکتا ہُوا + | | |

| نمبرسبق | مضمون | نمبرسبق | مضمون |
|---|---|---|---|
| | اور نہ رہنے کی جگہ ۔ ہر طرح | | کام تمام کرنا ۔ مار ڈالنا + |
| | مشکل + | | پل پڑی ۔ ٹوٹ پڑی + |
| | منادی ۔ ڈھنڈورا + | | طفیل ۔ مدد ۔ سبب + |
| | حب الوطنی ۔ وطن کی | | غیرت ۔ شرم + |
| | محبت + | | الوداع ۔ رُخصت + |
| | سرگوشیاں ۔ کانوں میں | | شجاعوں ۔ بہادروں + |
| | چپکے چپکے باتیں کرنا ۔ کاناپھوسی | | جد و جہد ۔ کوشش + |
| | کرنا + | | پایاب پانی ۔ کم گہرا |
| | عِصمت ۔ پاکدامنی ۔ بیگناہ | | پانی + |
| | ہونا + | | مشتعل کرنا ۔ بھڑکانا + |
| | دیدہ و دانستہ ۔ جان بوجھ کر + | | مجتمع ۔ جمع ہونے والا + |
| | فِدائی ۔ فدا ہونے والا ۔ | | بے نظیر ۔ لاثانی + |
| | قربان ہونے والا + | | غفلت زدوں ۔ جمع |
| | بہ زورِ شمشیر ۔ تلوار کے | ۲۳ | غفلت زدہ ۔ غفلت کرنے |
| | زور سے + | | والے + |
| | عجلت ۔ جلدی + | | تھنڈا دیا ۔ ٹھنڈا کر دیا + |
| | مجمع ۔ جماعت ۔ گروہ ۔ | | واردات ۔ حادثے ۔ |
| | اکٹھ + | | جو حالات آدمی پر گزریں |
| | کمانڈر ۔ فوجی افسر ۔ سپہ سالار | | واقعات + |
| | کمان افسر + | | اوّل جمادی ۔ قمری |

| نمبر سبق | مضمون | نمبر سبق | مضمون |
|---|---|---|---|
| | مہینوں میں سے ایک مہینے کا | | مِنَن جمع مِنّت کی یعنی صاحب |
| | نام جس کو جمادی الاول بھی | | احسان مُراد خدا تعالےٰ + |
| | کہتے ہیں + | | اہتمام - انتظام - بندوبست |
| | کواڑ - دروازے کے | | لرزہ - کانپنا + |
| | تختے + | | کریم - کرم کرنے والا بخشش |
| | ستون - پنجابی تھم + | | کرنے والا + |
| | تیغ - تلوار + | | قادر - قُدرت والا - طاقت |
| | دارائی - دارا بادشاہ کا | | رکھنے والا + |
| | کام - یعنی دارا کی قوت + | | قدیر - قُدرت والا + |
| | سکندری - یونان کے بادشاہ | | محکوم - جس پر حکم چلایا گیا |
| | کا کام - سکندر جس نے | | ہو + |
| | دارا پر فتح پائی تھی - یعنی سکندر | | ماہی سے تا بماہ - زمین |
| | کا دور + | | کے نیچے سے لے کر آسمان |
| | صُور - بگل + | | تک + |
| | سرافیل - فرشتے کا نام جو | | سدِ راہ - راستے کی |
| | قیامت کے دن بگل بجائیگا | | روک + |
| | اور سب مُردے زندہ ہو | ۲۴ | خلیفہ - مسلمانوں کا دینی |
| | جائینگے + | | بادشاہ + |
| | احکام - جمع حکم + | | حقوق - جمع حق + |
| | ذوالمِنَن - ذو بمعنی صاحب | | بسر کر رہا تھا - گزار رہا |

| نمبر سبق | مضمون | نمبر سبق | مضمون |
|---|---|---|---|
| | تھا + | | ہے + |
| | خاتمہ ہو جانا - ختم ہو جانا | | طاری ہو گیا - چھا گیا + |
| | گزر جانا + | | مُحسن - احسان کرنے والا - |
| | نجات پانا - خلاصی پانا - | | اسم فاعل + |
| | رہائی پانا - چھٹکارا پانا + | | لِلّٰہ - خدا کے واسطے + |
| | اجنبی - مُسافر - غیر مُلک کا | | رائگاں - بے فائدہ - |
| | باشندہ + | | ضائع + |
| | مصاحِب - ہم نشین + | | شرافت - بڑائی - بزرگی |
| | صاحِب خانہ - گھر کا | ۲۵ | ترشّح - ٹپکنا - پانی کا قطرہ |
| | مالک + | | قطرہ کرکے گرنا + |
| | راز - بھید + | | سوندھی سوندھی - بھینی |
| | برداشت - سہارنا - | | کوری مٹی کی سی خوشبو والا + |
| | سہنا + | | برق - چمکنے والی بجلی + |
| | شکر گزار - شکریہ ادا | | غرق - ڈوبنا - ڈوب جانا + |
| | کرنے والا + | | اولتی - چھپّر یا کھپریل کے |
| | نقاب - پردہ - بُرقعہ + | | نیچے کا کنارہ + |
| | حُلیہ - شکل + | | تارِ سیمیں - چاندی کے |
| | سکتہ - ایک بیماری کا نام | | تار - شاعر نے بارش کے |
| | جس میں آدمی بے حس و حرکت | | قطروں کو چاندی کے تار سے |
| | اور بظاہر مُردہ معلوم ہوتا | | تشبیہ دی ہے + |

| نمبر سبق | مضمون | نمبر سبق | مضمون |
|---|---|---|---|
| | ارگن - باجہ - ارغنون ٭ | ۲۶ | منجھلی - درمیانی ٭ |
| | سئے - سُر - نغمہ ٭ | | فرائض - جمع فرض - کام ٭ |
| | زاہد - فقیر ٭ | | قاصر - قصور وار - کمی کرنے والا ٭ |
| | مے - شراب ٭ | | گوشۂ عافیت - آرام کا کونہ ٭ |
| | صبا - صُبح کی ہوا ٭ | | مخاطب کرکے - متوجہ کرکے ٭ |
| | ابر - بادل ٭ | | مابدولت - ہم اقبال کے ساتھ - بادشاہ اپنے آپ کو اِس لفظ سے پُکارتے ہیں - یعنی ہم کی جگہ یہ لفظ بولتے ہیں ٭ |
| | فلک - آسمان ٭ | | سفرِ آخرت - اگلے جہان کا سفر - مُراد موت سے ہے ٭ |
| | سبز پوشانِ باغ - باغ کے سبز پوش مُراد درخت ٭ | | اِظہار - ظاہر کرنا ٭ |
| | غسل - نہانا ٭ | | شوہر - خاوند ٭ |
| | شجر - درخت ٭ | | شدّ و مدّ - زور و شور ٭ |
| | فراغ - فراغت - فُرصت ٭ | | سعادتمند - نیک بخت ٭ |
| | فضا - میدان ٭ | | |
| | نخل - درخت ٭ | | |
| | تھالے - گڑھے ٭ | | |
| | گلعذار - گُل بمعنے پھول ٭ | | |
| | عذار - رُخسارہ - مُراد خوبصورت | | |
| | تان - آواز ٭ | | |
| | پی - پیارا خاوند ٭ | | |
| | طیور - جمع طائر - پرندے ٭ | | |

| نمبر سبق | مضمون | نمبر سبق | مضمون |
| --- | --- | --- | --- |
| | پشیمان - پچھتانے والا + | | مُشتِ پر - پروں کی مُٹھی مطلب تھوڑے پر + |
| | آگاہ - واقف + | | مفارقت - جُدائی + |
| | برافروختہ - غصے میں آکر + | | دام - قیمت - مول + |
| | مغموم - اسم مفعول - غمزدہ - رنجیدہ + | | پند - نصیحت + |
| | غمگین - رنجیدہ + | | گِرہ باندھنا - گانٹھ دینا مُراد یاد رکھنا + |
| | آپا - بڑی بہن + | | نہاں - پوشیدہ - چھپا ہُوا + |
| | دربدر - دروازے دروازے پر + | | لعل - سُرخ رنگ کا قیمتی پتھر + |
| | دیوانہ پن - پاگل پن - جنون + | | شکم - پیٹ + |
| | آسائش - آرام + | | دلاسا - تسلّی - تشفی + |
| | جرار فوج - بہت بڑا لشکر بہادر لشکر + | | لاسا لگانا - کسی جانور کے پکڑنے کے لئے کوئی چیز لگانا + |
| ۲۷ | اسیر - قیدی + | | جہل - بے وقوفی + |
| | صیاد - شکاری + | | اربابِ غرض - ارباب جمع رب - یعنی غرض مند لوگ + |
| | طائر - پرندہ + | | باور - یقین + |
| | ذبح - جانوروں کا شرعی طور پر گلا کاٹنا - حلال کرنا + | | |

| نمبر سبق | مضمون | نمبر سبق | مضمون |
| --- | --- | --- | --- |
| ۳۰ | خلوت - تنہائی - علیحدگی + | | نافرمانی کرنا - حکم نہ ماننا |
| | عبادت - خدا کی بندگی + | | گئے گزرے ہیں - نکمّے ہیں + |
| | وبا - بیماری + | ۳۱ | اہلِ فرنگ - یورپ کے رہنے والے + |
| | تلاوتِ قرآن - قرآن شریف پڑھنا + | | وُسعت - پھیلاؤ - فراخی چوڑاپن + |
| | آدھا پیٹ کھانا - جس قدر بھوک ہو - اُس قدر نہ کھانا بھوک سے کم کھانا + | | جہالت - بے وقوفی + |
| | حُجرہ - کوٹھڑی + | | تاریکی - اندھیرا + |
| | مسل کرکے - ٹکڑے ٹکڑے کرکے - مل کر - باریک کرکے + | | ناآشنا - ناواقف + |
| | آنکھ بچا کر - چھپا کر + | | تصنیفات - جمع تصنیف کی معنی کتابیں + |
| | اِنتقال ہو گیا - مر گئے - وفات پائی + | | مذاق - دلچسپی - شوق ہنسی - ظرافت - خاص بات کا چسکا + |
| | جنازہ - میّت کو دفن کرنے کے لئے لے جانا + | | سنگ تراشی - پتھر کو صاف کرنے کا کام - پتھر کو چھیلنا یا کاٹنا + |
| | لہٰذا - اِس سبب سے + | | معماری - عمارت بنانے کا کام - عمارت بنانا + |
| | عطا کی ہیں - بخشی ہیں - دی ہیں + | | |

| نمبر سبق | مضمون | نمبر سبق | مضمون |
|---|---|---|---|
| | مصوّری - تصویر بنانا + | | سکتے کے عالم میں - |
| | مہارتِ کامل - پوری پوری | | سکتہ ایک بیماری کا نام |
| | لیاقت - قابلیت + | | ہے - جس میں انسان بالکل |
| | تاب - طاقت + | | مُردے کی طرح ظاہر ہوتا |
| | عالمِ محسوسات - جو چیزیں | | ہے - یعنی بالکل چُپ چاپ |
| | حواسِ خمسہ سے محسوس ہوتی | ۳۲ | بیدل - بے حوصلہ + |
| | ہیں + | | کامل - پُورا پُورا + |
| | تابعِ فرمان - حکم کے نیچے | | مہر و ماہ - مہر یعنی سُورج |
| | حکم کے ماتحت + | | ماہ چاند - یعنی سُورج اور |
| | حرکات و سکنات - حرکتیں | | چاند + |
| | چلنا پھرنا - ادائیں + | | ابر و باد - ابر - بادل - |
| | غیبت - غیر حاضری - | | باد ہوا - یعنی بادل اور |
| | عدمِ موجودگی + | | ہوا + |
| | مُقتضٰے - سبب - باعث + | | محفل - مجلس + |
| | معرکہ آرا - لڑائی کرنے والا | | حامی - مددگار + |
| | افسُردہ - ٹھٹھرا ہُوا + | | نازل - اُترنے والا + |
| | مُرجھایا ہُوا - پژمُردہ + | | جی چُرانا - چشم پوشی کرنا |
| | نادر - عجیب + | | کسی کام کے کرنے سے |
| | بے ساختہ - خود بخود - بغیر | | بچتے پھرنا + |
| | ارادہ کے + | | کاہل - سُست + |

| نمبر سبق | مضمون | نمبر سبق | مضمون |
|---|---|---|---|
| | چوسر - ایک کھیل کا نام - چوپڑ ۔ | | قوت ۔ |
| | مشاغل - کام (جمع) | | احساس - حِس کرنا - معلوم کرنا ۔ |
| | محرُوم - خالی ۔ | | کُند - جو تیز نہ ہو - پنجابی کھُنڈا ۔ |
| ۳۳ | سِگار - چُروٹ - سگرٹ ۔ | | بیکار - بغیر کام کے بیٹھا ۔ |
| | مُبتلا - گرفتار - مشغُول - پھنسا ہُوا ۔ | | بادیانِ خطائی - ایک دوائی کا نام ہے ۔ |
| | مُہلِک - ہلاک کرنے والا ۔ | | ٹینک ایسڈ - مقوی - تیزاب ۔ |
| | واقِف - آگاہ - تجربہ کار ۔ ہلاک کرنا - | | کیفین - کافی کا ست ۔ |
| | نکوٹین - ایک قسم کا زہر جو تمباکو میں ہوتا ہے ۔ | ۳۴ | مِہر - مہربانی ۔ |
| | مُہلت - فُرصت ۔ | | کایا پلٹنا - حالت تبدیل کرنا ۔ |
| | مہذب - شائستہ - آراستہ - تہذیب یافتہ ۔ | | گرہستن - گھر والی عورت |
| | نقصان دِہ - نقصان دینے والا (اسم فاعل) ۔ | | ناشتہ - صبح کا کھانا ۔ |
| | اعضا - جوڑ - حصّے - جمع عضو کی ۔ | | شِکرم - وہ گاڑی جس کو آدمی کھینچے ۔ |
| | قوّتِ حافظہ - یاد رکھنے کی | | سینگ سمانا - جگہ ملنا - پناہ ملنا ۔ |

| نمبر سبق | مضمون | نمبر سبق | مضمون |
| --- | --- | --- | --- |
| | فیشن ایبل - فیشن والے وضعدار ۔<br>ٹائم ٹیبل - انضباطِ اوقات وقت کی تقسیم ۔<br>لیس ہونا - تیار ہونا ۔<br>دریا کا کوزے میں سمانا بہت سے مطلب کو تھوڑے سے الفاظ میں ادا کرنا بہت سی خُوبیوں کا تھوڑی جگہ میں ذکر کرنا ۔<br>اتالیق - اُستاد ۔<br>پائے - درجے ۔<br>مسخر کرنا - تسخیر کرنا ۔<br>معتقد - اِعتقاد والا - یقین کرنے والا ۔<br>ماہر - مہارت والا ۔<br>مسمار کرنا - گرا دینا ۔<br>حمائل کرنا - گلے میں لٹکانا<br>غیبت - پیٹھ پیچھے - غیر حاضری ۔ | ۱۶۴ | ہنکار اُٹھا - بول اُٹھا ۔<br>نوکتخدا - نئی شادی شدہ ۔<br>افروختہ ہُوا - غصے ہُوا ۔<br>رسمِ اتحاد - دوستی ۔<br>شکر رنجی - تھوڑی سی ناراضگی - خفگی ۔<br>کینہ توز - غصّہ رکھنے والا ۔<br>قرب و جوار - گرد و نواح - آس پاس ۔<br>مستعد - تیار ۔<br>مشیروں - جمع مشیر صلاح کار ۔<br>متعرّض - مخالفت کرنے والا - مانع - مزاحم ۔<br>ششدر - حیران ۔<br>رفقا - جمع رفیق - دوست - آشنا ۔<br>اِستغنا - بے پروائی ۔<br>آشتی - صُلح<br>خلِش - چُبھن |

| نمبر سبق | مضمون |
|---|---|
| | دادودہش - بخشش اور سخاوت + |
| | آزمودہ کار - تجربہ کار + |
| | تبر - کلہاڑا + |
| | وار کرنا - حملہ کرنا + |
| | جوشن - زرہ بکتر + |
| | آسیب - تکلیف + |
| | شجاعت - بہادری + |
| | کھیت سکندر کے ہی ہاتھ رہا - سکندر نے ہی فتح پائی + |
| ۳۶ | دہر - زمانہ + |
| | درم - ایک سکے کا نام ہے + |
| | گوہر - موتی + |
| | زر - روپیہ - سونا + |
| | اِفلاس - غریبی - مُفلسی + |
| | بشر - انسان + |
| | حشمت - شان و شوکت |
| | صولت - دبدبہ + |

| نمبر سبق | مضمون |
|---|---|
| | عظمت - بڑائی - عزت + |
| | کاش - کلمۂ تمنا + |
| | ہوس - لالچ - حرص + |
| ۳۷ | زیبائش - خوبصورتی + |
| | مسوڑے - دانتوں کا گوشت + |
| | لُعاب - تھُوک + |
| | فِطرت - پیدائش - اصل نیچر + |
| | منحصر - موقوف + |
| | مِسواک - اسم آلہ (پنجابی داتن) دانت صاف کرنے کی لکڑی + |
| | مسام - جسم کی کھال کے سوراخ - جن سے پسینہ نکلتا ہے + |
| | نقصان دِہ - نقصان دینے والا + |
| | دوران - دورہ - گردش + |

| نمبر سبق | مضمون | نمبر سبق | مضمون |
|---|---|---|---|
| | محسوس - معلوم ÷ | | اسلحہ - ہتھیار ÷ |
| | محفوظ - حفاظت میں رکھا ہوا - بچا ہوا - صحیح سلامت ÷ | | اہتمام - انتظام - بندوبست |
| | غسل - نہانا ÷ | | تفتیش - تلاش - دریافت کرنا ÷ |
| ۳۸ | بیزار - متنفر - رنجیدہ ÷ | | ناکتخدا لڑکیاں - کنواری لڑکیاں ÷ |
| | غربت - مسافری ÷ | | بے نظیر - لاثانی - یکتا - بے مثال ÷ |
| | صعوبتوں - جمع صعوبت - دکھ - مصیبتیں - تکلیفیں ÷ | | تصرف - قبضہ ÷ |
| | یارا - طاقت ÷ | | ضمیمہ - کوئی چیز جو کسی کے ساتھ بڑھا کر پیچھے لگا دیتے ہیں ÷ |
| | غمخوار - غم کھانے والا - اسم فاعل ÷ | | شبخون - چھاپہ مارنا - رات کو دشمن پر حملہ کرنا ÷ |
| | لبِ جو - نہر کے کنارے ÷ | | ظفریاب - فتح مند ÷ |
| | کلفتیں - تکلیفیں ÷ | | نزع - جان کنی ÷ |
| | برق - بجلی ÷ | | اجر - بدلہ - عوض ÷ |
| | پیہم - متواتر - لگاتار - پے در پے ÷ | | تجہیز و تکفین - مُردے کے کفن و دفن کا سامان |
| | آبِ زندگانی - زندگانی کا پانی - آبِ حیات ÷ | | |
| | فرقت - جدائی ÷ | | |
| ۳۹ | بے اعتدالی - بد پرہیزی ÷ | | |

| نمبر سبق | مضمون | نمبر سبق | مضمون |
|---|---|---|---|
| | تیار کرنا۔ مُردہ کا گوڑ گڑھا۔ | | کنکر + |
| | اسیر۔ قید + | | شطرنج۔ ایک کھیل کا |
| | تاراج۔ لُوٹ مار کرنا۔ | | نام + |
| | برباد کرنا + | | پھسلوان۔ پھسلنے والی + |
| | عارضے۔ جمع عارضہ کی۔ | | بے تحاشا۔ بے خوف۔ |
| | بیماریاں + | | بے ڈر + |
| ۴۰ | سہانی۔ خوبصورت + | | دھار۔ بہاؤ + |
| | مرگ چھالا۔ ہرن کی کھال | | جدوجہد۔ کوشش + |
| | جائے گیر۔ جگہ لئے ہوئے | | حیرت۔ حیرانی + |
| | مُراد بیٹھے ہوئے + | | ندامت۔ شرمندگی + |
| | نعرہ زن۔ آواز مارنے | | ماشاء اللہ۔ چشم بددُور |
| | والے + | | خدا بُری نظر سے بچائے + |
| | آن۔ وقت۔ ساعت + | | ناگہاں۔ اچانک + |
| | نئی دھج۔ نئی شکل۔ نئی صورت | ۴۲ | راحت۔ خوشی۔ آرام + |
| | نئی طرز + | | وحشت۔ دیوانہ پن۔ |
| | نئی وضع۔ نئی ادا + | | بیہودگی + |
| ۴۱ | شاداب۔ سیراب + | | زینت۔ سجاوٹ۔ خوبصورتی |
| | شاہ بلوط۔ ایک درخت | | فرحت۔ آرام۔ خوشی۔ |
| | کا نام + | | اُلفت۔ محبت + |
| | سنگریزوں۔ جمع سنگریزہ۔ | | جان پہچان ہونا۔ کسی سے |

| نمبر سبق | مضمون | نمبر سبق | مضمون |
|---|---|---|---|
| | معمولی واقفیت ہونا ٭ | | قاصد - ایلچی - پیغام لانے والا ٭ |
| | دلبستگی - دل بندھا ہونا | | |
| | دِل لگی - محبّت - پیار ٭ | ۴۴ | کمر باندھنا - تیار ہونا ٭ |
| | قصرِ سلطانی - بادشاہی محل ٭ | | سوا - زیادہ ٭ |
| | بکھیڑوں - دھندوں ٭ | | شکوے - جمع شکوہ - شکائتیں ٭ |
| ۴۳ | بے چین - بے آرام ٭ | | اکرام - بخشش - عطا ٭ |
| | بدخواہوں - جمع بدخواہ بُرا چاہنے والا - دشمن ٭ | | للکار کر - زور سے ٭ |
| | | | کوڑا - چابک ٭ |
| | آنکھوں کا نور - بیٹا ٭ | | دم میں فیصلہ کر دینا تھوڑی دیر میں سب کام کر دینا ٭ |
| | نادان - بے وقوف ٭ | | |
| | آگ ہونا - غصّے ہونا ٭ | | |
| | بار - بوجھ ٭ | | چاکری - نوکری ٭ |
| | آثار - نشان ٭ | | یکساں - ایک جیسا ٭ |
| | انداز - طریقہ - ڈھنگ ٭ | | دھندوں - کام - کاج ٭ |
| | لہجہ - آواز ٭ | | فرصت - وقت ٭ |
| | خادموں - جمع خادم - غلام - نوکر - ملازم ٭ | | انجام - آخر - نتیجہ ٭ |
| | | | اتالیق - اُستاد ٭ |
| | پیٹھ ٹھونکنا - شاباش دینا - تعریف کرنا ٭ | | دغا دینا - دھوکہ دینا - فریب دینا ٭ |

| نمبر سبق | مضمون |
|---|---|
| ۴۵ | ششدر و پنج کا عالم - حیرانگی کی حالت |
| | بارسُوخ - پہنچ والا - اعتبار والا |
| | منچلے - بہادر |
| | قابض - قبضہ کرنے والا |
| | موزُون - مُناسب |
| | بے باک - بے خوف بے ڈر |
| | تُرش رو - غُصے میں |
| | روزنوں - جمع روزن - کھڑکی |
| | سر کرنا - فتح کرنا |
| | مستعد - تیار |
| | ناگوار - بدمزہ - بدذائقہ ناپسند - ناخوش |
| | لِہٰذا - اِس لئے |
| ۴۶ | چندروزہ - تھوڑے دن |
| | ذی علم - صاحبِ علم - عِلم والا |
| | احتیاط - خبرداری - دُوراندیشی بچنا - ہوشیاری برتنا |
| | آوارہ - بیہودہ پھرنا |
| | کاہِل - سُست |
| | مضائقہ - تنگی - دُشواری |
| | ہرج - قباحت - بُرائی |
| | ہواخوری - سیر کرنا |
| | تمنّا - خواہش |
| | بیدار - جاگتا ہُوا |
| | معمُول - قاعدہ |
| | حوائجِ جسم - حوائج جمع حاجت - ضرورتیں - یعنی جسم کی ضرورتیں |
| | ہشاش بشّاش - خوش خوش |
| | مشاغل - جمع شغل - کام |
| | نازل - اُترنے والا |

| نمبر سبق | مضمون | نمبر سبق | مضمون |
|---|---|---|---|
| | اہلِ بیت ۔ گھر کے لوگ ۔ خصوصاً رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر والے<br>تحریروں ۔ جمع تحریر | | دستاویز ۔ نوشت ۔ لکھا ہُوا ۔ سند +<br>ناروا ۔ ناجائز ۔ نامناسب<br>بشری ۔ انسانی + |

پنجاب آرٹ پریس ۔ لاہور

میں

باہتمام بابو پیارے لال بھارگو مینیجر چھپا

LIBRARY
Acc No 15744
LAHORE

بیگانوں کی دل دوز ہمدردیاں سہتے سہتے ایک ہفتہ گزر گیا۔ شام کا وقت تھا۔ بوڑھے منشی رام نام کی مالا پھیر رہے تھے۔ کہ ان کے دروازے پر ایک سجا ہوا رتھ آکر رُکا۔ سبز اور گلابی پردے۔ پچھان کی نسل کے ناگوری بیل۔ اُن کی گردنوں میں نیلے دھاگے۔ سینگ پیتل سے منڈھے ہوئے۔ منشی جی پیشوائی کو دَوڑے۔ دیکھا۔ تو پنڈت الوپی دین ہیں۔ جُھک کر ڈنڈوت کی۔ اور مدّبرانہ دُر فشانیاں شروع کیں۔ آپ کو کیا منہ دکھائیں۔ مُنہ میں کالک لگی ہوئی ہے۔ مگر کیا کریں۔ لڑکا نالائق ہے۔ ناخلف ہے۔ ورنہ آپ سے کیوں مُنہ چھپاتے۔ ایشور گھر بے چراغ رکھے۔ مگر ایسی اولاد نہ دے۔ بنسی دھر نے الوپی دین کو دیکھا۔ مصافحہ کیا۔ لیکن شانِ خود داری لئے ہوئے۔ فوراً گمان ہوا۔ کہ یہ حضرت مجھے جلانے آئے ہیں۔ زبان شرمندۂ معذرت نہیں ہوئی۔ اپنے والد بزرگوار کا خلوصِ زمانہ ساز سخت ناگوار گزرا۔ پنڈت جی نے قطع کلام کیا "نہیں بھائی صاحب! ایسا نہ فرمایئے"

بوڑھے منشی جی کی قیافہ شناسی نے جواب